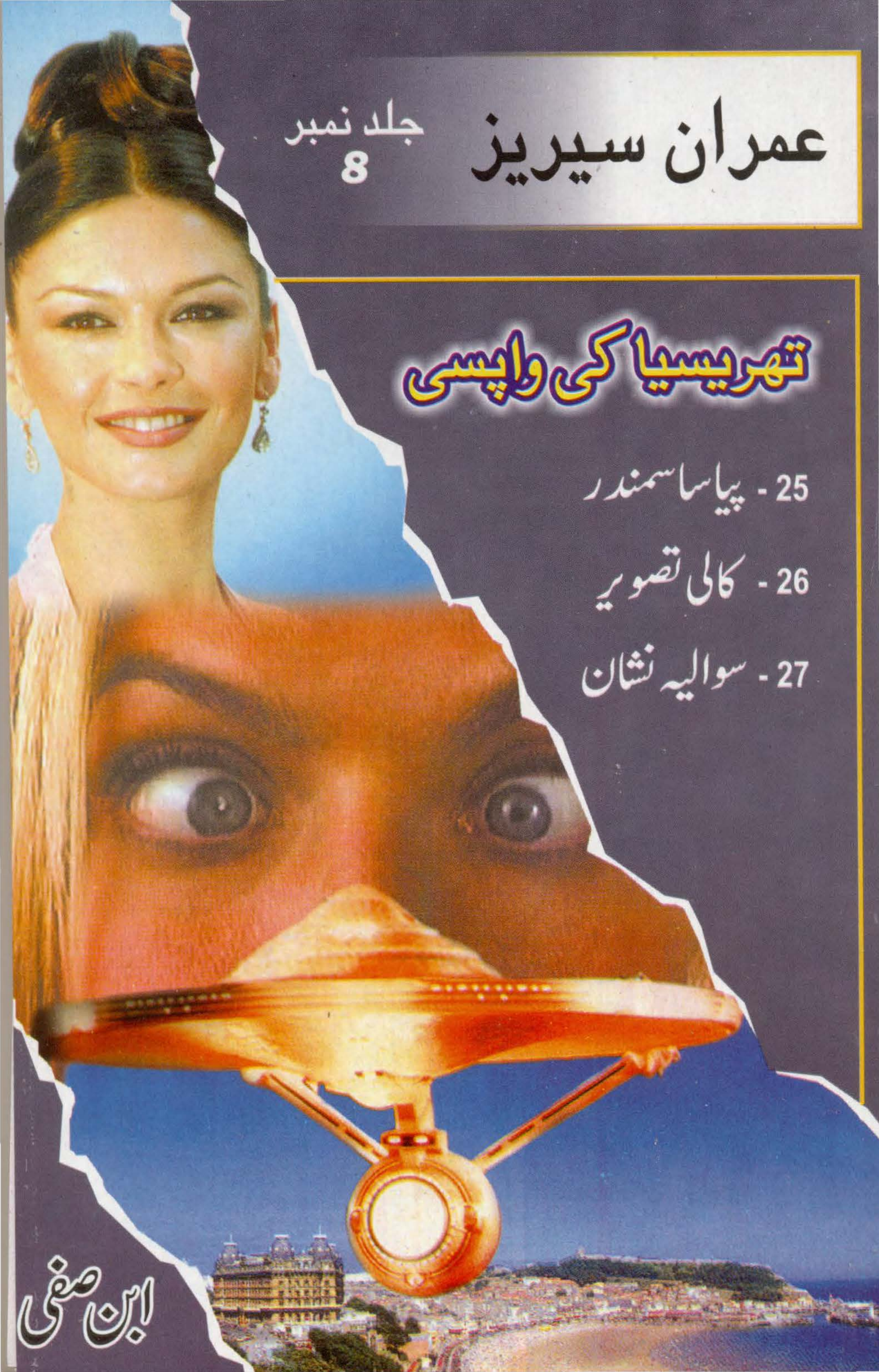
عمران سیریز
جلد نمبر
8
تھریسیا کی واپسی
25 - پیاسا سمندر
26 - کالی تصویر
27 - سوالیہ نشان
ابن صفی

عمران سیریز

جلد نمبر 8

25	پیاسا سمندر
26	کالی تصویر
27	سوالیہ نشان

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر .... خالد سلطان
پرنٹر .... پولی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز
الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970

عمران سیریز نمبر 25

پیاسا سمندر

(مکمل ناول)

پیشرس

لیجئے جوبلی نمبر بھی حاضر ہے! اب یہ دیکھنا آپ کا کام ہے کہ آپ کی توقعات کہاں تک پوری ہوئی ہیں۔ ویسے میں یہ بات دیانتداری کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اتنے تھوڑے وقت میں سائنس فکشن پیش کرنا آسان کام نہیں ہے! پھر بھی میں نے کوشش کی ہے کہ اپنے ذہین پڑھنے والوں کو کسی حد تک مطمئن کر سکوں!.... محیر العقول اور بعید از قیاس واقعات کو یکجا کر کے کہانی کی شکل دے دینا آسان ہے لیکن ان کا جواز پیش کرنا ہی حقیقتاً اس طلسم ہوشربا کو سائنس فکشن میں تبدیل کرنا کہلاتا ہے اور تھوڑے وقت میں یہ ایک مشکل کام ہے! اس میدان میں انگریزی کے سب سے مشہور اور کامیاب مصنف ایچ۔جی۔ ویلز کی تصانیف میں بھی اگر منطقی اور سائنسی استعدلال کے ٹکڑے حذف کر دیئے جائیں تو وہ بھی سر تاپا طلسم ہوشربا بن کر رہ جائیں گے! ویسے یہ اور بات ہے کہ "طلسم ہوشربا" بجائے خود ایک بہت بڑی پشین گوئی رہی ہو! مثلاً فلاں جادوگر نے ایک گولہ مارا اور پورا شہر تباہ ہو گیا! اس وقت کے سمجھدار لوگ بھی اس بنڈل بازی پر ہنسے ضرور ہوں گے مگر کیا آج آپ ایسے ہی گولے نہیں دیکھ رہے.... ہیروشیما پر (اگر میری یادداشت دھوکا نہیں دے رہی) ایک ہی گولہ تو پڑا تھا! مگر آج کے ذہن کی تشفی کے لئے الکٹرون اور نیوٹرون وغیرہ کا چکر موجود ہے! آپ اگر آج ایسے گولوں کی کہانیاں بھی سنیں تو آپ کو ہنسی نہیں آئے گی! کیونکہ اس دور میں جب کہ فضا میں طفیلی سیارے

چھوڑے جارہے ہوں سب کچھ ممکن ہے.... ؟ ویسے کہنے کا مطلب حقیقتاً یہ تھا کہ اگر کبھی کتاب پر دو ماہ کا وقت بھی مل سکا تو آپ کو دکھاؤں گا کہ سائنس فکشن کسے کہتے ہیں۔

لیجئے میں خواہ مخواہ سنجیدہ ہو گیا! ارے افسانوی لٹریچر کا مقصد آپ کی دانست میں ذہنی جمناسٹک کب ہوتا ہے آپ تو عموماً یہی چاہتے ہیں کوئی ایسی کہانی ملے جو شروع کرنے کے بعد اُسی میں کھو جائیں اور کچھ دیر کے لئے ان ذہنی الجھنوں سے نجات مل جائے جن میں آپ دن بھر مبتلا رہے ہیں۔ لہٰذا اگر کہانی میں کہیں اتنی ہی ذہنی انرجی صرف کرنی پڑی جتنی الجھنیں چٹ کر گئی تھیں تو آپ کا ذہن اس کہانی سے بھی بھاگے گا۔ اس لئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اس کہانی کو اپنی خواہشات کے عین مطابق پائیں گے۔

عمران نے اس بار اپنی عقلمندیوں اور حماقتوں میں توازن برقرار رکھا ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ بعض مقامات پر ہنستے ہنستے آپ بیک وقت سنجیدہ بھی ہو جائیں۔ عمران کو ایک بار پھر اس کے گھریلو ماحول میں دیکھئے۔ رحمان صاحب سے اس کی گفتگو بے حد دلچسپ رہی تھی اور وہ لڑکی جو سپارسیا نامی سیارے سے آتی تھی! اڑن طشتریوں اور مصنوعی سیاروں کا راز.... اور وہ دور مار راکٹ جس کے پرخچے اڑ گئے تھے.... وہ دو بالشت کا بچہ آپ کو متحیر کردے گا جو بلیک زیرو اور صفدر کو گدھے کہتا ہے۔ اُس بچے کا کان پھاڑ دینے والا دھماکہ.... ؟ بس اب کہانی شروع کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے۔

ابن صفی

۲۵ر نومبر ۱۹۵۷ء

شمی نے فرائینگ پین کھڑکی سے باہر خالی کرتے وقت ایک ٹھنڈی سانس لی۔ آج پھر اس نے بے خیالی میں ایک گندا انڈا توڑ دیا تھا اور اس سے پہلے توڑے ہوئے انڈے بھی خراب ہو گئے تھے! بے خیالی اس کے لئے نئی چیز نہیں تھی! وہ بچپن ہی سے کھوئی کھوئی سی رہتی تھی....! اور اس قسم کے نقصانات بھی اس کے لئے نئے نہیں تھے! آئے دن ہوتے ہی رہتے تھے۔

اس وقت اس نے فرائینگ پین خالی کرتے وقت اس لئے ٹھنڈی سانس نہیں لی تھی کہ اسے اس نقصان سے کوئی تکلیف پہنچی تھی.... بلکہ اس ٹھنڈی سانس کی وجہ نوکروں کے وہ میلے کچیلے بچے تھے، جو ایک دوسرے پر دھول اڑا کر چیختے ہوئے اِدھر اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔

شمی جوان تھی! لیکن اسے اس قسم کا بچپن گذارنے کی حسرت ہی رہ گئی تھی!

اُس کے پاپا نے اسے کبھی "حیوان" نہیں بننے دیا تھا! اُن کا خیال تھا کہ آدمی کو کسی بھی اسٹیج میں "آدمیت" کی حدود سے نہ نکلنا چاہئے۔ آدمی کا بچہ بھی اگر اچھل کود اور چیخم دھاڑ مچائے تو پھر اس میں اور ایک کتے کے پلے میں فرق ہی کیا رہ گیا....! مگر جب شمی کتے کے پلے والے اسٹیج میں تھی تو اسے اس کا سلیقہ بھی نہیں تھا کہ آدمی اور کتے میں کیا فرق ہوتا ہے! اُسے زبردستی آدمی بنایا گیا تھا۔ اس لئے آج وہ کتے کے پلوں کو شور مچاتے، دوڑتے اور دھول اڑاتے دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھر رہی تھی۔

اُس نے فرائنگ پین دھو کر دوبارہ انگیٹھی پر رکھ دیا.... اور اپنے پاپا کے متعلق سوچنے لگی! سوچنے کے لئے پاپا کے علاوہ اور تھا بھی کون.... ممی تو اسی وقت مر گئی تھی جب وہ اپنی زبان سے لفظ ''ممی'' بھی ادا کرنے کے قابل نہیں تھی! پاپا ہی نے اُس کی پرورش کی تھی اور وہ اسے بے حد چاہتے تھے۔

مگر نہ جانے کیوں انہوں نے اس کی تعلیم و تربیت گھر ہی پر کی تھی۔ کسی اسکول یا کالج میں پڑھنے کے لئے کبھی نہیں بھیجا تھا! اس کی وجہ انہوں نے آج تک نہ بتائی تھی....! وہ کوئی معمولی آدمی بھی نہیں تھے کہ تنگ نظر یا غیر ذہین سمجھا جا سکتا.... وہ ملک کے مایہ ناز سائنٹسٹ ڈاکٹر داور تھے۔ وہ ڈاکٹر داور جو ملک کی سب سے بڑی سائنسی تجربہ گاہ کے مالک اور ایٹمی ریسرچ کے سربراہ تھے۔ حکومت سے انہیں امداد ملتی تھی.... اور یہ امداد دراصل سمندر سے ایٹمی توانائی حاصل کرنے کے امکانات کا جائزہ لینے کے سلسلے میں ملی تھی....! ڈاکٹر داور اس سلسلے میں آئے دن نت نئے تجربات کرتے رہتے تھے۔ ان کی تجربہ گاہ ساحل سمندر ہی پر واقع تھی اور اس سے متعلق عمارات کا پھیلاؤ دو ڈھائی میل کے رقبے میں تھا۔

یہیں ان کی قیام گاہ بھی تھی! جہاں وہ شمی اور چند نوکروں سمیت رہتے تھے۔ سادہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے اس لئے رہن سہن میں تزک و احتشام نہیں تھا....! اکثر شمی کو بھی یہی ہدایت دیا کرتے تھے کہ وہ اپنے کام خود اپنے ہی ہاتھوں سے انجام دینے کی کوشش کیا کرے۔

گو شمی نے کسی اسکول یا کالج کی شکل نہیں دیکھی تھی لیکن وہ پردے میں نہیں رہتی تھی۔ ڈاکٹر داور اسے الگ تھلگ رکھنے کی پالیسی پر بھی عمل پیرا نہیں تھے۔

تجربہ گاہ سے تعلق رکھنے والے درجنوں افراد سے شمی کا ملنا جلنا رہتا تھا۔ ڈاکٹر داور نے کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔

اکثر وہ تنہا ساحل پر ٹہلتی ہوئی دور نکل جاتی اور کافی دیر سے گھر واپس آتی۔ مگر یہ چیز بھی ڈاکٹر داور کے لئے تشویش کن نہیں تھی....! وہ تو دراصل اسے حیوان بنتے دیکھنا نہیں چاہتے تھے! اگر وہ کبھی بے تحاشا ہنسنا شروع کر دیتی تو یہ انہیں بے حد گراں گزرتا! اگر وہ کبھی بلند آواز میں گفتگو کرتی تو انہیں اپنی تربیت کے قلعے منہدم دکھائی دینے لگتے تھے۔

مگر وہ دل کھول کر قہقہے لگانا چاہتی تھی.... بچوں کی طرح چھلانگیں مار کر دوڑنا چاہتی تھی!

چیخ چیخ کر گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اس پر کسی قسم کی بھی پابندی عائد نہ کی جائے۔

سورج مغرب میں جھک رہا تھا.... وہ اپنے پاپا کے متعلق سوچتی رہی! مگر اسے اس پر کبھی غصہ نہیں آتا تھا....!وہ ان کی نصیحتیں ٹھنڈے دل سے سنتی اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتی تھی.... مگر ٹھنڈی آہوں پر تو اُسے اختیار نہیں تھا.... وہ تو نکل ہی جاتی تھیں.... اس کے خواب بھی بڑے عجیب ہوتے تھے.... اکثر وہ دیکھتی کہ وہ ہوا میں اڑتی پھر رہی ہے!.... بالکل پرندوں کی طرح.... کبھی دیکھتی کہ اس کے سامنے صدہا میل تک ہرے بھرے جنگل پھیلے ہوئے ہیں اور وہ ہرنیوں کی طرح چھلانگیں لگاتی پھر رہی ہے کبھی اسے ننھے ننھے میلے کچیلے بچوں کی فوج نظر آتی اور وہ ان کے درمیان کھڑی چیخ رہی ہوتی.... حلق پھاڑ پھاڑ کر گا رہی ہوتی.... اور اس کا وجود بذات خود ایک طویل قہقہہ سا بنتا ہوا نظر آتا.... بعض اوقات وہ بیداری میں بھی ایسے ہی خواب دیکھتی۔

وہ فرائینگ پین ایک طرف رکھ کر بے خیالی میں پھر کھڑکی کے قریب آگئی۔ یہ عمارت ساحل سے قریب ایک اونچے ٹیکرے پر واقع تھی! ٹیکرے کے نیچے نرکلوں کی جھاڑیاں تھیں جن کا سلسلہ ساحل تک چلا گیا تھا۔

اسے سمندر کی سطح پر غروب ہوتے ہوئے سورج کی شوخیاں بڑی بھلی لگتی تھیں! وہ اکثر انہیں دیر تک دیکھتی رہتی.... اور اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ اُس مچلتی ہوئی چمکدار پگڈنڈی پر چھلانگیں لگاتی، سورج کی طرف دوڑ رہی ہو....!

کچھ دیر بعد چونک کر وہ پھر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئی! اُس نے کچھ انڈے فرائی کئے اور ان کے سینڈوچ بنانے لگی۔

آج ڈاکٹر داور بہت زیادہ مصروف تھے۔ اس لئے انہوں نے رات کا کھانا تجربہ گاہ ہی میں طلب کیا تھا.... اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ ان کی راتیں تجربہ گاہ ہی میں بسر ہوتی تھیں! شمی نے جلدی جلدی ٹفن کیریئر تیار کر کے ملازم کو دیا اور لباس تبدیل کر کے باہر نکل آئی۔

وہ صرف ماہی گیروں کے گھاٹ تک جانا چاہتی تھی۔ کیونکہ اُس نے سنا تھا کہ آج وہاں ماہی گیر جشن منانے والے ہیں! اس سے پہلے بھی وہ اکثر ان کے جشن سے لطف اندوز ہو چکی تھی.... عورت مرد سب ساتھ مل کر ناچتے گاتے اور خوشیاں مناتے تھے!.... اُن میں اکثر طرح طرح

کے سوانگ بھی بھرتے اور شمی ہنستے ہنستے بے حال ہو جاتی.... پھر اسے اپنی حماقت پر افسوس ہوتا.... وہ سوچتی کہ وہ بھی کتنا گھٹیا ذوق رکھتی ہے.... سوانگ بھرنے والوں کے لچر اور پوچ جملے سن کر ہنسنا کم از کم اس کے شایان شان تو نہیں....! مگر وہ کرتی بھی کیا.... وہ تو ایسے مواقع پر اس بُری طرح از خود رفتہ ہوتی کہ وہ خود کو بھی اسی طبقے کی ایک فرد تصور کرنے لگتی تھی! گویا وہ جسمانی طور پر پوری طرح ان کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی مگر اس کی روح اُن کے ساتھ رقص کرتی تھی، چیختی تھی، گاتی تھی.... اور جب وہ دل کھول کر ہنستے تھے تو اُن کا ساتھ ضرور دیتی تھی! وہ جانتی تھی کہ کافی رات گئے واپسی ہو گی اس لئے وہ اپنی ٹارچ ساتھ لانا نہیں بھولی تھی۔ گھاٹ پر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ جشن کی خبر غلط تھی! اسے بڑی مایوسی ہوئی اور ایک بے نام سی خلش اس کے ذہن میں کچوکے سے لگانے لگی۔

پھر اندھیرا پھیل گیا اور پانی کی سطح پر کشتیوں کے چراغوں کے کپکپاتے ہوئے عکس دیکھتی رہی۔ ویسے اس کے تصور میں ماہی گیروں کا جشن برپا تھا۔ اوہ انہیں ایک بہت بڑے الاؤ کے گرد ناچتے دیکھ رہی تھی۔ وہ گا رہے تھے۔ ہنس رہے تھے! سوانگ بھر رہے تھے.... اور شمی کھوئی ہوئی تھی.... دفعتاً ایک لانچ اس کے قریب آکر رکی اور وہ چونک پڑی۔ اس لانچ پر شائد بحری پولیس کا گشتی دستہ تھا۔ اس نے سوچا کہ اب واپس چلنا چاہئے!.... اُسے اندھیرے سے خوف نہیں معلوم ہوتا تھا! وہ ایک نڈر لڑکی تھی۔ حالانکہ بچپن ہی سے اسے آدمی بننے کے سلسلے میں جو تربیت دی گئی تھی اس کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ محتاط اور ڈرپوک ہو جاتی مگر نہ جانے کیوں ایسا نہیں ہوا تھا۔

وہ اپنے بنگلے کی طرف چل پڑی.... اُسے اس مقام سے یقینی طور پر گذرنا پڑتا جہاں سے نرکل کی جھاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا لیکن وہ اب تک ہزاروں بار اندھیرے میں اُس طرف سے گذر چکی تھی! ویسے بھتیرے مردوں کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ وہ زیادہ رات گئے اُدھر سے گذریں!

شمی خیالات میں کھوئی ہوئی راستہ طے کر رہی تھی! چونکہ راستہ اس کا ہزاروں بار کا دیکھا ہوا تھا اس لئے اُس نے اب تک ٹارچ روشن کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی.... اس کے لئے حقیقتاً تاروں کی چھاؤں ہی کافی تھی!

نرکلوں کی جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر اچانک وہ رک گئی۔ اُس نے کسی قسم کی غیر معمولی آواز سنی تھی، جو نرکلوں میں پیدا ہونے والی سرسراہٹ سے بہت مختلف تھی....!

آواز پھر آئی اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... قریب ہی کہیں کوئی دبی دبی سی آواز میں رو رہا تھا اور آواز یقینی طور پر نسوانی تھی! شمی نے ٹارچ روشن کرلی رونے والی سامنے ہی تھی.... شمی بے ساختہ اس کی طرف جھپٹی!

وہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی اور اس کے سنہرے بال نیچے ڈھلک آئے تھے! شمی اسے حیرت سے دیکھتی رہی!.... اس کے جسم پر نیلے رنگ کا لبادہ تھا.... اور اس پر سنہری کشیدہ کاری تھی....! دونوں ہاتھ شانوں تک ننگے تھے۔ شمی کی حیرت کی سب سے بڑی وجہ اس کے ہاتھ ہی تھے کیونکہ ان کی رنگت بھی سنہری ہی تھی....! وہ شمی کی موجودگی سے بے خبر اسی طرح گھٹنوں میں سر دیئے سسکیاں لیتی رہی!

"اے.... تم کیوں.... رو رہی ہو.... میری طرف دیکھو۔" شمی نے بچکانہ انداز میں کہا اور وہ یک بیک چونک پڑی اور سر اٹھا کر شمی کی طرف دیکھا! لیکن ٹارچ کی روشنی میں اس کی آنکھیں چندھیا گئیں اور دوسری طرف شمی کے ہاتھ سے ٹارچ بھی گر گئی کیونکہ وہ تو سونے کی عورت تھی اور اس کے ہونٹ بالکل سرخ تھے.... یاقوت کی قاشوں کی طرح! اور آنکھیں زمرد کے نگینوں کی طرح جگمگا رہی تھیں۔

شمی سکتے میں آگئی! لیکن سسکیاں وہ اب بھی سن رہی تھی! اُس نے چند ہی لمحوں میں بہت کچھ سوچ ڈالا۔ وہ چڑیلوں اور بھوتوں کی قائل نہیں تھی مگر اس وقت اسے بھوتوں اور چڑیلوں کی وہ ساری کہانیاں یاد آنے لگیں تھیں جو اس نے بچپن میں سنی تھیں۔

مگر جب وہ صرف سسکیاں ہی سنتی رہی اور اس دوران میں اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا تو اُس نے دل کڑا کر کے پھر ٹارچ اٹھائی اور اُسے روشن کیا سنہری لڑکی نے پھر اپنا سر گھٹنوں پر رکھ دیا اور متواتر روئے جا رہی تھی۔

شمی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"تم کون ہو.... ہو.... مجھے بتاؤ.... کیوں رو رہی ہو۔" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ لڑکی نے پھر سر اٹھایا لیکن اس نے جو کچھ بھی کہا تھا شمی کی سمجھ میں نہیں آسکا! ویسے اس کی آواز کیا تھی گھنٹیاں سی بج اٹھیں تھیں۔ شمی کے کان اس کی آواز کی لذت میں کھو گئے۔

دفعتاً لڑکی نے اپنا لبادہ اوپر سرکا کر اُسے اپنی داہنی پنڈلی دکھائی جس سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ

لڑکی تو سر سے پیر تک سنہری تھی....! مگر خون سرخ ہی تھا جیسا سب کا ہوتا ہے۔

"ٹھہرو..... ٹھہرو.... اوہ تم زخمی ہو۔" شمی نے کہا اور دوزانو بیٹھ کر دوپٹے کے آنچل سے زخم صاف کرتی ہوئی بولی۔ "تم میرے گھر چلو میں اس کی ڈریسنگ کردوں گی۔"

لیکن لڑکی کچھ نہ بولی....

"چلو....!" شمی نے پھر کہا۔

لڑکی نے بھی کچھ کہا! لیکن شمی سمجھ نہ سکی۔ پتہ نہیں وہ کون سی زبان بول رہی تھی! شمی نے سوچا کہ انگریزی فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں بھی کوشش کی جائے! یہ تینوں زبانیں وہ بخوبی بول اور سمجھ سکتی تھی۔ گو اس کی تعلیم گھر ہی پر ہوئی تھی لیکن باقاعدہ طور پر ہوئی تھی۔

اس نے تینوں زبانوں میں باری باری اپنا مافی الضمیر اُس پر واضح کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی! کیونکہ اردو ہی کی طرح یہ تینوں زبانیں بھی شائد اس کے لئے نئی ہی تھیں۔

آخر تھک ہار کر شمی نے اشاروں کا سہارا لینا چاہا اور اس سے کہا کہ وہ اُس کے ساتھ گھر چلے جہاں وہ اس کے زخم کی ڈریسنگ کرے گی۔

سنہری لڑکی کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا اور اُس نے انکار میں سر ہلا دیا! آخر شمی نے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر وہیں زخم کی ڈریسنگ شروع کردی! جب وہ ڈریسنگ کر چکی تو لڑکی نے اس کے ہاتھوں کو بوسے دیئے اور انہیں اپنے سر پر رکھ لیا! پھر جھاڑیوں کی طرف کچھ اس قسم کے اشارے کئے جیسے کہہ رہی ہو کہ ٹارچ لے کر اُدھر چلو۔

شمی کا خوف رفع ہو چکا تھا اور وہ اُس لڑکی کے لئے اپنے دل کی گہرائیوں میں خلوص محسوس کرنے لگی تھی! لہٰذا وہ ٹارچ روشن کر کے اُس کے ساتھ چلنے لگی۔ لڑکی لنگڑاتی ہوئی چل رہی تھی! شمی نے سہارے کے لئے اپنا داہنا بازو پیش کیا جو قبول کرلیا گیا۔

لڑکی اسے ایک ایسی جگہ لائی جہاں جھاڑیوں کے درمیان تھوڑی سی صاف جگہ تھی۔ یہاں شمی کو ایک بہت بڑا گولہ نظر آیا، جو کسی دھات کا تھا اور اس کا قطر نو یا دس فٹ سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ اس میں چاروں طرف کھڑکیاں سی نظر آرہی تھیں! لڑکی نے اشارے سے بتایا کہ وہ اسی طرح ٹارچ روشن کئے کھڑی رہے! شمی حیرت سے اُس گولے کو دیکھ رہی تھی! سنہری لڑکی نے گولے پر ایک جگہ ہاتھ رکھا اور دفعتاً ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ اس کا اوپری حصہ کھل گیا۔

پھر لڑکی نے شمی کے ہاتھ سے ٹارچ لے کر پیدا ہونے والی خلاء میں روشنی ڈالی۔ اس کے اندر یقیناً کسی قسم کی مشینری تھی۔ لڑکی کے اشارے پر اس نے ٹارچ اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے روشنی دکھاتی رہی اور وہ اسی خلاء میں دونوں ہاتھ ڈالے ہوئے مشین کے پرزوں کو غالباً ٹھیک کرتی رہی....! ذرا ہی سی دیر میں وہ مشین ہلکی سی آواز کے ساتھ چل پڑی۔ یہ آواز اتنی ہی ہلکی تھی جتنی کسی بجلی کے پنکھے کی ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد اُس نے شمی کو بھینچ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر اسی گولے کے اندر جا بیٹھی! شمی کی ٹارچ اب بھی روشن تھی۔

سنہری لڑکی اب کاغذ کے ایک ٹکڑے پر سونے کی ایک پتلی سی سلاخ سے کچھ لکھ رہی تھی۔ مگر وہ کیسا سونا تھا جس کا سنہرا نقش کاغذ پر بھی اتر سکتا تھا۔ شمی کو سنہری تحریر نظر آئی مگر فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ اُسے پڑھ نہ سکی! سنہری لڑکی نے کاغذ اس کے ہاتھ میں تھمادیا اور دور ہٹ جانے کا اشارہ کرتے ہوئے گولے کی وہ کھڑکی بند کرلی جس سے داخل ہوئی تھی....! شمی بڑی تیزی سے پیچھے ہٹی اور ٹارچ کی روشنی کا دائرہ گولے کے ساتھ ہی اوپر اٹھتا چلا گیا.... جب گولے نے زمین چھوڑ دی تھی تو ہوا کا اتنا زبردست جھونکا شمی کے جسم سے ٹکرایا تھا کہ اسے قدم سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا۔

وہ اوپر دیکھتی رہی! لیکن اب اس گولے کا کہیں پتہ نہ تھا.... شمی نے محسوس کیا کہ اُس کا جسم بُری طرح کانپ رہا ہے وہ جھاڑیوں سے نکل آئی اور گھر کی طرف چلنے لگی! مگر قدم رکھتی کہیں تھی اور وہ پڑتے کہیں تھے۔ ٹارچ بھی بجھ چکی تھی لیکن شمی کو اندھیرے یا اجالے کا کہاں ہوش تھا۔

دفعتاً اُسے اس کاغذ کا خیال آیا جو سنہری لڑکی نے دیا تھا اور جیسے ہی اس کی نظر اس کاغذ پر پڑی اس کے قدم رک گئے۔ تحریر اندھیرے میں چمک رہی تھی! مگر کیا وہ تحریر تھی؟ شمی اسے گھورتی رہی! یہ چار سطروں میں چند بے ڈھنگ سے نقوش تھے۔

وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اِن نقوش کو دیکھتی رہی....! پھر اگر پانی میں کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز سے نہ چونکتی تو نہ جانے کب تک اس کی یہ محویت قائم رہتی۔

اب وہ بہت تیزی سے گھر کی طرف جارہی تھی! گھر پہنچ کر وہ سیدھی اپنی خواب گاہ میں چلی گئی.... اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے تک اس کے حواس درست نہیں ہو سکے! وہ اپنی مسہری پر پڑی

ہانپ رہی تھی اور سانس اتنی تیزی سے چل رہی تھی جیسے میلوں کا سفر یکساں رفتار سے دوڑ کر طے کیا ہو۔

آہستہ آہستہ اس کی حالت اعتدال پر آتی گئی۔ کچھ دیر بعد اُس نے پھر اس کاغذ کے ٹکڑے پر نظر ڈالی مگر اَب وہ بالکل صاف تھا! سنہرے نقوش غائب تھے! اس نے ٹیبل لیمپ بجھا دیا اس توقع پر کہ شائد فاسفورس کی طرح اندھیرے ہی میں وہ نمایاں طور پر نظر آئیں لیکن اس بار اندھیرا بھی انہیں نہ چمکا سکا! کاغذ بالکل صاف تھا۔

عمران نے بستر پر پڑے ہی پڑے ایک طویل انگڑائی لی! اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں چیخا۔

"ابے او.... سلیمان کے بچے.... اخبار....!"

سلیمان کچن میں تھا! اس لئے ضروری نہیں تھا کہ وہ پہلی ہی آواز پر دوڑ آتا.... دوسری یا تیسری آواز پر اس کے کان پر جوں رینگی اور وہ ہاتھ جھلاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"ہائیں.... ابے میں نے اخبار مانگا تھا...." عمران آنکھیں نکال کر دھاڑا۔

"جی ہاں.... میرا خیال ہے کہ آپ نے اخبار ہی مانگا تھا۔"

"پھر کہاں ہے۔ اخبار....!"

"اسٹوو میں تیل نہیں تھا....! کوئلے سلگانے پڑے اور کوئلے خود بخود تو سلگتے نہیں ہیں!"

"کیا مطلب....!"

"اخبارات جلا کر کوئلے دھکائے.... اور اب چائے تیار ہے۔!"

"ابے آج کا بھی جلا دیا؟"

"آج اور کل سے کیا فرق پڑتا ہے۔ صاحب اخبار تو اخبار....!"

"ہوش میں ہے یا نہیں!"

"اس وقت تو میں ہوش میں ہوں لیکن پچھلی رات میں نے اِکشا نمبر ون پی تھی اور آپ کا نیلا سوٹ پہن کر گیا تھا۔"

"ابے او اُلو کے بھتیجے! میں تیری گردن رگڑ دوں گا۔ تجھے اتنے پیسے کہاں سے ملے تھے کہ اکشا

نمبر ون پی تھی!"

"اللہ دیتا ہے صاحب۔ آپ کی جیب سے چالیس روپے نکالے تھے۔"

"ارے خدا غارت کرے.... میں تجھے ڈس مس کر دوں گا۔"

"سوچا تھا کہ نکال لوں اور اکشا نمبر وَن پیئوں.... مگر آپ کے نیلے سوٹ پر استری نہیں تھی! اس لئے صرف خواب دیکھ کر رہ گیا۔"

"بہت اچھا کیا تو نے!" عمران نے یک بیک خوش ہو کر کہا۔ "ورنہ تیرے حلق میں خراش پڑ جاتی، پینا ہی ہے تو شیمپین پیا کر۔"

"ارے.... اخبار....!"

"آج کا اخبار.... میرا خیال ہے کہ وہ محفوظ ہے!" سلیمان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ابے آج کل تو شریف آدمیوں کی طرح گفتگو کیوں کرنے لگا ہے۔"

"مجبوری ہے جناب! شرافت ہی کا زمانہ ہے۔"

"اخبار!"

سلیمان چلا گیا.... اور عمران نے آنکھیں بند کر کے ایک جماہی لی اور پھر منہ چلانے لگا۔

اخبار آ گیا! اس لئے لیٹے ہی لیٹے پہلے صفحہ پر نظر ڈالی اور پھر اس طرح بوکھلا کر اٹھ بیٹھا جیسے بچھو نے ڈنگ مارا ہو۔

وہ سرخی ہی بوکھلا دینے والی تھی۔

انٹیلی جنس بیوریو کے ڈائریکٹر جنرل پر قاتلانہ حملہ....!

انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل خود عمران کے باپ رحمان صاحب تھے! اس نے بڑی تیزی سے خبر پڑھ ڈالی۔

۱۴ر ستمبر رات کے پچھلے حصے میں چند نامعلوم افراد رحمان صاحب کی کوٹھی میں داخل ہوئے! انہوں نے سب سے پہلے دونوں پہرہ داروں کو بے بس کر دیا تھا! کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں دو رکھوالی کے کتے تھے! پتہ نہیں انہیں کس طرح ختم کر دیا گیا کہ آس پاس والوں یا خود کوٹھی ہی کے مکینوں نے اُن کا شور بھی نہ سنا۔ رحمان صاحب اپنی خواب گاہ میں سو رہے تھے! اچانک ان کی آنکھ کھل گئی انہیں وہ چار نقاب پوش نظر آئے.... ان میں سے ایک تو رحمان صاحب کی طرف

ریوالور تانے کھڑا تھا اور دوسرے کمرے کی چیزیں الٹ پلٹ کر رہے تھے۔ رحمان صاحب سے کہا گیا کہ خاموشی سے پڑے رہیں، ورنہ اُنہیں قتل کر دیا جائے گا.... رحمان صاحب کچھ دیر تو ساکت و سامت پڑے رہے پھر اچانک انہوں نے خود کو مسہری سے گرا دیا.... اُن کی نگرانی کرنے والا شائد غافل ہو گیا تھا.... رحمان صاحب نے بڑی پھرتی سے اُسے گرا کر ریوالور چھین لیا....! اور پھر اُس کمرے میں فائروں کی آوازیں گونجنے لگیں.... نامعلوم آدمیوں کو پسپا ہونا پڑا کیونکہ کوٹھی کے دوسرے افراد بھی بیدار ہو گئے تھے.... رحمان صاحب بعافیت ہیں اُن کے جسم پر صرف معمولی سی خراشیں آئی ہیں! انہوں نے اخبار نویسوں کو صرف واقعات ہی بتائے ہیں لیکن پس منظر بتانے سے انکار کر دیا ہے! محکمہ سراغرسانی کے بہترین دماغ مصروف تفتیش ہیں....!"

عمران اخبار پھینک کر کھڑا ہو گا....! پھر وہ نشست کے کمرے میں آیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ فون پر رحمان صاحب کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا! دوسری طرف سے کسی ملازم نے کال ریسیو کی!

"ڈیڈی کہاں ہیں!" عمران نے پوچھا۔

"ڈیڈی!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "آپ کون ہیں!"

"عمران!"

"اوہ.... چھوٹے سرکار....! وہ آرام کر رہے ہیں!"

"سو رہے ہیں!" عمران نے پوچھا۔

"پتہ نہیں! ٹھہریئے! دیکھ کر بتاتا ہوں۔"

عمران ریسیور کان سے لگائے رہا! تھوڑی دیر ہی بعد اُس نے رحمان صاحب کی بھرائی ہوئی آواز سنی! ان کی خواب گاہ میں بھی فون تھا....!

"ڈیڈی.... میں عمران ہوں۔"

"ہاں۔!"

"کیا مجھے آپ تک آنے کی اجازت مل سکے گی! میں صبح کا اخبار....!"

"آجاؤ۔" دوسری طرف سے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

عمران نے بڑی تیزی سے لباس تبدیل کیا۔ سلیمان ناشتہ لایا تھا لیکن وہ ہاتھ ہلاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

کچھ دیر بعد اس کی کار رحمان صاحب کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔

یہاں کوٹھی میں عمران کی آمد کا شہرہ ہو گیا تھا! وہ پورے ایک سال بعد کوٹھی میں قدم رکھنے والا تھا! یوں تو اکثر وہ پھاٹک ہی پر رک کر چوکیدار سے سب کی خیریت معلوم کر لیا کرتا تھا! کیونکہ رحمان صاحب کے حکم کے مطابق کمپاؤنڈ میں بھی اس کا داخلہ ممنوع تھا۔

مگر آج جبکہ رحمان صاحب کی طرف سے اجازت مل گئی تھی اور عمران آ رہا تھا۔ اس کی چچا زاد بہنیں پھاٹک ہی پر اس کا انتظار کر رہی تھیں! اُن میں اس کی سگی بہن لڑاکی ثریا بھی تھی اور اس نے کچھ دیر پہلے ہی سے اپنے تیور میں تیکھاپن پیدا کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی چچازاد بہنیں اُسے سمجھا رہی تھیں کہ وہ آج کوئی جھگڑے والی بات نہ نکالے۔

ویسے اس وقت قدرتی طور پر کوٹھی کی فضا پُر سکون ہی ہونی چاہئے تھی۔ کیونکہ پچھلی رات رحمان صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا اور وہ بال بال بچے تھے۔ مگر وہ ٹھہرے عمران کے والد.... یعنی عمران انہیں کا بیٹا تھا جس کی نظروں میں زندگی اور موت کی کوئی وقعت ہی نہیں تھی! اُن کے سخت ترین احکامات تھے کہ کوٹھی کی فضا پر ماتمی کیفیت نہ طاری ہونے پائے۔ اگر کسی کے بھی چہرے پر تفکر کے آثار دیکھے گئے تو اس کی اچھی طرح خبر لی جائے گی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سب اگر مسرور نہیں تھے تب بھی یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ انہیں رحمان صاحب کی اس خواہش کا احترام کرنا گراں نہیں گذرا۔

جیسے ہی عمران کی کار پھاٹک پر پہنچی اس کی بہنیں سامنے آ گئیں اور عمران کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں کیونکہ ان میں کوئی بھی مغموم یا مشوش نہیں نظر آ رہی تھی۔ ثریا کے چہرے پر وہی پرانا تیکھاپن نظر آیا جو اس کے لئے مخصوص تھا۔

چچازاد بہنوں نے اُسے نیچے سے اوپر تک ٹٹولنا شروع کر دیا۔ جیسے دیکھ رہی ہوں کہ ٹوٹ پھوٹ کر تو واپس نہیں آیا۔

"اے... اے نہیں لائے... اپنی دوغلی جورو کو...!" ثریا نے چٹختے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"جو غلی دورد.....!" عمران نے احمقانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ کر دہرایا۔

"ہاں... وہی سفید پر کٹی..." ثریا آنکھیں چمکا کر بولی۔ "جو اماں بی کے سینے پر مونگ دلے گی!"

"ارے.... وہ سفید.... پر کٹی نہیں ہے.... اڑ سکتی ہے....! شیرازی کی مادہ....!"

"روشی کا تذکرہ ہے بھائی جان...." اس کی چچازاد بہن فرزانہ اس کی ٹائی کی گرہ درست کرتی ہوئی بولی۔

"ہائیں! اُس کا تذکرہ ہے.... مگر.... دیکھو! میں ابھی تم لوگوں سے گفتگو کروں گا پہلے مجھے ڈیڈی کے پاس جانے دو۔"

"آپ وہاں نہیں جاسکتے۔" ثریا آنکھیں نکال کر بولی۔ "اس سے پہلے آپ کو اماں بی کی جوتیاں کھانی پڑیں گی۔"

"اوہ....!" عمران ایک طویل سانس لے کر پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "اچھا ہی ہوا کہ ناشتہ کر کے نہیں آیا.... مگر ثریا! تم ابھی تک بوڑھی نہیں ہوئیں مجھے حیرت ہے۔"

اس کی چچازاد بہنیں ہنسنے لگیں! اور وہ انہیں ہٹاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔! اماں بی برآمدے میں موجود تھیں۔

"کیوں رے.... کم.... بخت.... کیوں آیا ہے....!" وہ پھوٹ پڑیں! ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور زبان سے جلی کٹی باتیں نکل رہی تھیں۔

عمران اُن کے پیروں کے پاس دوزانو ہو گیا.... اور ان کی جوتیاں پیروں سے نکال کر اپنے سر پر رکھ لیں۔

"اماں بی.... میں کیسے آتا.... آج بھی ڈیڈی کی اجازت حاصل کئے بغیر نہیں آیا۔"

"تم دونوں یکساں ہو!" اماں بی بولیں۔ "دونوں سنگدل میرے ہی حصے میں آئے تھے۔"

اسی طرح وہ دل کا غبار نکالتی رہیں اور عمران گڑگڑاتا رہا! ثریا کو شائد اس کی چچازاد بہنوں نے کمپاؤنڈ ہی میں روک لیا تھا ورنہ یہ سلسلہ شائد نامعلوم مدت کے لئے جاری ہو جاتا۔

کسی نہ کسی طرح عمران رحمان صاحب تک پہنچا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں ٹہل رہے تھے اور ان کے چہرے پر تشویش کے آثار قطعی نہیں تھے! البتہ وہ کسی گہری سوچ میں تھے! عمران کو دیکھ کر رک گئے اور پھر ثریا ہی کی طرح اُن کے چہرے پر بھی درشتی کے آثار نظر آنے لگے۔

"تم کیوں.... آئے ہو....!" انہوں نے غرا کر پوچھا۔

"مم.... میں.... آپ کی اجازت....!"

"ٹھیک ہے.... مگر کیوں آئے ہو۔"

"میں نے صبح کا اخبار دیکھا تھا۔"

"ضرور دیکھا ہوگا.... پھر....!"

"وہ.... آپ پر حملہ....!"

"ہاں.... مجھ پر حملہ ہوا تھا....؟ مگر میں زندہ ہوں....!"

"میں آپ کو مبارک باد دینے آیا ہوں!" عمران جل کر بولا۔

"نہیں! تم اس لئے آئے ہو کہ حملے کی وجہ معلوم کرو! ورنہ تمہیں مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں ہے!"

"اَب میں اس معاملے میں تو بالکل مجبور ہوں ڈیڈی۔ کیونکہ میری رگوں میں بھی آپ ہی کا خون ہے۔"

"بس جاؤ....!" رحمان صاحب ہاتھ ہلا کر بولے۔

"میں وجہ معلوم کیے بغیر نہیں جاؤں گا..... ڈیڈی۔"

رحمان صاحب نے گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ٹھہریئے!" عمران جلدی سے بولا۔ "میں جارہا ہوں لیکن وجہ معلوم کرلوں گا۔"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے.... عمران باہر آگیا۔ اماں بی اب بھی اس کے انتظار میں برآمدے میں موجود تھیں۔

"ارے.... بس.... کیا واپس جارہا ہے۔"

"ہاں.... اماں بی.... انہوں نے مجھے صرف ذلیل کرنے کے لئے بلایا تھا۔"

"تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے چل میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔"

"میں گلے میں پھندا لگا کر مر جاؤں گی، اماں بی اگر آپ ان کے ساتھ گئیں۔" ثریا بول پڑی۔

"ارے کم بختو تو پھر مجھے ہی زہر دے دو....!"

"اماں بی....!" عمران اُن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "آپ بالکل فکر نہ کیجئے! میں اس ثریا کی بچی کو بھی اپنے ساتھ لے چلوں گا۔"

"ارے.... زبان سنبھال کر....!" ثریا چڑ کر بولی۔

"بس اَماں بی.... اب اجازت دیجئے! میں اَب آتا رہوں گا کیونکہ ڈیڈی نے یہ نہیں کہا کہ

میں اب دوبارہ یہاں نہ آؤں! تاوقتیکہ وضاحت نہ کریں! ان کی اجازت برقرار رہے گی۔"

وہ اماں بی کو سسکتا ہوا چھوڑ کر.... پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔

دوسری رات بھی ڈاکٹر داور کو تجربہ گاہ ہی میں گذارنی تھی.... شمی دن ہی میں ان سے مل آئی تھی! لیکن اس نے اس سنہری لڑکی کا تذکرہ اُن سے نہیں کیا تھا.... اگر اُس کاغذ پر وہ روشن لکیریں موجود ہوتیں تو وہ ضرور بالضرور اس واقعہ کا تذکرہ پاپا سے کرتی....

اب چونکہ اسکے پاس کوئی ثبوت نہیں رہا تھا اس لئے وہ پُر اسرار واقعہ کا تذکرہ کر کے اپنا مضحکہ نہیں اڑوانا چاہتی تھی۔ کسی کو یقین نہ آتا! کیونکہ سبھی اسے "ایک خواب دیکھنے والی لڑکی" کہتے تھے۔

اس وقت رات کے آٹھ بجے تھے اور شمی اب بھی کچن ہی میں موجود تھی کیونکہ یہاں کی کھڑکی سے وہ جگہ صاف نظر آتی تھی جہاں پچھلی رات اُس نے اس سنہری لڑکی کو بیٹھے دیکھا تھا۔

اُس کا وہ گرم جوش اور طویل بوسہ اُسے اب بھی یاد تھا اور جب بھی وہ اُس کا تصور کرتی اُس کی پیشانی گرم ہو جاتی! اُس نے اُسے کتنے پیار سے بھینچا تھا! مگر وہ کون تھی کہاں سے آئی تھی اور اُڑن طشتریوں کے نمونے بھی اس کی نظروں سے گذرے تھے! لیکن اسے ابھی تک علم نہیں تھا کہ اڑنے والی مشینوں میں کسی نئی ایجاد کا بھی اضافہ ہوا ہے.... مگر وہ لڑکی.... وہ اُس سے کتنی مختلف تھی! اُس کے جسم کی رنگت کتنی غیر معمولی تھی.... اگر اُس کے بازو پر ڈہنے بھی موجود ہوتے تو وہ بے چون و چرا اُسے کوئی پری تسلیم کر لیتی! اور یہی سوچتی کہ وہ اندر سبھا کی کہانیوں کی کوئی سنہری پری ہے۔ نیلم پری یاقوت پری اور زمرہ پری کی طرح!

پھر اُسے سیاروں کا خیال آیا.... اُس میں سے بعض آباد بھی تو ہیں۔ تو کیا وہ کسی دوسرے سیارے سے آئی تھی۔ وہ کھڑکی پر کھڑی اُس کے متعلق سوچتی رہی! اسے توقع تھی کہ شائد وہ آج پھر وہاں نظر آئے۔

اور اس کی توقع سچ مچ پوری ہو گئی۔ اسے ٹھیک اُسی جگہ ایک متحرک سا سایہ نظر آیا جہاں اُس نے اُسے پچھلی رات کو دیکھا تھا۔

مگر ممکن ہے وہ کوئی اور رہا ہو.... اُس نے ایک بار کھڑکی سے ہٹنا چاہا پھر رک گئی۔ یہ بھی

ایک احمقانہ خیال تھا کہ وہ کل والی سنہری لڑکی ہو گی۔

دفعتاً اُس سائے کے گرد ہلکی سی روشنی پھیل گئی اور اسے اس کا نیلا لبادہ صاف نظر آ گیا۔ وہ وہیں کھڑی تھی جہاں اُس نے اسے پچھلی رات روتے دیکھا تھا۔

شمی دروازے کی طرف بھاگی.... اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پیروں میں پر لگ گئے ہوں اور وہ اب کبھی زمین پر نہ پڑیں گے.... وہ بے تحاشہ دوڑتی ہوئی بنگلے سے نکلی اور ٹیکرے کی طرف مڑ گئی! یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ کسی ملازم نے اُسے اس طرح دوڑتے نہیں دیکھا۔ ورنہ سارے ہی نوکر اُس کے پیچھے بھاگنے لگتے۔

وہ ٹیکرے سے نشیب میں اترتی چلی گئی۔ سایہ قریب ہوتا جا رہا تھا اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔

پھر اُس نے خود کو اس کی گرفت میں پایا وہ اُسے بھینچ بھینچ کر پیار کر رہی تھی۔

شمی کہہ رہی تھی۔ "میں تمہیں دوبارہ پاکر کتنی خوش ہوئی ہوں۔ میں آج سارا دن تمہارے متعلق سوچتی رہی تھی اور اس وقت کچن کی کھڑکی میں شائد تمہاری ہی منتظر تھی۔ تم بہت اچھی ہو! تمہارے پیار میں بڑی مٹھاس ہوتی ہے۔ مجھے آج تک کسی نے اس طرح پیار نہیں کیا۔"

پھر وہ بھی اُسی والہانہ انداز میں اسے پیار کرنے لگی۔

کچھ دیر بعد سنہری لڑکی اس کا ہاتھ تھامے اُسے جھاڑیوں کی طرف لے جا رہی تھی۔ شمی اس کی داہنی ہتھیلی سے ایک عجیب قسم کی روشنی پھوٹتے دیکھ رہی تھی۔

یہی مدہم سی روشنی اس کے گرد پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں وہ راستہ طے کر رہی تھی.... شمی کی سمجھ میں نہ آسکا کہ اُس روشنی کی رنگت کیسی تھی!

اس نے ایک بار پھر خود کو اُسی اڑانے والے گولے کے قریب پایا جس کا تجربہ اُسے پچھلی رات کو ہو چکا تھا۔

یہاں سنہری لڑکی کی ہتھیلی سے پھوٹنے والی روشنی پہلے کی بہ نسبت کچھ تیز ہو گئی۔ لڑکی نے گولے کی ایک کھڑکی کھولی اور شمی کو اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

"کیوں نہیں! میں تمہارے ساتھ کہیں جا نہ سکوں گی! میرے پاپا پریشان ہوں گے۔"

لڑکی شائد اُس کے چہرے کے بدلتے ہوئے آثار کی بناء پر اُس کی مافی الضمیر سے آگاہ ہو گئی

تھی لٰہذا وہ اشارے سے اُسے سمجھانے لگی کہ وہ کچھ دیر اُس میں بیٹھیں گی اور وہ اُسے کہیں لے نہ جائے گی۔

شمی ہچکچاہٹ کے ساتھ گولے میں داخل ہوئی۔ لیکن اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی اُس کا اندرونی حصہ چوکور تھا۔ اور اس میں دو صوفے پڑے ہوئے تھے! اُس کی اوپری سطح اتنی اونچی تھی کہ شمی کو اس سے ٹکرا جانے کے خوف سے جھکنا نہیں پڑا تھا! وہ اُس کے سر سے تقریباً دو فٹ اونچی تھی! ایک جانب دیوار میں ایک روشن سی لکیر نظر آ رہی تھی اور اسی لکیر کی تیز مگر ٹھنڈی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

اب یہ ایک بہت بڑا مکعب نما صندوق معلوم ہو رہا تھا۔

مگر شمی نے اس میں ذرہ برابر بھی گھٹن نہیں محسوس کی....! اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ایک کشادہ اور ہوادار کمرے میں بیٹھی ہوئی ہو۔

سنہری لڑکی اُسے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک خواب آلود سی مسکراہٹ تھی.... دفعتاً اُس نے ایک چرمی تھیلے سے کچھ چیزیں نکالیں۔

یہ دو ٹوپیاں تھیں جن کی رنگت بنفشی تھی.... ایک چھوٹا سا ڈبہ تھا جس پر ایک چھوٹا سا بلب لگا ہوا تھا! اُس نے ایک ٹوپی اپنے سر پر منڈھ لی اور دوسری شمی کے سر پر منڈھنے لگی.... شمی کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا اور بار بار اپنے خشک ہوتے ہوئے لبوں پر زبان پھیر رہی تھی.... ٹوپی اس کے سر پر منڈھ دی گئی اور اس کے کانوں میں عجیب قسم کی آواز گونجنے لگیں۔ ٹوپی کے دونوں طرف دو گوٹے لٹکے ہوئے تھے، جو اُس کے دونوں کانوں پر منڈھ گئے تھے.... ایک تار اس کی اور سنہری لڑکی کی ٹوپیوں کو ایک دوسرے سے ملاتا تھا اور اس کے وسط سے ایک دوسرا تار اُس ڈبے سے جا ملاتا تھا جس پر ایک چھوٹا سا برقی قمقمہ نصب تھا۔ قمقمہ دوسرے ہی لمحہ میں روشن ہو گیا اور شمی بڑبڑائی۔ "پتہ نہیں تم کیا کرنے جا رہی ہو۔"

"اس طرح ہم ایک دوسرے کو سمجھ سکیں گے۔" لڑکی نے جواب دیا اور شمی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ کیونکہ یہ جواب اردو ہی میں تھا! البتہ آواز ایسی تھی جیسے کوئی مرغ کڑوں کوں کی بجائے اردو بولنے لگا ہو۔

آواز میں وہ لوچ اور مٹھاس ہرگز نہیں تھی، جو شمی نے پچھلی رات محسوس کیا تھا۔

"تمہیں حیرت ہے۔" سنہری لڑکی پھر بولی۔ "میں تمہاری زبان نہیں بول سکتی تھی.... لیکن یہ آلہ مجھے نہ صرف تمہارے خیالات سے آگاہ کرتا ہے بلکہ میرے خیالات تمہاری ہی زبان میں تمہارے کانوں تک پہنچاتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی....!"

"تم جو کچھ بھی کہہ رہی ہو وہ اس آلے کے ذریعہ میری زبان میں میرے کانوں تک پہنچ رہا ہے اور جو کچھ میں اپنی زبان میں کہہ رہی ہوں.... وہ تمہاری زبان میں تم تک پہنچ رہا ہے.... یعنی تم جو کچھ سوچتی ہو اُسے میں سمجھ لیتی ہوں اور جو کچھ میں سوچتی ہوں اُس سے تم آگاہ ہو جاتی ہو۔"

"تب تو یہ جادو ہے۔" شمی بولی۔

"نہیں یہ سائنس ہے.... ہم سپارسیا کے باشندے بہت ترقی یافتہ ہیں.... مگر یہ تو بتاؤ کہ یہ کونسا سیارہ ہے....!"

"زمین!" شمی نے کہا! اُس کا دل پھر دھڑکنے لگا۔

"زمین....!" سنہری لڑکی نے حیرت سے دہرایا.... "میں یہ نام پہلی بار سن رہی ہوں.... میں تو سمجھی تھی کہ میں ریامی پر پہنچ گئی ہوں۔"

"اوہو.... یہ ریامی بھی کوئی سیارہ ہے۔" شمی نے بھی حیرت ظاہر کی۔ "میں بھی یہ نام پہلی ہی بار سن رہی ہوں۔ ہمارے نظام شمسی میں اس نام کا کوئی سیارہ نہیں ہے۔"

"ٹھہرو.... میں بتاتی ہوں کہ ہمارا سیارہ سپارسیا کون سا ہے!"

اُس نے سوئچ بورڈ کے ایک بٹن پر انگلی رکھی اور گولے کی چھت کھل گئی! شمی کو تاروں بھرا آسمان نظر آنے لگا۔

"وہ دیکھو!" سنہری لڑکی نے ایک طرف انگلی اٹھائی۔ "وہ سب سے روشن سیارہ! سب سے بڑا سیارہ.... وہی سپارسیا ہے۔"

"ارے وہ تو زہرہ ہے.... اسے یونانی میں وینس کہتے ہیں۔"

"بالکل نیا نام جو میں نے کبھی نہیں سنا! وہ سپارسیا ہے اچھی لڑکی.... میں وہیں سے آئی ہوں!"

"اچھا چلو اسپارسیا ہی سہی۔" شمی نے ہنس کر کہا۔ "مگر وہ تو ویران ہے! اس میں زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے۔"

"تب یقیناً تم لوگ ہم سے کم از کم پانچ سو سال پیچھے ہو! سپارسیا کے سائنسدان پانچ سو سال پہلے یہی کہتے تھے کہ ریامی یعنی تمہارا اسیارہ غیر آباد ہے لیکن اَب.... اب یہی دیکھ لو کہ میں ریامی میں موجود ہوں۔ تمہاری دوربین ناقص ہے۔ ہمارا اسیارہ تو لاکھوں برس سے آباد ہے۔"

زہرہ کے متعلق یہ بالکل نئی دریافت تھی۔ شمی نے سوچا کہ اب وہ پاپا کی معلومات کا مضحکہ اڑا سکے گی۔

"مجھے سخت حیرت ہے۔!" شمی بولی۔

"نہیں تمہیں متحیر نہ ہونا چاہئے! کیا تم نے کبھی کسی سیارے کا سفر کیا ہے۔"

"ابھی ہم ایسے راکٹ نہیں بنا سکے جن کے ذریعہ کوئی ایسا سفر ممکن ہو جائے کہ!"

"بس تو تم سپارسیا سے تقریباً ایک ہزار سال پیچھے ہو۔ ایک ہزار سال پہلے سپارسیا میں بھی ایسے ہی فے گراز بنانے کا مسئلہ درپیش تھا، جو دوسرے سیاروں تک جا سکیں۔"

"فے گراز کیا؟"

"یہی جس میں ہم اس وقت بیٹھے ہیں۔"

"اوہ.... تو یہ اڑنے والی مشین تمہارے سپارسیا میں فے گراز کہلاتی ہے۔"

"ہاں ہم اسے فے گراز کہتے ہیں.... اب سے پانچ سو سال پہلے اس کی شکل مختلف تھی اس وقت یہ فے پوف کہلاتی تھی۔"

"مگر اس دور میں یہ صرف سپارسیا کی فضا میں پرواز کر سکتی تھی.... اس میں اتنی قوت نہیں تھی کہ یہ سپارسیا کی قوت کشش کی حدود سے نکل سکتی۔ اب ہم اسے اس مقام تک لے جا سکتے ہیں جہاں سے دوسرے سیاروں کی قوت کشش کا اثر اس پر پڑ سکتا ہے.... مگر میرا فے گراز.....!"

سنہری لڑکی کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"کیوں کیا بات ہے.....!" شمی نے پوچھا۔

"میں یہ سوچ رہی ہوں کہ میرے فے گراز میں یہ خرابی کیسے واقع ہوئی!"

"کیسی خرابی۔"

"یہ ریامی کی قوت کشش کی حدود میں کیونکر داخل ہوا جب کہ یہ خصوصیت سے ڈولیڈو... کیلئے بنایا گیا تھا۔ میں اس فے گراز سے سینکڑوں بار ڈولیڈو تک سفر کر چکی ہوں.... لیکن اب ایسا

ہوتا ہے کہ سپارسیا کی قوت کشش کی حدود سے نکلتے ہی اُس کا رخ ریامی کی طرف ہو جاتا ہے۔"

"ڈولیڈو.... کیا چیز ہے!"

"یہ سپارسیا سے قریب ترین سیارہ ہے.... پتہ نہیں تم لوگ اُسے کیا کہتے ہو۔"

شمی کچھ سوچنے لگی پھر اُس نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے...."

"نام.... نام سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"تمہیں کیا کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔"

"اوہ.... میں سمجھی۔ لوگ مجھے پانچ لاکھ پچپن ہزار تین سو سولہ کہتے ہیں۔"

"یہ تو نمبر ہوا۔" شمی نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... یہ نمبر ہی ہے!.... میں سمجھ گئی.... نام سے تمہاری کیا مراد ہے۔ ہاں دیکھو آج سے ایک ہزار سال پہلے طرز حیات دوسرا تھا۔ اس وقت نام رکھے جاتے تھے.... اس میں ایک جھنجھٹ تھی یعنی فلاں ابن فلاں۔ اب اس کا سوال ہی نہیں رہ گیا....! اس طرح ایک ہی نام کے درجنوں باپ اور بیٹے بیک وقت مل جاتے ہیں لہٰذا اس دشواری کی بناء پر انتظامی اُمور میں خلل بھی پڑتا تھا! اس زمانے میں سپارسیا کی سماجی زندگی پابندیوں سے بھرپور تھی.... یعنی ایک مرد اور ایک عورت زندگی بھر کیلئے ایک دوسرے کے پابند ہوتے تھے۔ اس لئے وہ اپنی اولادوں کو صرف اپنے ہی لئے مخصوص کرنے کی غرض سے انہیں خاص قسم کے نام دے دیتے تھے تاکہ والدین کی نسبت سے پہچانے جاسکیں....! مگر اب اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔ شادی بیاہ کی رسم اب سپارسیا میں نہیں پائی جاتی اس لئے ناموں کی بجائے نمبر چل رہے ہیں۔ یہ طریقہ زیادہ سائنٹیفک ہے۔!"

"باعث شرم و ننگ ہے!" شمی نے غصیلی آواز میں کہا۔

"بہت پسماندہ معلوم ہوتی ہو!" سنہری لڑکی ہنس پڑی۔ "سپارسیا میں اب سے ایک ہزار سال پہلے اسی قسم کے لغو نظریات پائے جاتے تھے۔ جب تک سپارسیا میں شادی بیاہ کی دقیانوسی رسومات چلتی رہیں سپارسیا ترقی کے میدان میں آگے نہیں بڑھ سکا....!"

"بھلا شادی بیاہ کی رسومات کا سائنسی ترقی سے کیا تعلق۔" شمی نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اف فوہ! مجھے تم سے خواہ مخواہ محبت ہو گئی ہے.... ورنہ تمہاری ذہنی سطح میری ذہنی سطح سے بہت نیچی ہے!"

"ہونہہ.... تم بڑی ذہین ہو....!" شمی چڑ گئی۔

"تم سے ہزار گنا زیادہ.... پیاری لڑکی!"

"میرے پاپا بہت بڑے سائنٹسٹ ہیں میں انہیں کی لڑکی ہوں۔"

"سائنٹسٹ.... بہت بڑے.... ہاہا!" سنہری لڑکی مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنس پڑی۔

"تم مجھے خواہ مخواہ غصہ دلا رہی ہو۔"

"اچھا اب نہ دلاؤں گی۔" سنہری لڑکی یک بیک سنجیدہ ہو گئی۔ "تم مجھے بہت پیاری سی گڑیا لگتی ہو اور پچھلی رات تم نے مجھ پر احسان کیا تھا۔"

"نہیں اس خیال سے خاموش نہ ہو جاؤ.... ثابت کرو کہ تم مجھ سے زیادہ ذہین ہو۔"

"جس طرح کہو ثابت کر دوں۔"

"یہی سمجھا دو کہ شادی بیاہ کی رسم سائنسی ترقی میں کیسے حارج ہوتی ہے....!"

"اس طرح بہترین دماغ نہیں پیدا ہو سکتے۔ پیاری لڑکی....! خیر مجھے یہ جملہ پوری بحث کے بعد کہنا چاہئے تھا۔"

"ہاں ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے دونوں کانوں میں جھولیں سی کیوں لٹکا رکھی ہیں۔"

"ارے یہ آویزے ہیں۔"

"کیا یہ تمہارے سیارے میں عام طور پر لٹکائے جاتے ہیں۔"

"ہاں بھئی تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے! کیا تمہارے سیارے میں زیور نہیں پہنے جاتے!"

"نہیں! خیر یہ بتاؤ کہ سارے آویزے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تم لٹکاتی ہو!"

"نہیں یہ صدہا قسم کے ڈیزائنوں میں ملتے ہیں۔"

"مگر تم نے خصوصیت سے اسی قسم کے کیوں لٹکائے ہیں۔"

"آہا.... ارے مجھے یہی پسند ہیں۔"

"تم ان سے مطمئن ہو....!"

"مطمئن نہ ہوتی تو خریدتی کیوں....!"

"اچھا اگر ایسے آویزے تمہارے کان میں لٹکا دیئے جائیں جو تمہارے اپنے معیار مطابق بدصورت ہوں تو۔"

"میں انہیں اُتار پھینکوں گی۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ میری پسند کے مطابق نہ ہوں گے۔!"

"تو اس سے تمہارا نقصان کیا ہوگا۔!"

"ہوگا کیوں نہیں! میں اُن کے متعلق خلش میں مبتلا رہوں گی....! شاید اُن کی وجہ سے کسی دوسرے کے مقابلے میں مجھے احساس کمتری بھی ہونے لگے۔!"

"اس احساس کمتری ہی سے تمہارا کیا نقصان ہوگا۔"

"بہت بڑا نقصان.... احساس کمتری شخصیت کے لئے سم قاتل سے کم نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے.... اگر تمہاری شخصیت برباد ہو چکی ہے تو تمہاری اولادیں کیسی ہوں گی۔"

"ختم کرو....!" شمی جھینپ کر بولی۔ "میں کچھ نہیں سننا چاہتی! اگر تم اس قسم کی باتیں کرو گی تو میں اٹھ جاؤں گی۔!"

سنہری لڑکی ہنسنے لگی.... اور پھر بولی۔ "اگر تم اپنے شوہر کے معاملے میں کسی قسم کی خلش میں مبتلا ہو تو یقین رکھو کہ اُس خلش یا اس ذہنی گرہ کی پرچھائیں تمہاری اولاد کی شخصیت پر ضرور پڑے گی.... اگر تم ایک دوسرے سے مطمئن نہیں ہو تو تمہارے بچے غیر متوازن شخصیتوں کے حامل ہوں گے۔ اس طرح سائنس کی ترقی رک سکتی ہے۔"

"پھر وہی میں کہتی ہوں خاموش رہو۔!" شمی شرم سے سرخ ہو گئی تھی۔

"تم مجھ سے ہزارہا سال پیچھے ہو!" سنہری لڑکی مسکرائی۔ "خیر اب ہم اس تذکرے کو ترک کردیں تو بہتر ہے ورنہ ممکن ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے متنفر ہو جائیں!"

"تمہاری رنگت سنہری کیوں ہے....!" شمی نے موضوع بدلنے میں مدد دی۔

"بس ہم ایسے ہی ہوتے ہیں! ہاں دیکھو! میں نے اپنے سیارے میں کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ میرا فے گراز مجھ کو ڈولیڈو کی بجائے ریامی میں لے جاتا ہے.... تم بھی میرا تذکرہ کسی سے نہ کرنا!"

"واہ....!" شمی بولی۔ "میں تو تمہیں اپنے بابا سے ملانا چاہتی تھی!"

"ہرگز نہیں.... ہرگز نہیں! اس پر مجھے کبھی مجبور نہ کرنا ورنہ ہماری دوستی قطعی ختم

ہو جائے گی.... اور اگر میں نے سپارسیا میں کسی سے اس کا تذکرہ کر دیا تو مجھے اپنے فے گراز سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔"

"کیوں....؟"

"اس پر حکومت قبضہ کر لے گی اور یہ معلوم کرنے کے لئے اس کے پرخچے اڑا دیئے جائیں گے کہ یہ ڈولیڈو کی بجائے ریامی کیوں پہنچ جاتا ہے۔"

"ہاں.... مجھے بھی بتاؤ کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم آج بھی ٹھیک اُسی جگہ کیسے پہنچ گئیں جہاں کل پہنچی تھیں! ظاہر ہے کہ اپنے سیارے کی قوت کشش کے دائرہ اثر سے نکل آنے کے بعد تمہارا یہ فے گراز تمہارے قابو سے باہر ہو جاتا ہوگا! یعنی اس کی رفتار اس کے مشینی نظم کی رہین منت نہ رہ جاتی ہوگی.... لہٰذا ایسی صورت میں تم نے اِسے ٹھیک اسی جگہ کیسے اتارا۔"

"یہ اتنا حیرت انگیز نہیں ہے.... پیاری لڑکی جتنا کہ اس کا ڈولیڈو کی بجائے ریامی آ پہنچنا۔ کل میں وقت دیکھ کر چلی تھی۔ ہمیشہ اسی طرح روانہ ہونا پڑتا ہے.... لہٰذا آج بھی ٹھیک اُسی وقت روانہ ہوئی جس وقت کل روانہ ہوئی تھی! اس طرح میں ٹھیک اسی جگہ آ پہنچی، جہاں کل اسی وقت پہنچی تھی!"

"مگر کیا یہ ضروری ہے کہ آج بھی تمہیں یہاں تک پہنچنے میں اتنا ہی وقت صرف ہوا ہو! .... چلو خیر میں اسے بھی تسلیم کئے لیتی ہوں کہ دونوں سیارے یکساں رفتار سے اپنے محوروں پر گردش کرتے ہوں، لیکن کیا ان کی سورج کے گرد والی گردش روانگی اور پہنچنے کے مقامات میں تبدیلی کا باعث نہیں ہو سکتی!"

"یہی تو میں بھی سوچتی ہوں لیکن یہ مسئلہ میں ابھی تک نہیں حل کر سکی.... اچھی لڑکی.... اگر میں اپنی اس اتفاقیہ دریافت کا اعلان سپارسیا میں کر دوں تو جانتی ہو میرا کیا مقام ہو!"

"تمہارا شمار وہاں کی بہت بڑی ہستیوں میں ہونے لگے۔"

"مگر میں ایسا نہیں کروں گی۔"

"کیوں؟"

"محض تمہاری وجہ سے مجھے ریامی کے باشندوں سے ہمدردی ہو گئی ہے۔ اگر سپارسیا والوں کو اس کا علم ہو جائے تو وہ ڈولیڈو ہی کی طرح ریامی کو بھی تباہ کر دیں! تم لوگ سپارسیا والوں کا مقابلہ نہیں کر سکو گے! سپارسیا کے صرف دس آدمی اور ایک فےگراز پورے ریامی کو تہ و بالا کر دینے کے لئے کافی ہوں گے! اور تم میں سے جو زندہ بچیں گے وہ سپارسیا والوں کے غلام کہلائیں گے!"

"اوہ....!" شمی کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

"اور اگر تم نے یہاں کسی سے میرا تذکرہ کر دیا تب بھی میرا فےگراز خطرے میں پڑ جائے گا اور پھر شائد میں کبھی سپارسیا بھی واپس نہ جا سکوں۔"

"ہاں تم مصیبت میں پڑ سکتی ہو۔" شمی تشویش کن لہجے میں بولی۔

"بس.... اگر تم یہ چاہتی ہو کہ ہم ایک دوسرے سے ملتے رہیں تو میرے متعلق کسی کو بھی نہ بتانا! حتیٰ کہ اپنے پاپا کو بھی اس سے لاعلم ہی رکھنا! تم نے ابھی بتایا کہ وہ سائنٹسٹ ہیں! لہٰذا وہ بھی میرے فےگراز کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ دیکھو.... میں پھر کہتی ہوں اگر تم نے کسی سے بھی تذکرہ کیا تو میری موت کی تم ہی ذمہ دار ہو گی۔"

"نہیں میں کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کروں گی....! چلو میرے ساتھ میرے گھر چلو۔"

"پھر کبھی! اب مجھے واپس جانا چاہئے۔ ورنہ میں سپارسیا کے کسی ویران حصے میں جا پڑوں گی اور پھر مجھے بہت دیر تک اِدھر اُدھر بھٹکنا پڑے گا۔"

"اچھا مجھے اس روشنی کے متعلق بھی بتاؤ جو تمہارے ہاتھ سے نکلتی ہے!"

"ہاتھ سے نہیں نکلتی! بلکہ یہ ایک قسم کی ٹارچ ہے جو سپارسیا کے ہواباز استعمال کرتے ہیں! .... یہ دیکھو....!" سنہری لڑکی نے داہنی ہتھیلی شمی کے سامنے کر دی اور اب شمی نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ ننگے نہیں تھے، بلکہ ان پر چمڑے کے دستانے تھے اور ان دستانوں کی رنگت بھی سنہری ہی تھی! مگر ہتھیلی کے برابر گولائی میں گہرا سبز رنگ نظر آ رہا تھا.... دفعتاً لڑکی نے فےگراز کے اندر کی روشنی گل کر دی.... اور شمی نے دیکھا کہ اُس کی داہنی ہتھیلی کے سبز دائرے سے روشنی پھوٹنے لگی ہے! آہستہ آہستہ فےگراز میں اتنی ہی تیز روشنی پھیل گئی جتنی کچھ دیر پہلے خود فےگراز کا برقی نظام پھیلا تا رہا تھا۔

"کل مجھ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے!" سنہری لڑکی نے کہا۔ "فےگراز کی مشینری

خراب ہوگئی تھی.... !اس ٹارچ کے گلوبازم ٹھنڈے پڑگئے تھے اور میں اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر گر پڑی تھی.... اگر تم نہ ہوتیں تو مجھے یہیں خود کشی کرلینی پڑتی.... کیونکہ کسی شریر ہستی کی نظر مجھ پر پڑجاتی تو پھر میں کیا کرتی۔ تم خود سوچو میں یہ فے گراز اس کے ہاتھ لگنے دیتی اور نہ وہ مجھ پر ہی قابو پاسکتا.... !"

"مگر تم اسے کیسے برباد کرتیں!"

"اس میں چار توپیں بھی موجود ہیں اور کافی میگزین ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اگرچہ توپیں دوسرے مقصد کے لئے ہیں لیکن انہیں سے اِسے تباہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ صرف طریقہ استعمال میں تھوڑی سی تبدیلی کرنی پڑے گی اس کے بعد اس فے گراز کا ایک ٹکڑا بھی کسی کے ہاتھ نہ آسکے گا۔"

"اب دو باتیں اور بتاؤ.... اول تو یہ کہ گلوبازم کیا بلا ہے.... تم نے ابھی ٹارچ کے سلسلے میں اس کا تذکرہ کیا تھا۔"

"اب پتہ نہیں تم لوگ ان چمکدار ذرات کو کیا کہتے ہو۔ ہم سپارسیا والوں نے انہیں گلوبازم کا نام دیا ہے یہ گندھک اور پارے سے بنائے جاتے ہیں پھر انہیں ریڈیم سے چارج کیا جاتا ہے....

چلو دوسری بات جلدی کرو.... !مجھے ٹھیک ساتویں منٹ پر یہاں سے روانہ ہونا چاہئے!"

"فے گراز میں توپوں کی موجودگی کا مقصد.... کیا تم انہیں کسی کے خلاف استعمال کرتی ہو۔"

"نہیں! یہ جنگ و جدل کے کام میں نہیں آتیں بلکہ ان پر ہی کائیناتی سفر کا دارومدار ہوتا ہے.... اکثر ہمارے فے گراز ایسے مرحلوں پر ہوتے ہیں جہاں مختلف سیاروں کی قوت کشش کی سرحدیں ملتی ہیں.... !وہاں فے گراز خلاء میں معلق ہوکر رہ جاتے ہیں!نہ آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے لوٹ سکتے ہیں.... !اُس وقت یہ توپیں استعمال کی جاتی ہیں!دھماکوں کے دھچکے فے گراز کو آگے بڑھاتے ہیں۔ پھر جیسے ہی فے گراز مختلف کششوں کے اُس متوازن حلقہ اثر سے نکلتا ہے.... کسی ایک سیارے کی قوت کشش اُس پر غائب آجاتی ہے اور وہ اُسی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔"

اچھا بس.... میں پھر آؤں گی۔ تمہارے لئے میں بھی بے چینی محسوس کرتی ہوں تم بہت پیاری ہو.... کاش سپارسیا میں ہوتیں۔"

سنہری لڑکی نے اپنے سر سے رنگین چمڑے کا خود اتار دیا اور پھر شمی کے سر سے بھی اتارا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ اُسے پھر بھینچ بھینچ کر پیار کر رہی تھی! اس بار شمی نے بھی اتنی ہی گرمجوشی کا اظہار کیا۔

پھر شمی فے گراز سے باہر آگئی! اور پچھلی ہی رات کی طرح ایک بار پھر اسے ہوا کے زوردار جھونکے کا تجربہ ہوا.... فے گراز فضا میں بلند ہو چکا تھا۔

عمران نے جولیا کے نمبر ڈائل کئے! لیکن دوسری طرف سے جواب نہیں ملا۔ اُس نے سر کو اس طرح خفیف سی جنبش دی جیسے وہ اس پر مطمئن ہو!

پھر دوسرے ہی لمحے میں پرائیویٹ فون کی گھنٹی بجی اور وہ سونے کے کمرے کی طرف لپکا۔ اس فون پر دوسری طرف سے بولنے والا! بلیک زیرو تھا!

"جی ہاں.... رحمان صاحب! آفس سے نکلے تھے۔" بلیک زیرو کہہ رہا تھا۔ "لیکن ان کی گاڑی خراب ہو گئی....! اس لئے انہیں گھر واپس جانے کے لئے ٹیکسی منگوانی پڑی! کیپٹن خاور اُس ٹیکسی کا تعاقب کر رہا ہے اور اس سے ٹرانسمیٹر پر برابر خبریں مل رہی ہیں! ٹیکسی بہت تیز رفتاری سے چیتھم روڈ پر جا رہی ہے.... یعنی آپ سمجھتے ہی ہیں۔"

"خاور سے کہو کہ اب وہ تھری فائیو کے سیٹ پر اطلاع دے.... پانچ منٹ بعد.... جلدی کرو! غالباً وہ اپنی ہی گاڑی میں ہوگا۔"

"جی ہاں....!"

"تب تو تھری فائیو کے سیٹ پر بھی اطلاع دے سکے گا اچھا.... ہری اَپ....!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر کے.... بڑی تیزی سے لباس تبدیل کیا! اور فلیٹ سے باہر آکر کار میں بیٹھا.... ڈیش بورڈ پر بائیں جانب ایک سوئچ دبانے سے ایک چھوٹا سا خانہ نمایاں ہو گیا جس کے اوپری حصے پر جالی لگی ہوئی تھی اور نچلا حصہ مائیکروفون کے ہارن سے مشابہ تھا! کار چل پڑی! عمران کی نظر گھڑی پر تھی! ٹھیک پانچ منٹ بعد ڈیش بورڈ پر ظاہر ہونے والے خانے سے آواز آئی۔ "ہیلو.... ہیلو!.... تھری فائیو پر کون ہے!"

"علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی آکسن....!"

دوسری طرف سے قہقہے کے ساتھ کہا گیا۔ ”آپ ہیں! کیوں جناب کیا آپ کے والد صاحب بھی بالکل آپ ہی کی طرح ہیں!“

”اگر وہ میری طرح ہو گئے ہیں تو مجھے خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔“

”وہ خود ہی موت کے منہ میں جا بیٹھے ہیں عمران صاحب!“

”اس وقت ٹیکسی کہاں ہے۔“

”چیتھم روڈ پر.... اب میں نے اپنی گاڑی اس سے آگے نکال لی ہے اور عقب نما آئینے میں اُسے دیکھ رہا ہوں۔“

”یہ بہت اچھا طریقہ ہے! تعاقب کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ہوشیاری کی ضرورت ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ یہ سفر شہر کے باہر ہی ختم ہو گا۔“

”پرواہ نہ کرو....! میں بھی چیتھم روڈ پر پہنچنے ہی والا ہوں مگر تم کس سمت جا رہے ہو۔“

”مشرق کی طرف....!“

”میں سمجھ گیا....! بے فکر رہو۔“

”لیکن یہ کیا قصہ ہے عمران صاحب! ایسی صورت میں جب کہ پچھلی رات رحمان صاحب پر حملہ ہو چکا تھا انہوں نے اس وقت ایسی بد احتیاطی کیوں برتی! غالباً آپ کو ایکس ٹو نے حالات سے آگاہ کر دیا ہو گا! کچھ دیر پہلے میں اُسی کو اطلاعات دیتا رہا ہوں!“

”ہاں مجھے علم ہے کہ ان کی کار خراب ہو گئی تھی اِس لئے انہوں نے ٹیکسی منگوائی! مگر یہ ضروری نہیں کہ انہیں اس وقت گھر ہی جانا رہا ہو! ہو سکتا ہے کہ تم نے محض شبہے کی بناء پر تعاقب شروع کر دیا ہو!“

”رحمان صاحب کا تعاقب تو میں ایکس ٹو کے حکم کے مطابق صبح ہی سے کر رہا ہوں۔ گھر سے آفس تک بھی میں نے ان پر نظر رکھی تھی اور میں نے وہ گفتگو بھی سنی تھی جو انہوں نے ڈرائیور سے کی تھی اس لئے شبہے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا! ویسے بھی شبہے کا نام ہی نہ لینا چاہئے کیونکہ میں نے تو اس توقع پر تعاقب شروع کیا تھا کہ وہ ٹیکسی انہیں گھر ہی لے جائے گی۔“

”تب تو ٹھیک ہے...! اب میں بھی چیتھم روڈ پر پہنچ چکا ہوں اور میرا رخ مشرق کی جانب ہے۔“

”چلے آیئے.... ابھی تک پچھلی کار سیدھی ہی آ رہی ہے اور ہم شائد شہر سے دس میل باہر

آ چکے ہیں۔ اگر آپ تیز رفتاری سے آئیں تو بہتر ہے!"

"بے فکر رہو۔"

عمران کی کار کی رفتار پہلے ہی سے کافی تیز تھی! وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یک بیک وہ کیسا کھیل شروع ہو گیا ہے۔

ڈیڈی پر حملہ کیوں ہوا تھا اور حملہ آوروں کو کس چیز کی تلاش تھی! کیا وہ کوئی محکمہ جاتی راز تھا جس کی بناء پر رحمان صاحب نے اسے اس میں شریک کرنے سے انکار کر دیا تھا....! وہ سوچتا رہا اور کار تیزی سے راستہ طے کرتی رہی۔ آخر کار وہ شہر کی حدود سے نکل آیا۔

اچانک خاور کی آواز پھر آئی۔ "ٹیکسی داہنی جانب ایک کچے راستے پر مڑ گئی ہے۔"

"اب کیا کرو گے؟" عمران نے پوچھا۔

"اب کیا کرنا چاہئے۔"

"اپنی گاڑی اُسی جگہ روک کر.... پیدل اُدھر جاؤ جہاں سے ٹیکسی مڑی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں! ممکن ہے اس طرح کوئی صورت نکل آئے میں بہت تیزی سے آ رہا ہوں!"

خاور کی آواز پھر نہیں آئی۔ سورج کی آخری کرنیں اونچے درختوں کی چوٹیوں پر نارنجی رنگ بکھیر رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد عمران کو خاور نظر آیا وہ سڑک کے کنارے کھڑا شمال کی جانب دیکھ رہا تھا.... عمران نے کار اسی کے قریب روک دی۔

"اِدھر....!" خاور نے شمالی جانب ایک کچے راستے کی طرف اشارہ کیا۔ جو تقریباً آدھے فرلانگ کے بعد داہنی طرف مڑ گیا تھا۔

عمران نے سر ہلا کر چاروں طرف نظر دوڑائی.... سڑک کے دونوں جانب جنگلوں کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے۔

"اس کچے راستے پر ٹائروں کے نشانات ہماری راہنمائی کر سکتے ہیں۔" خاور نے کہا۔ "اور اسی اطمینان پر میں نے یہیں ٹھہرنا مناسب سمجھا تھا ورنہ کوئی دوسری راہ نکالتا۔"

"ایکس ٹو کی پارٹی کے بعض افراد حقیقتاً ذہین ہیں۔" عمران نے ایک طویل سانس کے ساتھ کہا۔

رحمان صاحب تو اُس وقت چونکے جب ٹیکسی گریننگ اسٹریٹ سے چیتھم روڈ پر مڑی!

"ادھر کہاں؟" انہوں نے پوچھا۔

"صاحب.... اُدھر سڑک بند ہے.... فلم کمپنی والے شوٹنگ کر رہے ہیں! آگے سے مغل اسٹریٹ میں موڑ کر نکال لے چلوں گا۔"

رحمان صاحب پھر مطمئن ہو گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ روزِ روشن میں ان کے خلاف کسی قسم کی سازش کی جا سکے گی۔ انہوں نے نیویارک ٹائمز کا ویکلی ایڈیشن کھول لیا جو آج کی ڈاک سے موصول ہوا تھا.... پھر وہ اس پر اس طرح کھو گئے کہ وقت کا بھی احساس نہ رہا.... مگر جب اندھیرا پھیل گیا تو انہیں ہوش آیا.... اور اس اندھیرے کی نوعیت کا علم ہوتے ہی انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا.... وہ رات کا اندھیرا نہیں تھا بلکہ اب ٹیکسی کا پچھلا حصہ ایک ایسے صندوق میں تبدیل ہو گیا تھا جس سے شائد ان کی آواز بھی باہر نہ جا سکتی تھی.... اُن کے اور ڈرائیور کے درمیان ایک دیوار سی حائل ہو گئی اور کھڑکیوں کے شیشے بھی تاریک ہو گئے تھے.... رحمان صاحب نے شیشوں ہی پر مکے برسانا شروع کر دیا مگر وہ شیشے تو تھے نہیں کہ چور چور ہو جاتے.... ان کا داہنا ہاتھ بُری طرح دکھنے لگا تھا.... لیکن اندر کی تاریکی جوں کی توں رہی!.... دراصل کھڑکیوں پر بھی کسی دھات کی پلیٹیں ہی چڑھ گئی تھیں! اور یہ تبدیلی کسی قسم کے میکنزم ہی کی رہین منت ہو سکتی تھی۔

کچھ دیر بعد تک جدوجہد کرتے رہے پھر تھک ہار کر سیٹ پر گر گئے۔ اگر ان کی کلائی پر ریڈیم ڈائیل کی گھڑی نہ ہوتی تو انہیں وقت کا اندازہ بھی نہ ہوتا۔

کچھ دیر جب دھچکے لگنے لگے تو وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ شائد اب ٹیکسی کسی کچے راستے پر چل رہی تھی۔

پندرہ منٹ بعد ٹیکسی رک گئی....! وہ دھچکا رکنے ہی کا تھا! اور اسی دھچکے کے ساتھ ہی ٹیکسی کا پچھلا حصہ پھر اپنی پچھلی حالت پر آ گیا تھا! چاروں طرف اٹھی ہوئی دیواریں نیچے سرک کر غائب

ہو گئی تھیں! رحمان صاحب نے ڈرائیور کی طرف دیکھا جو تمسخر آمیز انداز میں ان پر ہنس رہا تھا.... نیچے دو آدمی نظر آئے جن کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔

"اتریئے.... جناب!" ڈرائیور نے کہا۔ "پچھلی رات تو آپ نے بڑی پھرتی دکھائی تھی۔"

رحمان صاحب اسے قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے نیچے اُتر گئے۔

دونوں رائفلیں ان کی پشت سے آلگیں اور انہیں ایک سمت چلنے پر مجبور کیا جانے لگا۔

"تم لوگ بہت بڑا جرم کر رہے ہو!" انہوں نے غصیلی آواز میں کہا۔

"یقیناً! اگر ہم پکڑ لئے گئے تو یہ ایک بہت بڑا جرم ہوگا۔" ٹیکسی ڈرائیور نے ہنس کر کہا۔

رحمان صاحب چلتے رہے....! یہ ایک پتلی پگڈنڈی تھی اس پر بیک وقت صرف ایک آدمی چل سکتا تھا۔ دونوں طرف سرکنڈوں کی گھنی جھاڑیاں تھیں۔ بعض مقامات پر تو انہیں سامنے سے ہٹائے بغیر بڑھنا ہی ناممکن ہو جاتا تھا۔

رحمان صاحب کے آگے ڈرائیور چل رہا تھا.... اور پیچھے دوسرا آدمی تھا جس کی رائفل کی نال رحمان صاحب کی پشت سے لگی ہوئی تھی۔

ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا اور اتنا اجالا تو تھا ہی کہ عمران اور خاور جھاڑیوں کے درمیان اس مسلح آدمی کو دیکھ لیتے، جو ٹیکسی کے قریب کھڑا سگریٹ سلگا رہا تھا۔ اس نے اپنی رائفل ٹیکسی سے ٹکا کر کھڑی کر دی تھی۔ ابھی اس نے جلی ہوئی دیا سلائی بھی نہیں پھینکی تھی کہ خاور نے اس پر چھلانگ لگائی۔

اس وقت عمران اور خاور دونوں کے چہروں پر نقابیں تھیں۔

وہ آدمی چونکہ بے خبر تھا اس لئے سنبھل نہ سکا.... خاور نے دو ہی تین رددوں میں اس کے کس بل نکال دیئے! وہ بالکل خاموش تھا اور ان دونوں نقاب پوشوں کو اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا جیسے وہ آسمان سے ٹپکے ہوں۔

"جان سے مار دوں گا....!" خاور غرایا۔

"ارے نہیں.... اس کی ضرورت ہی کیا ہے! اگر یہ زبان کھولنے میں جلدی کرے۔"

عمران نے کہا۔

"یہ نہیں بتائے گا.... ہم خود ہی تلاش کرلیں گے۔" خاور نے کہا اور اس کا گلا گھونٹنے لگا۔

"ٹ.... ٹھہرو!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

گردن پر خاور کی گرفت ڈھیلی ہوگئی۔ لیکن وہ اسے اپنے پیروں پر بدستور جکڑے رہا۔

"تم کیا چاہتے ہو۔"

"ڈائریکٹر صاحب کو کدھر لے گئے ہیں!" خاور نے پوچھا۔

"تم کون ہو۔"

"ارے.... میرے سوال کا جواب....!" خاور نے پھر گردن پر زور دیا۔

"اِدھر....!" اس نے داہنی جانب گردن گھما کر کہا۔ "جھاڑیوں میں پگڈنڈی ہے اور آگے لکڑی کا مکان.... ہے....!"

اتنی دیر میں عمران اپنی ٹائی سے اس کے دونوں پیر باندھ چکا تھا۔ پھر اس نے خاور کی ٹائی بھی کھولی اور مغلوب کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیئے۔ جب انہوں نے اس کے منہ میں رومال ٹھونسنے کا قصد کیا تو اس نے گھگھیا کر کہا۔ "میں قطعی شور نہیں مچاؤں گا۔" اور اپنا منہ سختی سے بند کرلیا۔ پھر اس کا منہ کھلوانے کے سلسلے میں خاور کو تھوڑا تشدد بھی کرنا پڑا۔

بہر حال تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس کے منہ میں رومال ٹھونس کر ایک طرف جھاڑیوں میں ڈال آئے۔

پگڈنڈی سرکنڈے کی جھاڑیوں کی وجہ سے دشوار گذار ہوگئی تھی۔ اگر ان کے چہرے بھی نقابوں میں پوشیدہ نہ ہوتے تو چہروں پر ہی لاتعداد خراشیں آئی ہوتیں! ہاتھ میں دستانے تو انہوں نے پہلے ہی سے پہن رکھے تھے۔ سیکرٹ سروس والوں کا اصول تھا کہ اپنی مہمات میں دستانے ضرور استعمال کرتے تھے۔

وہ چلتے رہے....؟ پگڈنڈی ابھی تک کسی طرف مڑی نہیں تھی۔ اب تاریکی پھیلنے لگی تھی.... اور جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے ان کے کانوں میں سنسناہٹ سی ہونے لگی تھی.... شام نسبتاً زیادہ خنک تھی.... پگڈنڈی کے اختتام ہی پر انہیں وہ لکڑی کا مکان نظر آگیا جس کی چھتیں سرکنڈوں کی جھاڑیوں سے زیادہ اونچی نہیں تھیں.... یہاں جھاڑیاں بلند زمین پر تھیں اس

لئے وہ مکان ہر طرح سے محفوظ تھا۔ درمیان میں تھوڑی سی جگہ شائد آمد و رفت کے لئے صاف کر لی گئی تھی.... ورنہ نشیب میں بھی مکان کے گرد جھاڑیاں ہی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔

عمران نے خاور کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے مڑ کر آہستہ سے کہا۔

اور وہ دونوں زمین پر لیٹ کر بہ آہستگی مکان کی طرف کھسکنے لگے۔

کمرے میں رحمان صاحب سمیت چھ آدمی تھے۔ ان میں سے تین نے اپنے چہرے نقابوں سے چھپا رکھے تھے اور دو تو رحمان صاحب کے ساتھ ہی آئے تھے! ٹیکسی ڈرائیور کے متعلق اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ میک اپ میں ہے۔ دوسرا آدمی جس کے ہاتھ میں رائفل تھی کچھ پریشان سا نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ معاملات کی نوعیت سے کسی حد تک واقف تو ہے لیکن اس غیر قانونی حرکت کی تائید دل سے نہیں کر رہا۔

ٹیکسی ڈرائیور کی حیثیت بقیہ چاروں سے ممتاز معلوم ہوتی تھی کیونکہ ان سے گفتگو کرتے وقت اس کا لہجہ تحکمانہ ہوتا تھا۔

"ہاں رحمان صاحب! اب کیا ارادہ ہے۔" اس نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہاری کسی بکواس کا جواب نہیں دوں گا۔" رحمان غرائے۔ وہ خوفزدہ نہیں معلوم ہوتے تھے.... اس کے برعکس ان کی آنکھوں سے قہر جھانک رہا تھا۔

"کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں سے بخیر و عافیت رخصت ہو جائیں گے!" ٹیکسی ڈرائیور نے ہنس کر کہا۔

"تم کچھ شروع کرو! پھر دیکھ ہی لو گے۔"

"مجھے معلوم ہے مسٹر رحمان کہ آپ اپنی بہترین ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کی بناء پر اس عہدے تک پہنچے ہیں! لیکن اب بوڑھے ہو چکے ہیں! آپ کو غصہ زیادہ آتا ہے اور آپ کا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہ جاتا! آپ اب اسی وقت یہاں سے جا سکیں گے جب اس سرخ پیکٹ کے متعلق ہمیں بتا دیں!"

"میں کہہ چکا ہوں کہ تم جیسے گدھوں سے گفتگو کرنا میں اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔"

"تو اچھا رحمان صاحب، اب آپ کو ہم گدھوں کی لاتیں ضرور سہنی پڑیں گی۔"

رحمان صاحب کھڑے ہو گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ اس ٹیکسی ڈرائیور سے لپٹ ہی پڑیں گے۔

اُن کو نقاب پوشوں نے پکڑ کر پھر کرسی میں دھکیل دیا۔

ٹیکسی ڈرائیور ہنس رہا تھا۔ دفعتاً اُس نے کہا۔ "انگیٹھی میں کوئلے دھکاؤ! میں محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل صاحب کی چربی نکالوں گا۔"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے ان کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے! انگیٹھی میں کوئلے تو پہلے ہی سے دہک رہے تھے اور اس میں لوہے کی ایک سلاخ بھی پڑی ہوئی تپ رہی تھی۔ شائد انہوں نے پہلے ہی سے اذیت دینے کا سامان مہیا کر لیا تھا۔ کیونکہ رحمان صاحب تو اپنی ضدی طبیعت کے لئے دور دور تک مشہور تھے.... مگر یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ سرخ لوہے سے داغے جانے کی دھمکی انہیں نرم ہی کر دیتی! وہ بڑے کھرے پٹھان تھے اور انہیں اس پر بڑا فخر تھا کہ چنگیز خان سے لے کر ان تک نسلی یک رنگی ہر حال میں برقرار رہی تھی! کسی دوسری نسل کے خون کی آمیزش نہ ہونے پائی تھی!۔

انگیٹھی ان کے قریب لائی گئی! مقصد شائد یہی تھا کہ وہ تپتی ہوئی سلاخ دیکھ سکیں۔

"یہ....!" رحمان صاحب نے حقارت سے کہا۔ "چربی ضرور نکال لے گی! لیکن شائد زبان تک اس کی رسائی نہ ہو سکے۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو.... چلو اٹھاؤ سلاخ میں دیکھوں گا کہ یہ میرے گوشت پر ٹھنڈی ہونے میں کتنا وقت لیتی ہے.... چلو.... اٹھاؤ.... میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔"

ٹیکسی ڈرائیور پلکیں جھپکانے لگا.... رحمان صاحب اسے قہر آلود نظروں سے گھور رہے تھے! اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ان پانچوں پر چھائے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

چونکہ وہ روز روشن میں اس قسم کی کسی حرکت کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے ورنہ اس وقت اُن کے جیب میں ریوالور ضرور موجود ہوتا.... اور پھر شائد یہاں اس لکڑی کے مکان تک آنے کی نوبت ہی نہ آتی! رحمان صاحب کچھ اسی قسم کے آدمی تھے! بڑھاپے میں بھی ان کے قویٰ اتنے مضمحل نہیں ہوئے تھے جتنے عام طور پر ضعیف آدمیوں کے ہو جاتے ہیں۔ وہ غصہ ور بھی تھے!

لیکن غصے میں ان کی عقل اپنی جگہ پر ہی برقرار رہتی تھی۔

دفعتاً ٹیکسی ڈرائیور نے مڑ کر کہا۔ "داغ دو....!"

ایک نقاب پوش نے سلاخ اٹھائی جو انگارہ ہو رہی تھی.... رحمان صاحب نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت ایک فائر ہوا اور وہ نقاب پوش سلاخ سمیت اچھل کر دور جا پڑا۔ گولی اس کے ہاتھ پر ہی پڑی تھی۔

بقیہ لوگ بے ساختہ اچھل پڑے۔ لیکن ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی کھڑکی کے دونوں پٹ کھل گئے اور دو ہاتھ نظر آئے جن میں ریوالور تھے۔

"تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ...." گونجیلی آواز میں کہا گیا اور یک بیک رحمان صاحب کا چہرہ کھل اٹھا۔ کیا اب وہ عمران کی آواز بھی نہ پہچان سکتے!

اُن لوگوں کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ پھر دروازہ کھلا اور انہوں نے ایک نقاب پوش کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا.... یہ خالی ہاتھ تھا اور اس نے آتے ہی ان پانچوں کی مرمت شروع کر دی....! کھڑکی میں دو ریوالور اب بھی نظر آ رہے تھے۔ اُن میں سے ایک نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنا ہی چاہا تھا کہ اسے بھی چیخ کر ڈھیر ہو جانا پڑا۔ کھڑکی سے فائر ہوا تھا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو!" رحمان صاحب نے گرج کر کہا۔ "اگر یہ آسانی سے قابو آ سکیں تو قانوناً تم ان پر فائر نہیں کر سکتے۔"

"قانون کی باتیں تم مت سنو! دوست!" کھڑکی سے کہا گیا۔ عمران نے خاور کو مخاطب کیا تھا۔

خاور نے ان کی تلاشیاں لے کر پانچ ریوالور برآمد کئے اور انہیں اپنے قبضے میں کر لیا۔ پھر پانچوں ریوالور اور رائفل اُس نے کھڑکی سے باہر پھینک دیئے۔

اب وہ پھر بقیہ تین پر پل پڑا تھا۔ گھونسے... لاتیں... تھپڑ... حسب توفیق ان پر پڑتے رہے۔

وہ تینوں خاموشی سے پٹتے رہے کیونکہ دو کا حشر وہ پہلے ہی دیکھ چکے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ دونوں ریوالور اب بھی کھڑکی میں موجود ہیں!

"اب ختم کرو! یہ طوفان بدتمیزی!" رحمان صاحب نے ڈپٹ کر کہا۔

"قانون اگر خاموش ہی رہے تو بہتر ہے....!" عمران نے کھڑکی سے کہا۔

’خاموش رہو بد تمیز!“

”مجھے ایسی باتوں پر غصہ نہیں آتا....!“ عمران نے کہا۔ ”کیونکہ مجھ تک چنگیز خان کا خون کافی ٹھنڈا ہو کر پہنچا ہے۔“

رحمان صاحب صرف دانت پیس کر رہ گئے!

عمران کہتا رہا۔ ”میں نے ان دونوں کو جان سے نہیں مارا.... ایک کا ہاتھ زخمی ہوا ہے اور دوسرے کا پیر، یہ شاید بیہوش ہو گئے! لیکن اگر مر بھی گئے تو میرا کیا بگڑے گا۔“

”میں تمہیں عدالت میں کھینچوں گا۔“ رحمان صاحب گرجے ”میری موجودگی میں قانون شکنی ہوئی ہے!“

”آپ میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہ کر سکیں گے....! میں جتنا معصوم ایک سال کی عمر میں تھا اتنا ہی آج بھی ہوں! لہٰذا براہِ کرم عدالت کی دھمکی نہ دیجئے....!“

”خاموش رہو....!“

”ہاں یہ ممکن ہے!“ عمران نے کہا اور خاموش ہو گیا! اتنی دیر میں خاور نے اُن تینوں کو اُسی رسی سے باندھ دیا جو شائد رحمان صاحب کے لئے مہیا کی گئی تھی۔

اب انہوں نے ریوالور کو کھڑکی سے غائب ہوتے دیکھا اور تھوڑی ہی دیر بعد کمرے میں انہیں دوسرا نقاب پوش نظر آیا۔

”کیا آپ ٹیکسی ڈرائیو کر سکیں گے۔“ عمران نے رحمان صاحب سے پوچھا۔

”کیوں....!“

”وہاں.... ٹیکسی کے قریب جھاڑیوں میں بھی ایک آدمی موجود ہے.... کل پانچ آدمی زندہ یا مردہ آپ کے ساتھ جا سکیں گے! چھٹواں مجھے پسند آ گیا ہے۔“

عمران ٹیکسی ڈرائیور کی طرف دیکھنے لگا۔

”تم دونوں کو بھی میرے ساتھ ہی چلنا پڑے گا اور تم باقاعدہ طور پر اپنا بیان دو گے!“

”میں بیانات کا سرے سے قائل ہی نہیں ہوں خواہ وہ باقاعدہ ہوں، خواہ بے قاعدہ۔“

”تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہیں اس سلسلے میں آنا پڑے گا۔“

عمران کچھ نہ بولا.... دفعتاً رحمان صاحب خاور کی طرف مڑے۔

”تم اپنا چہرہ دکھاؤ۔“

”باس کی اجازت کے بغیر ناممکن ہے جناب!“ خاور نے عمران کے طرف اشارہ کر کے کہا۔

”آپ ایسی باتوں کی فرمائش نہ کیجئے جو میرے بس سے باہر ہوں!“ عمران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

پھر عمران اور خاور الگ جاکر آہستہ آہستہ گفتگو کرنے لگے۔

رحمان صاحب انہیں گھور رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد خاور بیہوش آدمیوں کی طرف متوجہ ہو گیا وہ ان میں سے ایک کو اپنی کمر پر لادرہا تھا۔

عمران نے دروازہ کھولا اور بیہوش آدمی کو کمر پر لادے ہوئے باہر نکل آیا۔

”یہ کیا کررہے ہو تم....!“ رحمان صاحب نے بھرائی ہوئی آواز میں آہستہ سے کہا۔ لہجے میں اب پہلی سختی باقی نہیں تھی۔

”آپ کی واپسی کا انتظام!“ عمران نے جواب دیا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ میں دیر سے پہنچا! ورنہ آپ یہاں نہ آسکتے۔“

”مگر اب تم جو کچھ بھی کررہے ہو! میں اسے پسند نہیں کرتا! میں تمہیں قانون کی حدود سے نکلنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بہتری اسی میں ہے کہ میرے ساتھ چلو اور باقاعدہ طور پر اپنا بیان پولیس کو دو!“

”مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کرسکوں گا۔ آخر میرے بھی تو کچھ فرائض ہیں!“

”میں نہیں سمجھا!“

”دیکھئے.... آپ جانتے ہیں کہ میں اکثر سر سلطان کے لئے کام کرتا رہتا ہوں۔ اس سلسلے میں بھی انہیں کے لئے کام کررہا ہوں۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ایک ذمہ دار آدمی ہیں!“

”میں سب کچھ جانتا ہوں، لیکن سر سلطان کو اس معاملے سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔“

”سر سلطان ہی ٹھہرے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”انہیں تو اس کی فکر بھی پڑی رہتی ہے کہ ان کے پڑوسی کے یہاں روزانہ مونگ کی دال کیوں پکائی جاتی ہے!“

”بکومت....! تمہیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔“ رحمان صاحب کو پھر غصہ آگیا۔ ”ورنہ

ہو سکتا ہے کہ کل صبح تک تم ہتھکڑیوں میں میرے سامنے لائے جاؤ۔"

"بھگتوں گا جو کچھ بھی مقدر میں ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

خاور واپس آ گیا تھا اور اب دوسرے بیہوش آدمی کو اپنی کمر پر لاد رہا تھا۔ اس کے باہر جاتے ہی رحمان صاحب پھر بولے۔ "اچھا تو پھر یہ سب میرے ساتھ جائیں گے اور تم سے میں بعد میں سمجھوں گا۔"

"میں آپ سے پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ میرا شکار ہے۔" عمران نے ڈرائیور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"لیکن اس کا نتیجہ سوچ لو!" رحمان صاحب نے کہا۔

"مٹی کے تیل کے لیمپ کی بتی میں گل آ گیا تھا۔ عمران نے اُسے ٹھیک کیا اور ان تینوں آدمیوں کو الگ الگ باندھنے لگا جنہیں خاور ایک ہی رسی سے جکڑ گیا تھا۔

اُس نے ٹیکسی ڈرائیور کے پیر بندھے رہنے دیئے! لیکن بقیہ دو آدمیوں کے پیروں سے رسی نکال دی تھی تاکہ وہ اپنے پیروں سے چل کر ٹیکسی تک جاسکیں۔ البتہ اُن کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے تھے۔

"میں پھر کہتا ہوں کہ تم سے حماقت سرزد ہو رہی ہے۔" رحمان صاحب نے نرم لہجے میں اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"پیدائش سے اب تک مجھ سے کوئی عقلمندی نہیں سرزد ہوئی! آپ جانتے ہی ہیں!"

اس پر رحمان صاحب پھر اُبل پڑے اور تھوڑی دیر تک بحث جاری رہی۔ پھر خاور واپس آ گیا۔

"آپ ان دونوں کو لے جائیے!" عمران نے رحمان صاحب سے کہا۔

"اور براہِ کرم میرے معاملات میں دخل اندازی نہ فرمائیے! ورنہ جس طرح آپ قانون کو پیش کر دیتے ہیں اُسی طرح مجبوراً مجھے بھی اپنے اختیارات کا مظاہرہ کرنا پڑے گا! کیا آپ کو علم نہیں ہے کہ مجھے وزارتِ داخلہ سے اس قسم کے حقوق حاصل ہوئے ہیں.....!"

"خاموش رہو..... سب بکواس ہے! وہ اجازت نامہ مستقل نہیں تھا جو تمہیں کبھی سر سلطان کی وساطت سے ملا تھا۔"

"میں خاموش ہوں.....! لیکن مجھے اس بات کا قلق ہے کہ آپ نے ابھی تک شام کی چائے

نہ پی ہو گی۔"

"خاموش رہو سؤر میں اِسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" رحمان صاحب دانت پیس کر بولے۔

"تو آپ....!" یک بیک عمران کا موڈ بھی خراب ہو گیا! اُس نے خاور سے کہا۔ "ڈائریکٹر جنرل صاحب کو ٹیکسی تک پہنچا کر واپس آجاؤ....!"

رحمان صاحب تھوڑی دیر تک اُسے گھورتے رہے پھر دروازے کی طرف مڑ گئے! سب سے آگے وہ خود تھے اُنکے پیچھے دونوں قیدی اور خاور اُن سب کے پیچھے ریوالور لئے ہوئے چل رہا تھا۔

اندھیرا پھیلتے ہی شمی کا اضطراب بڑھنے لگا۔ آج اُس نے تہیہ کیا تھا کہ سنہری لڑکی کو گھر ضرور لائے گی! پاپا آج بھی تجربہ گاہ ہی میں رات بسر کرنے والے تھے! اُن کا کھانا پہنچا کر شمی سوچنے لگی تھی کہ کس طرح اس بوڑھے نوکر کو بھی اس کے کوارٹر ہی میں بھیج دیا جائے جو رات کو بنگلے میں سوتا تھا!

وہ اُسے بھی بنگلے سے ٹال دینے میں کامیاب ہو گئی تھی! اور اب اُسے سنہری لڑکی کا انتظار تھا اس لئے وہ اندھیرا پھیلتے ہی کچن کی کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی تھی....! اور اس کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا....! وہ خود کو روئے زمین کی پہلی لڑکی تصور کرتی تھی جس کا کسی دوسرے سیارے کی لڑکی سے ربط ضبط ہو گیا ہو! کتنی عجیب بات تھی کتنی عجیب.... وہ سوچتی اور سوچتی ہی رہ جاتی! سپارسیا یا زہرہ والے کتنے ترقی یافتہ تھے! انہوں نے ایسی مشین بھی ایجاد کرلی تھی جو خیالات کی ترجمانی اُسی زبان میں کر سکیں جس زبان سے وہ خیالات متعلق ہوں! اُس مشین نے اُسے سچ مچ حیرت میں ڈال دیا تھا۔

ویسے اُسے پچھلی رات سنہری لڑکی کی آواز بالکل سپاٹ اور ہر قسم کے جذبات سے عاری معلوم ہوئی تھی۔ مگر ہو سکتا ہے وہ اُس کی آواز ہی نہ رہی ہو!

ہاں ٹھیک تو ہے وہ تو محض خیالات کی ترجمانی تھی ہو سکتا ہے کہ وہ آواز بھی مشین ہی کی پیداوار رہی ہو!

وہ سوچتی رہی اور پھر اُسے یہ بھی یاد آگیا کہ لڑکی کی آواز نہ صرف سپاٹ بلکہ اس کی اصل آواز سے مختلف بھی تھی! انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے کوئی انگریز اردو بولنے کی کوشش کرے!

وہ نہ جانے کب تک کھڑکی میں کھڑی رہی پھر نرکل کی جھاڑیوں کے قریب روشنی دیکھ کر چونک پڑی اور دوسرے ہی لمحے یں وہ خود نہیں دوڑ رہی تھی بلکہ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی قوت اسے اڑائے جا رہی ہو۔

نرکلوں کی جھاڑیوں کے قریب سنہری لڑکی موجود تھی اور شمی کو وہ اتنی عجیب لگی کہ اُس نے بوکھلا کر اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ وہ سر سے پیر تک سفید تھی! جسم کی رنگت ہی سفید تھی....! مگر وہ کسی لباس میں نہیں تھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ اسے برہنگی بھی نہیں کہہ سکتے تھے.! ویسے وہ پہلی نظر میں برہنہ ہی معلوم ہوتی تھی! اس نے آگے بڑھ کر شمی کو بھینچ لیا اور اسے پیار کرنے لگی۔

"تت.... تمہیں.... شرم نہیں آتی....!" شمی ہکلائی۔ مگر لڑکی شاید سمجھی ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی ہے! پھر وہ اُسے نرکل کی جھاڑیوں کی طرف کھینچنے لگی۔

اور تھوڑی دیر بعد وہ پچھلی ہی رات کی طرح فے گراز میں بیٹھی ہوئی تھیں!

شمی اُس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ خواہ وہ کسی قسم کا لباس ہی رہا ہو۔ لیکن شمی کے لئے آنکھیں اٹھانا دوبھر ہو رہا تھا....!

سنہری لڑکی نے اُس کے سر پر چمڑے کا خود رکھ دیا اور شمی کے کانوں میں پھر وہی پچھلی رات کا سناٹا گونجنے لگا....! دفعتاً اُس سے کہا گیا۔

"کیا آج تم مجھ سے کچھ خفا ہو۔"

"نہیں تو.... مگر تم....!"

"ہاں بولو خاموش کیوں ہو گئیں!"

"مجھے تمہاری طرف دیکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ تم سر سے پاؤں تک ننگی معلوم ہوتی ہو۔"

"اوہو....!" سنہری لڑکی ہنس پڑی پھر بولی۔ "ارے میں کپڑوں میں ہوں!"

"اتنے چست کپڑے کہ برہنہ معلوم ہوتی ہو....! ہم لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ تم سپارسیا کے باشندوں سے ایک ہزار سال پیچھے ہو! ارے یہ تو سپارسیا کی لڑکیوں کا جدید ترین لباس ہے۔ مگر صرف اعلیٰ طبقے کی لڑکیاں اِس فیشن کو اپنا سکی ہیں

کیونکہ اس کی قیمت زیادہ ہے! تم اِس کپڑے کو چھو کر دیکھو یہ تمہیں میری کھال ہی کی طرح نرم اور گرم معلوم ہو گا۔"

"نہیں.... تم نہ پہنا کرو ایسا لباس جو جسم سے چپک کر رہ جائے.... میں تم سے بے حد محبت کرتی ہوں۔ اس لئے کہہ رہی ہوں ورنہ مجھے کیا۔"

"اچھا اب میں تمہارے سامنے نہیں آؤں گی اس لباس میں! ٹھہرو۔ میں ابھی اپنا لبادہ پہنے لیتی ہوں۔"

اُس نے فے گراز کی ایک چھوٹی سی الماری سے اپنا نیلے رنگ کا لباس نکال کر پہن لیا۔ پھر بولی۔

"اب تو دیکھو.... میری طرف....!"

"اب دیکھوں گی...!" شمی مسکرائی۔ "ہاں ٹھیک ہے! تم مجھے اس لبادے میں بہت اچھی لگتی ہو۔"

"یہ تو اب سے پانچ ہزار سال پہلے کا لباس ہے! چونکہ مجھے قدامت میں تھوڑی سی رومانیت نظر آتی ہے اس لئے میں کبھی کبھی تفریحاً قدیم لباس استعمال کرتی ہوں! اگر سپارسیا میں کوئی مجھے اس لبادے میں دیکھ لے تو شائد پاگل سمجھے یا بھوت سمجھ کر چیخنا شروع کردے.... وہ یہی سمجھے کہ میں کسی پانچ ہزار سال پہلے مقبرے سے نکل آئی ہوں۔"

شمی ہنسنے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب وہ کس موضوع پر گفتگو کرے۔ وہ تو یہ بھی بھول گئی تھی کہ اُس نے آج اُسے بنگلے میں لے جانے کا تہیہ کیا تھا۔

دفعتاً اس نے چمڑے کے خود کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "تمہاری یہ مشین بڑی حیرت انگیز ہے! آج میں دن بھر اسی کے متعلق سوچتی رہی تھی!"

"اوہ.... یہ کپل ٹیگاز.... یہ تو ہماری دو سو سال پرانی ایجاد ہے۔ اور اس کا موڈل تو بہت پرانا ہے! اب تو ہم نے ایسے کپل ٹیگاز بنائے ہیں جن میں تاروں یا برقی خزانوں کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی... آج میں ویسا ہی ایک سیٹ لائی ہوں... یہ تو کل جلدی میں اٹھا لائی تھی اور یہ یہیں فے گراز ہی میں پڑا رہ گیا تھا! اچھا اب اس ٹوپی کو اتار دو! میں تمہیں جدید ترین کپل ٹیگاز کا تجربہ کراؤں گی۔"

شمی نے خود اتار دیا! سنہری لڑکی پہلے ہی اتار چکی تھی۔ اب اس نے الماری سے ایک چھوٹا سا بیگ نکالا! یہ بیگ بھی سونے ہی کا معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے اُسے کھول کر اُس میں سے دو مثلث نما تختیاں سی نکالیں یہ بھی کسی چمکدار دھات ہی کی تھیں.... ان مثلثوں کے دوسروں پر پتلے پتلے تار

تھے اور تاروں کے اختتام پر چھوٹے چھوٹے ہیڈ فون لگے ہوئے تھے! اُس نے ایک مثلث اٹھا کر شمی کی ناک کی جڑ سے اس طرح لگایا کہ اس کے ہونٹ چھپ گئے اور مثلث کا تیسرا گوشہ جس پر تار نہیں تھا ٹھوڑی پر لٹکتا رہا! ہیڈ فون میں بگ لگے ہوئے تھے، جو کانوں میں پھنسا دیئے گئے! اس طرح شمی کے دونوں کان اور دہانہ بند ہو گئے! لیکن وہ بہ آسانی اپنے ہونٹوں کو جنبش دے سکتی تھی۔

سنہری لڑکی نے اِسی طرح ہیڈ فون اپنے کانوں سے لگائے اور اس کا دہانہ بھی چمکدار مثلث کے پیچھے چھپ گیا۔

"کیا تم میری آواز سن رہی ہو۔" دفعتاً سنہری لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں سن رہی ہوں!" شمی کے لہجے میں حیرت تھی! کیونکہ دونوں کے درمیان کسی قسم کا تعلق باقی نہیں رہا تھا! یعنی یہ دونوں مثلث کسی تار کے ذریعہ ایک دوسرے سے نہیں ملائے گئے تھے! پہلے جو آلہ سنہری لڑکی نے استعمال کیا تھا اُس کے ساتھ ایک مختصر سا برقی خزانہ بھی تھا! اور چمڑے کے خود ایک تار کے ذریعہ ایک دوسرے سے ملا دیئے گئے تھے مگر ان مثلثوں کے درمیان کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔

"یہ اُس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے!" شمی نے کہا۔

"یقیناً تمہارے لئے حیرت انگیز ہوگا مگر ہم لوگ جو آئے دن ڈولیڈو کا سفر کرتے رہتے ہیں، اسے اسی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے ضرور تا رومال یا کنگھی استعمال کرتے ہیں!"

"کیوں ڈولیڈو سے اس کا کیا تعلق.....!"

"آج سے دو سو سال پہلے ڈولیڈو تک پہنچنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا! لیکن اس کی بھی ضرورت تھی کہ ہم ڈولیڈو کے باشندوں کے خیالات سے آگاہ ہو سکیں اور جو کچھ خود سوچیں اسے ان کے ذہن نشین کرا سکیں۔ لہٰذا ایک طرف تو ایسے فے پوف بنانے کی کوشش کی جاتی رہی، جو ڈولیڈو تک پہنچا سکیں اور دوسری طرف خیالات کی ترجمانی کرنے والے کیپل ٹیگاز کی ایجاد پر زور دیا جاتا رہا..... معمولی فے پوف جو صرف سپارسیا ہی کی فضا میں پرواز کر سکتے تھے آج سے پانچ سو سال پہلے ہی ایجاد ہو گئے تھے اس لئے ان میں مزید ترمیمات کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی! ایسے فے پوف بن گئے جن کی پرواز سپارسیا کی فضا سے آگے ہو.....! اور کیپل ٹیگاز بھی تیار ہو گئے! اب فے پوف فے گراز کہلانے لگا ہے.....! لیکن کیپل ٹیگاز کا نام نہیں تبدیل ہوا۔"

"تو.... ڈولیڈو.... کے باشندوں سے تم لوگوں نے رابطہ قائم کرلیا ہے!" شمی نے پوچھا۔

"ہاں قطعی.... اب تو ہم ان کی کئی زبانیں بھی بول سکتے ہیں۔ سو سال پہلے ہمیں زیادہ تر کپل ٹیگاز استعمال کرنے پڑتے تھے! لیکن اب تو ڈولیڈو پر سپارسیا کے باشندوں کی حکومت ہے! یہ اور بات ہے کہ اس کے بعض حصوں میں ہم اب بھی کپل ٹیگاز استعمال کرتے ہوں۔"

"کیوں....!"

"ان حصوں کے باشندوں کی زبانیں ہم آج تک نہیں سیکھ سکے! وہ زبانیں عجیب ہیں! میرا خیال ہے کہ ان کا کوئی خاص اصول نہیں ہے، بلکہ وہ آوازوں کے اشارے ہیں جن کے ذریعے وہ لوگ ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔ مثلاً اگر انہیں یہ بتانا ہوگا کہ کتا گوشت کھا گیا تو وہ کتے کی طرح بھونک کر اور گوشت کھا کر بتائیں گے.... اسی طرح بہتیرے ایسے اشارے ہیں، جو ہمارے لئے بالکل نئے ہوتے ہیں، لہٰذا ہم اُن کا مطلب سمجھنے کے لئے کپل ٹیگاز استعمال کرتے ہیں!"

"کیا ڈولیڈو والے بھی تمہاری ہی طرح ترقی یافتہ ہیں!"

"بس اسی حد تک ترقی یافتہ ہیں کہ ننگے نہیں رہتے! انہیں کپڑا بننا آتا ہے لیکن سینا نہیں جانتے! بغیر سلے ہوئے کپڑوں سے تن پوشی کرتے ہیں!"

"تب تو یقیناً اُن پر تمہاری حکومت ہوگی۔"

"حکومت تو تم لوگوں پر بھی ہو سکتی ہے! مگر میں محض تمہاری وجہ سے اِسے پسند نہیں کروں گی۔"

"اوہو.... ٹھیک یاد آگیا!" شمی یک بیک چونک کر بولی۔

"آج میں تمہیں اپنے گھر لے جاؤں گی۔"

"نہیں.... پیاری لڑکی! مجھے اس پر مجبور نہ کرو!"

"کیوں....؟"

"اگر کسی دوسرے کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو میں زندہ واپس نہ جاسکوں گی۔"

"تم ڈرتی کیوں ہو.... میرے بنگلے میں اس وقت میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا۔ پاپا اپنی تجربہ گاہ میں ہیں اور میں نے نوکروں کو اُن کے کوارٹروں میں بھیج دیا ہے۔"

"اس کے لئے ضد نہ کرو....! میں نہیں چاہتی کہ تم بھی کسی مصیبت میں پڑ جاؤ۔"

"نہیں میں تو تمہیں ہر حال میں لے چلوں گی....!"

"ضد نہ کرو پیاری لڑکی.... پتہ نہیں کیسے حالات ہوں۔"

"مجھ پر اعتماد کرو! کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔"

"اچھا....!" سنہری لڑکی نے ایک طویل سانس لی...."مگر آج نہیں! مجھے جلد ہی واپس جانا پڑے گا۔ کل پر رکھو.... کل میں فوراً ہی تمہارے ساتھ چلوں گی.... مجھے بھی بے حد شوق ہے کہ میں ریامی کے باشندوں کے رہن سہن کے متعلق معلومات حاصل کروں....!"

"اچھا پیاری لڑکی....اب مجھے اجازت دو۔"

شمی کو بڑی مایوسی ہوئی اور پھر اسے خود پر غصہ آنے لگا کہ اُس نے پہلے ہی یہ تجویز اس کے سامنے کیوں نہیں پیش کی تھی۔

تقریباً تین منٹ تک اور وہ فے گراز میں رہی پھر باہر نکل آئی!

تھوڑی دیر بعد ہی فے گراز فضا میں بلند ہو گیا۔

"کیوں دوست!" عمران نے ٹیکسی ڈرائیور کو مخاطب کیا۔"اس کھیل کا کیا مقصد تھا۔"

"تم کون ہو!" ٹیکسی ڈرائیور نے لاپروائی سے پوچھا۔

"میں کیوں بتاؤں کہ میں.... لاحول شائد میں بتانے ہی جارہا تھا یار اتنی عقل تو تم میں ہونی ہی چاہئے کہ اگر یہی بتانا ہوتا تو میں اپنے چہرے پر نقاب کیوں لگاتا۔"

"نہ بتاؤ....!" ٹیکسی ڈرائیور نے پھر لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم اڑنے کی کوشش ضرور کرو گے.... اور مجھے تم پر وہی حربہ استعمال کرنا پڑے گا جو تم مسٹر رحمان کے لئے رکھتے تھے.... یہاں کہیں نہ کہیں اور بھی کوئلے ہوں گے۔ جن سے انگیٹھی کا پیٹ بھرا جا سکے گا.... اور یہ سلاخ.... کیا سمجھے!"

ٹیکسی ڈرائیور کچھ نہ بولا۔ وہ انگیٹھی کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ عمران کو اب اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار نظر آئے۔

"بولو.... میرا خیال ہے کہ تم دیر کر رہے ہو۔" عمران نے کہا۔

"کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

"اُسی سرخ پیکٹ کے متعلق جو تم رحمان صاحب سے وصول کرنے کی فکر میں ہو!"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ ایک پرانا جھگڑا تھا۔ رحمان صاحب نے ایک آدمی کے کچھ کاغذات دبا رکھے ہیں! میں نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ حرکت کس کے اشارے پر کی ہے۔"

"وہ آدمی کون ہے.... اور کاغذات کیسے ہیں!" عمران نے پوچھا۔

"یہ میں کیا جانوں کہ کاغذات کیسے ہیں۔ میں تو ایک آدمی کے لئے کام کر رہا ہوں۔"

"کس آدمی کے لئے۔"

"جس کے کاغذات رحمان صاحب نے دبا رکھے ہیں۔"

"اُس آدمی کا پتہ بتاؤ۔"

"پتہ.... پتہ تو مجھے معلوم نہیں ہے! البتہ وہ اکثر اِدھر اُدھر ملتا رہتا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ خود بھی ایک دولت مند آدمی ہے! ہمیشہ عمدہ قسم کی کاروں میں نظر آتا ہے! شائد ان کے پاس کئی کاریں ہیں۔ اس نے مجھے ایک معقول معاوضے کی پیش کش کی ہے!! اسی لئے میں کوشش کر رہا ہوں کہ رحمان صاحب وہ کاغذات میرے حوالے کر دیں! میں تو صرف دھمکا رہا تھا۔ ایسی حرکت مجھ سے سرزد نہ ہوتی۔!" وہ دہکتی ہوئی انگیٹھی کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"مجھے تمہارے اس بیان پر یقین نہیں آتا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"تو پھر مجھے مار ڈالو.... اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔"

"رحمان صاحب کی نقل نہ کرو۔" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم اس سے خسارے ہی میں رہو گے۔"

"میں کسی کی نقل نہیں کر رہا.... حقیقت عرض کر رہا ہوں.... کیونکہ میرے فرشتے بھی یہ نہ بتا سکیں گے اس سرخ پیکٹ میں کیا ہے.... اور مجھے یہ کام کن لوگوں نے سونپا تھا۔"

"اوہ.... تم انہیں نہیں پہچانتے۔"

"جی نہیں! وہ نقابوں میں تھے اور انہوں نے مجھے اس کام کے سلسلے میں پانچ ہزار دیئے تھے اور کام ہو جانے پر مزید پانچ ہزار کا وعدہ تھا۔"

"اور تم نے اِسے منظور کر لیا تھا....!"

"آپ خود سوچئے کہ دس ہزار تھوڑے نہیں ہوتے جب کہ اس سے بھی معمولی رقومات کے لئے لوگ اپنی جانوں پر کھیل جاتے ہیں۔"

"تم بھی اپنی جان پر کھیل گئے....!" عمران ہنس پڑا.... لیکن پھر یک بیک خونخوار بھیڑیئے کی طرح غرایا۔ "اگر میں تمہارے چہرے پر لکویڈاا یمونیا کے چھینٹے دوں تو کیسی رہے گی۔!"

"مم.... میں.... مطلب نہیں سمجھا....!" ٹیکسی ڈرائیور ہکلایا۔

"مطلب اسی وقت سمجھ میں آئے گا جب میں یہ کر گزروں گا فلیکر....!

ٹیکسی ڈرائیور کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی جو خوف ہی کا نتیجہ کہی جاسکتی تھی۔

"ہونہہ.... تم جیسے کیڑے اگر مجھے دھوکا دے سکیں تو میں اسے اپنی انتہائی بدنصیبی سمجھوں گا مسٹر جیمس فلیکر.... تم میک اپ ضرور اچھا کر لیتے ہو۔ لیکن اپنی آنکھیں نہیں چھپا سکتے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اکثر تم غیر ملکی جاسوسوں کا آلہ کار بنتے رہتے ہو....! پولیس اس سلسلے میں تم پر نظر بھی رکھتی ہے۔ لیکن ابھی تک تمہارا معاملہ شبہات کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا.... کیا اب یہ بھی بتادوں کہ تم تیرھویں شاہراہ پر ایک چھوٹا سا کیفے چلا رہے ہو۔"

"مم.... میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔" ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔ "میں خود ہی آپ کو اپنے متعلق سب کچھ بتا دیتا۔ مگر آپ نے اس کی مہلت ہی کب دی تھی اور یقین کیجئے کہ میں ان لوگوں سے قطعی واقف نہیں ہوں جنہوں نے یہ کام میرے سپرد کیا تھا۔"

"ختم کرو! نہ تم مجھے یقین دلا سکتے ہو اور نہ میں تمہیں آزاد کر سکتا ہوں لہٰذا زبان تھکانے سے کیا فائدہ۔"

"میں وہ پانچ ہزار آپ کی خدمت میں پیش کر کے کہیں اور چلا جاؤں گا۔"

"نہیں تم وہ پانچ ہزار میری خدمت میں پیش کئے بغیر ہی کہیں اور چلے جاؤ گے۔"

باہر سے قدموں کی آوازیں آئیں اور خاور اندر داخل ہوا.... وہ ہنس رہا تھا۔

"کیوں کیا ہوا....!"

"رحمان صاحب بہت غصے میں تھے....!" خاور نے کہا۔

"کوئی نئی بات نہیں ہے!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"ان کے پاس ریوالور نہیں تھا۔" خاور بولا۔ "میں نے انہیں اپنا ریوالور دیا جسے انہوں نے

بڑی احتیاط سے ہاتھ میں رومال لپیٹ کر پکڑا تھا! مگر میں نے فوراً ہی انہیں یاد دلایا کہ میرے ہاتھوں میں بھی دستانے موجود ہیں۔ انہیں ریوالور پر میری انگلیوں کے نشانات نہیں مل سکیں گے! اس پر وہ اور زیادہ خفا ہوئے تھے۔"

"ختم کرو۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو۔"

"نہیں!"

"مسٹر جیمس فلیکر سے ملو! تیرھویں شاہراہ کا مشہور جیمس جوائنٹ آپ ہی کی ملکیت ہے۔"

"نہیں!" خاور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں یہ وہی جیمس فلیکر ہے جس کے متعلق تم لوگوں کا گرو گھنٹال اکثر الجھنوں کا شکار رہا ہے۔"

"پھر اب اس کے لئے کیا کیا جائے....!" خاور نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ فی الحال اپنی زبان بند رکھے گا.... لہٰذا تم اِسے بند رکھو.... غالباً میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے.... ہیڈ کوارٹر کا ساؤنڈ پروف کمرہ اس کام کے لئے مناسب رہے گا.... لیکن اس سے پہلے وہاں کا سامان ہٹانا پڑے گا اور تم اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اُسے وہاں لے جاؤ گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے.... مگر....!"

"ہاں.... میں جانتا ہوں کہ تم لوگ گرو گھنٹال کی اجازت کے بغیر اُس عمارت میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے! لیکن فی الحال تمہیں مجھ پر اعتماد کرنا چاہیے۔ تمہارا گرو گھنٹال اگر اس سلسلے میں تم سے جواب طلب کرے تو تم نہایت آسانی سے میرا حوالہ دے سکتے ہو! میں یہ اقدام اپنی ذمہ داری پر کر رہا ہوں۔"

ٹیکسی ڈرائیور بالکل خاموش ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب وہ خود کو لاپرواہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہو! وہ اُس وقت بھی نہیں بولا جب خاور نے اُسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا تھا۔

اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھے گئے تھے۔ لیکن پیر کی رسی کھول دی گئی تھی تاکہ اسے کار تک لے جانے میں دشواری نہ ہو۔

"چلئے....!" خاور نے عمران سے کہا۔

"میں کچھ دیر یہاں ٹھہروں گا۔ تم اسے لے جاؤ! مگر دیکھو تمہیں اُس وقت تک وہاں ٹھہرنا

پڑے گا جب تک کہ مجھے تمہارے گروگھنٹال کی طرف سے اسکے متعلق احکامات نہ موصول ہوں!“

خاور ٹیکسی ڈرائیور کو دھکے دیتا ہوا کمرے سے نکال لے گیا.... عمران نے اسے دانش منزل لے جانے کا مشورہ دیا تھا.... دانش منزل سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کی حیثیت رکھتی تھی اور یہ بھی حقیقت تھی کہ سیکرٹ سروس کا کوئی ممبر ایکس ٹو کی اجازت کے بغیر اس کی کمپاؤنڈ میں بھی قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔

عمران تھوڑی دیر تک اُس لکڑی کے مکان کی تلاشی لیتا رہا! پھر باہر نکل آیا!اس تلاشی کے دوران میں وہاں سے کوئی ایسی چیز نہیں بر آمد ہوئی تھی جو اس کیس میں عمران کی رہنمائی کر سکتی۔

پندرہ منٹ بعد وہ اپنی کار کے قریب کھڑا اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہا تھا....!اَب اُسے اس کی فکر تھی کہ کسی طرح جلد از جلد شہر پہنچ سکے۔ وہ چاہتا تھا کہ رحمان صاحب اپنی دھمکی کو بروئے کار لانے میں کامیاب نہ ہو سکیں!اگر انہیں اس کا موقع مل جاتا تو عمران کے سامنے چند نئی دشواریاں آکھڑی ہوتیں اور وہ سکون کے ساتھ کام نہ کر سکتا! ویسے وہ اپنی حیثیت تو کسی پر بھی نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا!لیکن اگر رحمان صاحب اس کی راہ میں روڑے اٹکانا شروع کر دیتے تو یہ بھی ممکن تھا کہ ایکس ٹو کا راز طشت از بام ہو جاتا۔

اس سلسلہ میں جیمس فلیکر کی دریافت بالکل اتفاقیہ تھی اور اس کیس میں جیمس فلیکر کی موجودگی یہی ظاہر کرتی تھی کہ وہ ہر حال میں سیکرٹ سروس ہی کا کیس ہوگا۔

”اس یوریشین جیمس فلیکر کی کہانی کافی طویل تھی۔! مگر کہانی کیوں؟.... ایک کہانی کا کیا ذکر.... وہاں تو درجنوں تھیں! لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ یہیں کا شہری تھا! عمران کی معلومات کے مطابق دوسری جنگ عظیم میں وہ اتحادیوں کے شانہ بشانہ جاپان سے لڑا تھا اور کیپٹن کے عہدے تک پہنچتے پہنچتے جنگ ہی ختم ہو گئی تھی، ورنہ شائد وہ اس سے بھی آگے جاتا! جنگ ختم ہونے پر اس کا یونٹ بھی ٹوٹ گیا اور اس نے تیرھویں شاہراہ پر جیمس جوائنٹ کے نام سے ایک چھوٹا سا کیفے کھول لیا! پھر کچھ ہی دنوں بعد پولیس اُس کے چکر میں پڑ گئی! پولیس کو شبہ تھا کہ وہ کسی غیر ملک کے جاسوسوں کے لئے کام کرنے لگا ہے.... لیکن اسے ثابت کرنا بڑا مشکل تھا کیونکہ فلیکر انتہائی چالاک اور بارسوخ آدمی تھا۔

عمران اس کے متعلق سوچتا رہا اور کار بڑی تیز رفتاری سے سنسان سڑک پر دوڑتی رہی۔

دس بج چکے تھے! مطلع ابر آلود نہیں تھا اس لئے شبنم کی وجہ سے خنکی بڑھ گئی تھی۔

شہر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے ایک ٹیلی فون بوتھ سے سر سلطان کو فون کیا! وہ گھر ہی پر تھے اور ابھی جاگ رہے تھے۔

"کیا بات ہے.... عمران....!" انہوں نے پوچھا۔ "میرا خیال ہے کہ تم مسٹر رحمان کے معاملے میں الجھے ہوئے ہو۔"

"قدرتی بات ہے جناب!" عمران نے جواب دیا۔ "لیکن اب وہ شاید میرے محکمے کا کیس بن جائے! آپ جیمس فلیکر سے تو واقف ہی ہوں گے!"

"کیوں نہیں! وہ تو ہمارے لئے ایک مستقل دردِ سر بن گیا ہے۔"

"بس اس معاملے میں اسی کا ہاتھ ثابت ہوا ہے۔"

"کیا تم نے لفظ ثابت اس کے صحیح مفہوم کے ساتھ ادا کیا ہے!"

"جی ہاں.... قطعی! وہ اس وقت میری قید میں ہے۔"

"نہیں....!" سر سلطان کے لہجے میں حیرت تھی۔

اس پر عمران نے پوری کہانی دہراتے ہوئے کہا۔ "اب اس معاملے کو آپ ہی سنبھالئے ورنہ ڈیڈی میرا بیڑا پار کر دیں گے۔"

"نہیں....!" سر سلطان نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "وہ ایسا نہیں کر سکیں گے تم مطمئن رہو! میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔ مگر عمران یہ ضروری نہیں ہے کہ میں اس سرخ پیکٹ کے متعلق بھی کچھ معلوم کر سکوں۔"

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے! میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ڈیڈی میرے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کرنے پائیں۔"

"اس کا میں خیال رکھوں گا!" سر سلطان نے جواب دیا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ کیپٹن فیاض وغیرہ پر تو اپنی دھاندلی بھی چل جاتی ہے! لیکن ڈیڈی کا معاملہ دوسرا ہے۔"

"خیر.... تم اس کی فکر نہ کرو.... اور کچھ؟"

"نہیں شکریہ! بس اتنا ہی!"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا کہ فلیکر کو مہلت نہیں دی۔"

"کیسے دے سکتا تھا.....!" عمران بولا۔

"اچھا شب بخیر.....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

عمران بوتھ سے باہر آیا وہ سوچ رہا تھا کہ اسے رات کا کھانا جیمس جوائنٹ ہی میں کھانا چاہئے..... اس کی کار تیرھویں شاہراہ پر مڑ گئی۔

جیمس جوائنٹ ایک چھوٹی سی مگر صاف ستھری جگہ تھی..... اور یہاں سب کچھ مل جاتا تھا..... یہاں کسی وقت بھی کوئی میز خالی نہیں نظر آتی تھی! اکثر تو ایسا بھی ہوتا کہ بہتیرے گاہک کاؤنٹر ہی پر کھڑے کھڑے ناشتہ تک کر لیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ دراصل یہ تھی کہ یہاں تین خوبصورت متناسب الاعضاء یوریشین لڑکیاں سرو کرتی تھیں۔

عمران کو بھی کوئی میز خالی نہیں ملی اس لئے وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف چلا گیا..... ایک سرو کرنے والی لڑکی نے اُسے خوش آمدید کہی تھی..... اور اس طرح متفکر ہو کر چاروں طرف نظر دوڑائی تھی جیسے اس معزز مہمان کے لئے کوئی خالی میز نہ ہونے پر اسے افسوس ہوا ہو۔

کاؤنٹر پر پہنچ کر عمران نے انڈوں کے سینڈوچ منگوائے اور انہیں کافی کے گھونٹوں کے ساتھ حلق سے اتارنے لگا۔

ایک لڑکی قریب ہی کھڑی اس سے کہہ رہی تھی۔ "بے حد افسوس ہے جناب کہ آپ کے لئے کوئی میز خالی نہیں ہے..... اب ہم عنقریب کسی بڑی جگہ پر منتقل ہو جائیں گے! کچھ دن اور تکلیف اٹھا لیجئے!"

"اُوم..... اُوم....." عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔ "کوئی بات نہیں..... ہر حال میں قدم..... اسی طرف اٹھتے ہیں.....!"

"کاؤنٹر کے پیچھے تین آدمی مختلف کاموں میں مشغول نظر آرہے تھے ان میں سے ایک یوریشین بھی تھا..... کھانے کی رفتار سست تھی۔ شائد عمران یہاں کچھ وقت صرف کرنا چاہتا تھا! لڑکیاں ہمہ تن اخلاق بنی ہوئیں ایک میز سے دوسری کی طرف جا رہی تھیں۔ کبھی کبھی ان کے سریلے قہقہے چھوٹے سے ہال میں گونجتے..... دفعتاً کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور یوریشین نے ریسیور اٹھا لیا..... دوسرے ہی لمحہ وہ ماؤتھ پیس میں کہہ رہا تھا۔ "نہیں ابھی تک

باس واپس نہیں آئے.... جی ہاں.... وہ دو بجے سے یہاں نہیں ہیں! بہت بہتر.... ہاں کیا! ایک سیکنڈ ٹھہریئے.... میں نوٹ کرلوں۔"

اُس نے ریسیور کو بائیں ہاتھ سے پکڑا اور داہنے ہاتھ میں پنسل لے کر ایک کتاب کے کور پر پانچ کا ہندسہ لکھا۔

"جی ہاں.... پانچ....!" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔"اوہ.... چھ تین آٹھ سات.... شکریہ۔ جیسے ہی وہ آئیں گے میں انہیں رنگ کرنے کو کہوں گا۔"

اُس نے ریسیور کریڈل میں رکھ دیا اور کتاب وہیں پڑی رہنے دی۔ اب وہ پھر میز پر رکھے ہوئے رجسٹر کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ عمران نے کتاب کے کور پر لکھے ہوئے نمبر اچھی طرح ذہن نشین کر لئے۔

وہ ان لوگوں کا بنظر غائر جائزہ لے رہا تھا جو کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھے کام کر رہے تھے۔

کچھ دیر بعد پھر فون کی گھنٹی بجی.... اُسی یوریشین نے پھر کال ریسیو کی!

"جی ہاں!" وہ کہہ رہا تھا۔"باس موجود نہیں ہیں! جی....؟ جی ہاں تقریباً دو بجے سے وہ یہاں نہیں آئے۔ پانچ چھ تین آٹھ سات.... اور ریسیور کریڈل میں پٹختا ہوا بڑبڑایا۔"کیا یہ سور مجھے چڑا رہا ہے۔" نمبر وہی تھے جو وہ اس سے پہلے نوٹ کر چکا تھا۔ عمران نے ایک طویل سانس لی.... سینڈوچ کھا چکنے کے بعد اس نے دو اسٹیک اور کچھ پائیاں طلب کیں! وہ اس وقت اپنا معدہ خراب کرنے پر تل گیا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یا تو حقیقتاً اس کاؤنٹر کلرک کو کوئی چڑا رہا تھا یا پھر دو مختلف آدمیوں نے ایک ہی نمبر بتائے تھے! گویا ان دونوں کا تعلق اسی نمبر کے فون سے تھا! یہ دوسری بات ہے کہ اس وقت دونوں آدمیوں نے مختلف مقامات سے جیمس فلیکر کے لئے فون کیا ہو اور نمبر وہ بتائے ہوں جو دونوں کے لئے مشترک رہے ہوں۔

عمران خیالات میں کھویا ہوا پائیاں نگلتا رہا۔ یہ حقیقت تھی کہ اب اُس کا معدہ جواب دیتا جا رہا تھا مگر کاؤنٹر پر کھڑے رہنے کا بھی تو کچھ جواز ہونا چاہئے تھا۔

فون کی گھنٹی بجی اور یوریشین نے ریسیور اٹھالیا۔

"جی نہیں۔" وہ ماؤتھ پیس میں بولا۔"باس موجود نہیں ہیں! وہ تقریباً دو بجے یہاں سے گئے

تھے۔اس کے بعد سے نہیں آئے.....جی.....!"

اُس کی آنکھوں میں غصہ جھانکنے لگا اور اس نے غرا کر کہا۔"کیا آپ مجھے چڑا رہے ہیں.... جی ہاں شاید آپ کا مشغلہ یہی ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں کو پریشان کیا کریں! میں دوبار پہلے بھی یہی نمبر نوٹ کر چکا ہوں۔جی ہاں.....!"اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ کر کسی نامعلوم آدمی کو گالیاں دیں اور پھر رجسٹر پر جھک پڑا۔

عمران آہستہ آہستہ اپنا سر کھجا رہا تھا.... پائیاں اور اسٹیک ختم کر کے اس نے بل ادا کیا اور ویٹرس کو میٹھی نظروں سے دیکھ کر مسکراتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ویٹرس نے بھی اس مسکراہٹ کا جواب کافی گرم جوشی کے ساتھ دیا تھا۔

جولیانا فٹنر واٹر نے ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس مین بولی۔"جولیانا سر۔"

"اچھا...ہاں....کیا رہا....!"دوسری طرف سے آواز آئی۔

"وہ فون نمبر ایک جرمن کے ہیں.... مسٹر ہف ڈریک.... یہ ڈریک ڈاؤننگ کمپنی کا مینجنگ پارٹنر ہے! ذی عزت اور بارسوخ غیر ملکیوں میں اس کا شمار ہے.... اس کا دوسرا پارٹنر سپلر ڈاؤننگ یہیں کا باشندہ ایک دیسی عیسائی ہے! دونوں نے ایک لمیٹڈ فرم قائم کر رکھی ہے۔"

"ہوں....اور یہ ہف ڈریک یہاں کا شہری نہیں ہے!"

"نہیں جناب.... یہ جنرل منیجر کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔"

"اچھا.... اس پر تمہیں نظر رکھنی ہے.... معلوم کرو کہ اس کے ساتھ کتنے آدمی رہتے ہیں! مگر تم نے ابھی تک اس کا پتہ نہیں بتایا۔!"

"اٹھارہ کوئینس روڈ.... یہ ایک بڑی شاندار عمارت ہے۔"

"بس اب یہ معلوم کرو کہ اس عمارت میں کتنے آدمی رہتے ہیں....اور ان کی حیثیت کیا ہے۔"

"یعنی مجھے ملازمین کے متعلق بھی معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔"

"قطعی....!"

"اگر یہ بہت ہی اہم معاملہ ہو تو میں مسٹر ہف ڈریک سے قریب ہونے کی کوشش کروں۔"

"وہ کس طرح جولیانا۔"

"آج ہی میں نے ڈریک ڈاؤننگ کمپنی میں ایک اسٹینو کی آسامی کا اشتہار دیکھا تھا۔"

"گڈ.....! مجھے بے حد خوشی ہوگی اگر تم یہ جگہ حاصل کر سکو۔"

"کل ہی جناب! میں انتہائی کوشش کروں گی۔"

"مگر.... اُس عمارت کے دوسرے مکینوں کی تعداد مجھے اسی وقت معلوم ہونی چاہیئے۔"

"بہت بہتر جناب....!" جولیا نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد اس نے صفدر کے فون نمبر ڈائیل کیئے.... اور اس تک ایکس ٹو کی ملی ہوئی ہدایات پہنچانے کے بعد بولی۔ "تم دو گھنٹے کے اندر اندر مجھے مطلع کر دو....!"

"کوشش کروں گا.... یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ ساری معلومات دو گھنٹے کے اندر اندر ہی حاصل ہو جائیں۔ اس وقت بارہ بج رہے ہیں۔ معلومات کے لئے آدمی درکار ہوتے ہیں اور ہمارے علاوہ شائد ہی کوئی آدمی اس وقت جاگ رہا ہو۔!"

"ایکس ٹو اُجالا ہونے سے پہلے ہی معلوم کرنا چاہتا ہے...اِس لئے مجبوری ہے!" جولیا نے کہا۔

اُس نے سلسلہ منقطع کر دیا اور تھکے تھکے سے انداز میں ایک ہلکی سی کراہ کیساتھ بستر پر گر گئی۔

ایکس ٹو.... وہ آج بھی اسی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ سوچتی ہی رہتی تھی۔ ایکس ٹو کے متعلق سوچنا اس کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی! مگر ایکس ٹو کے ساتھ ہی ساتھ اُس کے ذہن میں عمران کا تصور بھی ابھرتا تھا! حالانکہ ویسے اب اُسے یقین آگیا تھا کہ عمران ایکس ٹو نہیں ہو سکتا اور اس یقین دہانی کے سلسلے میں خود عمران ہی کو کافی پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔

یک بیک جولیا اٹھ بیٹھی کیونکہ فون کی گھنٹی پھر گنگنائی تھی۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں تنویر ہوں۔"

"کیا تم نے رنگ کرنے سے پہلے گھڑی دیکھی تھی۔" جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر غصیلی آواز میں کہا۔

"پھر بتاؤ.... میں کیا کروں.... نیند نہیں آرہی....!" تنویر کی آواز دردناک تھی۔

جولیا دانت پیسنے لگی۔ لیکن پھر فوراً ہی ہنس کر بولی۔ "اوہو! میں خود ہی تمہیں فون کرنیوالی تھی۔"

"کیوں؟" تنویر نے لہک کر پوچھا۔

"ایکس ٹو نے ایک کام تمہارے سپرد کیا ہے....!"

"اس وقت میں کوئی کام نہ کر سکوں گا....!" تنویر غرایا۔

"تم جانو....!" جولیا نے لاپروائی سے کہا۔ "کام تو میں تمہیں ضرور بتاؤں گی۔ کرنے نہ کرنے کا اختیار تمہیں ہے؟ اور تم ہی ایکس ٹو کو جواب دہ ہو گے! کام یہ ہے کہ آج رات کو عمران سونے نہ پائے! جس طرح بھی ممکن ہو یہ ضرور ہونا چاہئے....!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیا تم یہ نہیں سمجھے کہ کسی وجہ سے ایکس ٹو عمران کو زچ کرنا چاہتا ہے۔"

"مگر یک بیک یہ سوجھی کیا ایکس ٹو کو؟"

"پتہ نہیں، مجھے خود بھی حیرت ہے"

"اچھی بات ہے! میں آج رات اُسے نہ سونے دوں گا....! مگر وہ ہے کہاں....!"

"ایک منٹ ٹھہرو! ریسیور رکھ دو....! میں ابھی بتاتی ہوں!" جولیا نے سلسلہ منقطع کر کے عمران کے فون کے نمبر ڈائیل کئے۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی جولیا نے عمران کی آواز پہچان کر کچھ کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا اور پھر بڑی تیزی سے تنویر کے نمبر ڈائیل کر کے ماؤتھ پیس میں بولی۔

"ہیلو.... تنویر ہاں.... وہ اپنے فلیٹ میں موجود ہے۔"

"اچھی بات ہے.... میں اس سے سمجھ لوں گا اس لئے نہیں کہ ایکس ٹو کا حکم ہے بلکہ اس لئے کہ تم کہہ رہی ہو....! اگر خود ایکس ٹو نے براہِ راست مجھے مخاطب کیا ہوتا تو...."

"تم صاف انکار دیتے....!" جولیا نے طنزیہ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"نہیں.... بہانہ کر دیتا.... کہہ دیتا مجھے بخار ہو گیا ہے.... یا.... ہیضہ.... بہر حال اس وقت بستر سے نہ اٹھتا۔"

جولیا نے شرارت آمیز مسکراہٹ کیساتھ اپنے سر کو خفیف سی جنبش دے کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

کلاک نے ایک بجایا.... عمران ابھی تک جاگ رہا تھا.... اُسے جولیا کی کال کا انتظار تھا۔ اچانک سامنے والی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹ کر جھنجھناتا ہوا فرش پر آ رہا اور کوئی وزنی سی چیز سامنے والی

دیوار سے ٹکرائی.... یہ ایک بڑا سا پتھر تھا جو فرش پر گر کر دور تک پھسلتا چلا گیا! عمران نے اُلوؤں کی طرح اپنے دیدے نچائے اور کھڑکی کے سامنے سے صدر دروازہ کی طرف کرسی کھسکا لایا۔

وہ اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ کھڑکی کے سامنے جا کر باہر دیکھتا۔

پھر ایک اور پتھر اسی طرح اندر آیا! عمران خاموش بیٹھا رہا....! تیسرے پتھر پر وہ اٹھا اور بڑی تیزی سے اس کمرے میں چلا آیا جہاں پرائیویٹ فون رہتا تھا۔ شاید اس کا ارادہ تھا کہ بحثیت ایکس ٹو اپنے کسی ماتحت کو فون پر مخاطب کرے.... اس کا ہاتھ بھی فون کی طرف بڑھا.... لیکن پھر وہ ایڑیوں پر گھوم کر کمرے سے نکل آیا۔

اُس نے چوتھے پتھر کے گرنے کی آواز سنی۔ دوسرے لمحے میں وہ اوور کوٹ پہن رہا تھا۔ پھر فلٹ ہیٹ سر پر جما کر اس کا اگلا گوشہ نیچے جھکایا اور اوور کوٹ کا کالر کانوں تک اٹھا دیا۔

اس کے بعد وہ عقبی زینے طے کر کے عمارت کی پشت والی گلی میں آ گیا۔ گلی سنسان پڑی تھی۔ گلی سے نکل کر وہ اُس سڑک پر آیا جس پر سے پتھر پھینکے جانے کے امکانات تھے.... مگر وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے پتھر پھینکنے والا کسی عمارت میں چھپا بیٹھا ہو! بہر حال وہ چلتا ہی رہا یہ اور بات ہے کہ چال میں لنگراہٹ رہی ہو! جس کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ وہ چلنے کے انداز سے پہچانا نہ جا سکے۔

اس کے فلیٹ کی کھڑکی کے سامنے ہی دوسری جانب ایک پتلی سی گلی تھی.... عمران لنگڑاتا ہوا اُس میں داخل ہوا.... اور دوسرے ہی لمحے میں اُس نے ایک طویل سانس! اُس کے سامنے تنویر موجود تھا اور اس کے ہاتھ میں پتھر دیکھتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... تنویر اچانک اُسے دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا.... لیکن پتھر تو اُس وقت اُس کے ہاتھ سے گرا جب عمران نے فلیٹ ہیٹ کا گوشہ اوپر اٹھایا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے دوست....!" عمران نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"تم سے مطلب....!" تنویر غرایا۔

"تم میرے فلیٹ میں پتھر کیوں پھینک رہے تھے....!"

"ہوش کی دوا کرو۔"

"پھر یہاں موجودگی کا مطلب... تمہارے ہاتھ میں پتھر بھی تھا۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"تم یہاں میری موجودگی پر اعتراض کر سکتے ہو اور نہ اس پر کہ میرے ہاتھ میں پتھر تھا۔"

"آج سردی بڑھ گئی ہے!" عمران نے جماہی لے کر کہا۔ اُس نے اِس انداز میں موضوع گفتگو بدلنے کی کوشش کی تھی کہ تنویر بھی چکرا گیا تھا۔

تنویر کچھ نہ بولا۔ لیکن جیسے ہی وہاں سے جانے کے لئے مڑا عمران نے اُس کا بازو پکڑ کر کہا۔

"ارے کیا یونہی چلے جاؤ گے۔ میرے ساتھ ایک کپ کافی بھی نہ پیو گے۔"

تنویر اتنی دیر سے گلی میں کھڑے کھڑے کافی ٹھنڈا ہو گیا تھا اس لئے کافی کے نام پر اس کا ذہن اسے دھوکا دے گیا۔

"واہ.... یار.... نیکی اور پوچھ پوچھ....!" تنویر نے ہنس کر کہا۔

"میں دراصل ادھر سے گذرتے وقت ہمیشہ ہاتھ میں پتھر ضرور لے لیتا ہوں کیونکہ ایک بار یہیں ایک خونخوار کتا مجھ پر حملہ کر چکا ہے۔"

"مگر اتنی رات گئے تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو۔"

"یہ نہ پوچھو! میں تو اس ملازمت سے تنگ آ گیا ہوں۔"

"کیوں....؟"

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں اگر ہمارا چیف آفیسر نہ تبدیل کیا گیا تو ہم سب استعفیٰ دے دیں گے۔"

"خیال تو بڑا اچھا ہے.... خیر آؤ....!"

"تنویر اُس کے ساتھ چلنے لگا! ساتھ ہی وہ بڑبڑا بھی رہا تھا۔ اب یہی دیکھ لو کہ شائد اس وقت ڈیڑھ بج رہے ہوں گے مگر میں سڑکیں ناپتا پھر رہا ہوں۔ حکم ہوا ہے کہ شہر میں ایک ایسا بندر تلاش کروں جس کی دم نیلے رنگ سے رنگی ہوئی ہو!"

"واہ.... کیا کہنے....! مجھے پکڑ لے چلو۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا تمہیں ایکس ٹو کچھ معاوضہ بھی دیتا ہے۔" تنویر نے پوچھا۔

"پیشگی وصول کئے بغیر میں کسی کام میں ہاتھ ہی نہیں لگاتا۔"

"بہت اچھا اصول ہے۔"

وہ فلیٹ میں پہنچ گئے اور عمران نے کہا۔ "تم بیٹھو! میں کافی لاتا ہوں۔ رات گئے میں نوکر کو

جگانا اچھا نہیں سمجھتا۔"

"اوہو! کیا دیر لگے گی؟"

"قطعی نہیں!" کافی تو بالکل تیار ہے! بس گیا اور لایا۔ عمران اُسے نشست کے کمرے میں بٹھا کر کچن میں آیا اور باسی کافی ہیٹر پر رکھ دی۔

کافی گرم ہونے پر دیر نہیں لگی۔ لیکن عمران سب سے پہلے اس کمرے میں آیا جسمیں پرائیویٹ فون رہتا تھا۔ یہاں اس نے ایک الماری سے کسی قسم کا سفوف نکالا اور اس کی اچھی خاصی مقدار کافی کے کپ میں ڈال دی۔ پھر کافی کا ایک کپ لئے ہوئے وہ نشست کے کمرے میں داخل ہوا۔

"تم نہیں پیو گے....!" تنویر نے اس کے ہاتھ میں ایک ہی کپ دیکھ کر کہا۔

"میں تو بس پی کر ہی باہر نکلا تھا۔"

تنویر نے.... بڑے پیار سے عمران کی طرف دیکھا.... اور پھر ہنس پڑا کیونکہ عمران کی شکل کسی نادار بیوہ کی سی نکل آئی تھی۔ تنویر نے کافی کا ایک گھونٹ لے کر سگریٹ سلگایا اور آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر اس کا دھواں ناک سے نکالتا ہوا بولا۔ "یار عمران.... اکثر تم سے جھگڑا بھی ہوا ہے لیکن اس کے باوجود بھی تم سے دشمنی رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ پتہ نہیں کیوں.... آہا! میں سمجھا تھا.... شائد تم نے مذاقاً پتھر پھینکنے کا تذکرہ کیا تھا.... مگر یہ کیا....!" وہ متحیرانہ انداز میں کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشوں اور فرش پر پڑے ہوئے پتھروں کی طرف دیکھنے لگا۔

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر منہ چلا کر رہ گیا۔

"اب سوچتا ہوں!" تنویر نے کہا۔ "کہیں تمہیں یقین نہ آگیا ہو کہ پتھر میں نے ہی پھینکے تھے کیونکہ اُس وقت میرے ہاتھ میں ایک پتھر ہی تھا۔ لیکن میں نے تمہیں سچی بات بتائی تھی۔ میرے خدا اتفاقات.... اُف فوہ! کمال ہے یعنی اسی وقت یہ ضروری تھا کہ میں تمہیں اس گلی میں ملوں اور میرے ہاتھ میں پتھر ہو!"

"مجھے یقین ہے.... پیارے.... کہ تم نے غلط بات نہ کہی ہوگی! میں بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں کہ میں تمہارے غم میں جل مرنا گوارا کر لیا مگر اس کانی لڑکی سے شادی نہ کی جس نے میرے لئے رو رو کر اپنی دوسری آنکھ کا بیڑہ بھی غرق کر لیا تھا۔"

"ہاہا....!" تنویر شرابیوں کے سے انداز میں ہنسا! اُس کی پلکیں بوجھل سی نظر آنے لگی تھیں

اور کافی کا پیالہ ابھی آدھا ہی خالی ہوا تھا۔

"تم ہنس رہے ہو پیارے! میں نے ایک دردناک بات کہی تھی۔" عمران مغموم لہجے میں بولا۔

"اُس کافی لڑکی کا نام جولیانا فٹنر واٹر تو نہیں ہے!" تنویر بدستور ہنستا رہا۔

"اگر وہ کافی ہو جائے تو میں اپنا فیصلہ تبدیل بھی کر سکتا ہوں۔"

"یعنی تم اس سے شادی کرلو گے....!" یک بیک تنویر نے غصیلے لہجہ میں کہا۔ کیونکہ اب سفوف اپنا اثر دکھانے لگا تھا اور تنویر کی زبان میں لڑکھڑاہٹ بھی پیدا ہو چلی تھی۔

"ہاں اگر وہ کافی ہو جائے تو میں اس سے شادی کرلوں گا۔"

"تمہاری ایسی کی تیسی" تنویر کافی کا کپ پٹخ کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے ہاں!" عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "ابھی تو تم پیار کی باتیں کر رہے تھے!"

"میں پوچھتا ہوں اس کافی میں کیا تھا۔" تنویر نے حلق پھاڑ کر چیخنے کی کوشش کی مگر آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔

"نمک تھا... پیارے.... کیا تم کافی میں نمک نہیں پیتے....! عمرو عیار کی زبان میں اسے سرکاری نمک کہتے ہیں۔"

"کمینے....!" تنویر گھونسہ تان کر عمران پر جھپٹا۔ مگر عمران بائیں جانب کھسک گیا اور تنویر میز پر جا رہا۔ پھر اُس نے میز پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کی.... لیکن اس کے ہاتھ بُری طرح کانپ رہے تھے۔ آخر وہ ایک لمبی کراہ کے ساتھ جس میں اوٹ پٹانگ قسم کی گالیاں بھی شامل تھیں فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

تنویر بیہوش ہو چکا تھا۔ دوسری طرف عمران کے "ایکس ٹو" والے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

سوا دو بجے جولیانا فٹنر واٹر نے صفدر کی کال ریسیو کی! وہ کہہ رہا تھا۔ "ہیلو جولیا۔ یہ تم نے کس چکر میں پھنسا دیا تھا.... وہ عمارت تو بھوتوں کا مسکن معلوم ہوتا ہے! اس کے متعلق میں نے تمہیں جو پچھلی اطلاعات دی تھیں اب مجھے ان پر شبہ ہے! ممکن ہے وہ غلط رہی ہوں۔"

"آخر کیوں!"

"پوری عمارت ویران پڑی ہے۔ کبھی ان کی کھڑکیوں میں روشنی کے جھماکے سے نظر آتے ہیں اور کبھی چمگادڑوں کی چیخیں سنائی دیتی ہیں اور کبھی الوؤں کی!"

"تو تم ڈر گئے ہو.....!"

"نہیں یہ بات نہیں ہے.....! ظاہر ہے کہ میں ویسے بھی اس عمارت میں نہ گھس سکتا! اس کے متعلق مجھے ساری معلومات باہر ہی سے فراہم کرنی پڑتیں۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جاتا تو بہتر تھا کہ ہم کس سلسلے میں یہ ساری معلومات فراہم کر رہے ہیں! اس طرح میں کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا..... یعنی کہ غالباً سمجھ ہی گئی ہو گی۔"

"تم کہاں سے بول رہے ہو.....!" جولیا نے پوچھا۔ اُس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں اور آنکھوں سے شبہ جھانک رہا تھا۔

"کوئینس روڈ کے چوراہے والے بوتھ سے۔"

"بڑا سناٹا ہو گا۔"

"قطعی.....!" صفدر نے ہنس کر کہا۔ "مگر تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو۔"

"ذرا اچانک باہر نکل کر اطمینان کر لو کہ کوئی تمہاری گفتگو سن تو نہیں رہا!"

جواب میں کچھ نہیں کہا گیا.....! جولیا نے صرف سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنی۔

مگر پھر تین چار منٹ گذر جانے کے بعد بھی صفدر نے دوبارہ رابطہ نہ قائم کیا تو اس کی تشویش بڑھ گئی۔

دوسرے ہی لمحہ میں اس نے ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کر کے اسے حالات سے آگاہ کیا۔

"ہوں.....! تو یہ صفدر..... بعض اوقات خود کو زیادہ چالاک ظاہر کرنے کے سلسلے میں چوٹ بھی کھا جاتا ہے۔ اچھی بات ہے۔ میں دیکھ لوں گا۔ مگر میں دو ایک منٹ بعد تمہیں پھر فون کروں گا۔" ایکس ٹو نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

جولیا نے ریسیور کریڈل میں ڈال دیا اور اس کی دوسری کال کا انتظار کرنے لگی۔ اس کی نظر دیوار سے لگے ہوئے کلاک پر تھی۔ ٹھیک تین منٹ بعد پھر فون کی گھنٹی بجی اور اُس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"یس جولیانا فٹنر واٹر.....؟" دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔

"یہ تنویر کہاں جا مرا ہے..... میں نے ابھی اس کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ لیکن جواب نہیں

ملا۔ حالانکہ ان دنوں میرے سخت ترین آرڈرز ہیں کہ کوئی بھی مجھے اطلاع دیئے بغیر گھر سے نہ نکلے! کیا اس نے تمہیں اطلاع دی تھی۔"

"نن.... نہیں جناب!" جولیا ہکلائی۔

"جولیا....!" ایکس ٹو کی گونجیلی آواز نے اُس پر رعشہ طاری کر دیا.... اور اُسے اپنے ذہن پر بھی قابو پانا مشکل ہو گیا۔ اس لئے زبان کو سچی ہی بات اگلنی پڑی۔

"مم.... میں مجبور تھی جناب۔ تنگ آ گئی ہوں۔"

"میرے پاس وقت نہیں ہے! کم سے کم الفاظ میں بتاؤ۔" اُس نے ایکس ٹو کی غراہٹ سنی۔

"وہ اکثر سونے نہیں دیتا! دو بجے ہیں تو.... تین بجے ہیں تو.... خواہ مخواہ رنگ کرتا ہے.... اور کہتا ہے کہ اسے نیند نہیں آ رہی.... میں معافی چاہتی ہوں جناب۔"

"کیا تم پاگل ہو گئی ہو۔ وہ تمہیں جگا دیتا ہے.... اور تم مجھ سے معافی چاہتی ہو۔"

"سس.... سنئے تو سہی جناب! مجھ سے آج ایک زبردست غلطی ہوئی ہے میں نے آپ کی آڑ میں.....!"

"جولیا....!"

"یس سر....!" جولیا کی سانس رک گئی۔ اس بار ایکس ٹو کا لہجہ پہلے سے بھی زیادہ خونخوار تھا۔

"تو تم نے اُس سے یہ کہا تھا کہ وہ ایکس ٹو کے حکم کے مطابق عمران کے فلیٹ پر پتھراؤ کرے۔"

"پپ.... پتھراؤ.... ارے جناب.... مم.... میں!"

"یقیناً تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے! اچھا میں تمہیں صرف ایک منٹ کی مہلت دیتا ہوں اپنے حواس درست کر لو۔ پھر گفتگو کرنا۔ اگر اس بار بھی تم نے ہکلا کر گفتگو کی یا بے جوڑ اور مہمل جملے ادا کئے تو تمہارا حشر اچھا نہیں ہو گا۔"

جولیا بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ جسم کا رعشہ پہلے سے زیادہ ہو گیا تھا۔ یک بیک اس نے آواز سے رونا شروع کر دیا.... اور روتی ہوئی بولی۔ وہ مجھے بے حد پریشان .... پریشان کرتا ہے.... جناب لیکن میں نے اس سے یہ نہیں کہا.... پچ.... تھا.... پچ .... کہ وہ عمران کے فلیٹ پر.... پچ پتھراؤ کرے.... پچ پچ پچ....!"

"تم پہلے رونا بند کرو.... پھر بات کرنا....!" اس بار بھی ایکس ٹو کے لہجے میں جولیا نے

نرمی نہیں محسوس کی اور پھر یک بیک وہ اپنی اس کمزوری پر بڑی خفت محسوس کرنے لگی۔

”میں نے.... تنویر سے پیچھا چھڑانے.... کے لئے یہی مناسب سمجھا تھا کہ آپ کی آڑ لی جائے۔ اگر ایسا کرنا آپ کی دانست میں درست نہیں تھا تو میں ہر قسم کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔“

”میں پوچھ رہا ہوں کہ تم نے اس سے کیا کہا تھا۔“

”میں نے کہا تھا کہ آپ کے حکم کے مطابق وہ عمران کو رات بھر سونے نہ دے۔ مقصد یہ تھا کہ عمران اس کی مرمت کردے۔“

”آئندہ ایسا نہ ہونا چاہئے جولیا۔“ ایکس ٹو غرایا۔ ”تم لوگ اپنے معاملات اپنی ذات تک محدود رکھا کرو.... سمجھیں....!“

”جی ہاں.... اب ایسا نہیں ہوگا جناب۔“

”اور اب یہ تمہیں صبح سے پہلے نہیں معلوم ہوسکے گا کہ عمران نے اس کی کیسی درگت بنائی ہے۔ اگر تمہیں اپنی اس حرکت کا انجام دیکھنا ہو تو صبح گرین اسٹریٹ کے مشرقی سرے پر چلی جانا۔“

ایکس ٹو نے سلسلہ منقطع کردیا اور جولیا مسہری پر گر کر ہانپنے لگی۔

بلیک زیرو کوئنس روڈ کے چوراہے پر پہنچ کر رک گیا.... عمران نے اسے صفدر کے متعلق بتا کر سب کچھ سمجھا دیا تھا اور صفدر سے ملاقات ہوجانے پر بلیک زیرو کو ایکس ٹو ہی کا رول ادا کرنا تھا۔

وہ ٹیلی فون بوتھ کی طرف بڑھا.... لیکن بوتھ خالی تھا.... وہ بوتھ میں گھس گیا اور دروازہ بند کرکے ٹارچ نکالی۔ فوراً اس کی نظر کاغذ کے ایک ٹکڑے پر پڑی، جو ریسیور کے کلپ میں پھنسا ہوا تھا۔ اس نے اسے نکال لیا۔ کاغذ پر تحریر تھا۔

”میں ایک آدمی کا تعاقب کررہا ہوں۔

ص“

یہ صفدر سچ مچ کافی چالاک ہے.... بلیک زیرو نے سوچا.... اب وہ بوتھ سے نکل آیا تھا.... وہ پھر اپنی کار میں آبیٹھا.... چونکہ صفدر سے ملاقات ہوجانے کی صورت میں اُسے ایکس ٹو کا رول ادا کرنا تھا۔ اس لئے اس کے چہرے پر سیاہ نقاب بھی موجود تھا اور فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر

جھکا لیا تھا....

کار کوئینس روڈ کی اٹھارویں عمارت کی طرف روانہ ہوگئی.... لیکن وہ عمارت تو بالکل تاریک پڑی تھی کسی جگہ ہلکی سی روشنی بھی نہیں نظر آئی۔ یہاں کی عمارتیں ایک دوسری سے کچھ فاصلے پر تھیں اور شائد ہی کوئی ایسی عمارت رہی ہو جس میں پائیں باغ نہ رہا ہو....! بلیک زیرو نے اپنی کار اٹھارویں عمارت کے برابر والی گلی میں موڑ دی.... اور اسے عمارت کی پشت پر لے آیا۔ دفعتاً ہیڈ لائیٹس کی روشنی چار آدمیوں پر پڑی جو جانوروں کی طرح لڑ رہے تھے لیکن اسے خاموش ہنگامہ ہی کہنا چاہئے کیونکہ اُن میں سے کسی کے بھی حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ان میں بلیک زیرو کو صفدر کی جھلک بھی نظر آئی۔

روشنی پڑتے ہی چاروں منتشر ہوگئے تھے اور بلیک زیرو کار اُن پر چڑھا لے گیا اور پھر ان کے قریب پہنچ کر انجن بند کر دیا۔

"خبردار جو جہاں ہے وہیں ٹھہرے!" اُس نے ایکس ٹو کی آواز کی نقل کی۔

"میرے ہاتھ میں ریوالور ہے اور تم سب اس کی زد پر ہو۔"

"دوسروں کے ساتھ ہی صفدر نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے۔ لیکن ٹھیک اسی وقت عمارت کے کسی گوشے سے ایک پتھر آکر بلیک زیرو کے اس ہاتھ پر لگا جس میں ریوالور تھا۔

ریوالور دور جا پڑا.... اور بلیک زیرو نے کار سے باہر چھلانگ لگا کر ریوالور پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تینوں اس پر آ ٹوٹے.... صفدر پتہ نہیں کس الجھن میں تھا کہ ایکس ٹو کی آواز نہیں پہچان سکا۔ ورنہ بلیک زیرو تو اس کی آواز کا بہت ہی کامیاب نقال تھا۔

بلیک زیرو نے جم کر اُن کا مقابلہ کیا۔ لیکن اب وہ بھی خاموش ہو گیا تھا۔ صفدر تھوڑی دیر تک تو الگ کھڑا رہا مگر پھر یک بیک وہ بھی اس لڑائی میں شریک ہو گیا۔ پتہ نہیں معاملات کی نوعیت اس کی سمجھ میں آگئی تھی یا چونکہ کچھ دیر پہلے وہ ان تینوں سے بھڑ رہا تھا اس لئے اب پھر موقع غنیمت جان کر دوبارہ ان پر ٹوٹ پڑا تھا۔

ذرا سی دیر میں وہ تینوں بھاگ نکلے لیکن عمارت سے پھر کسی قسم کی دخل اندازی نہیں ہوئی.... بلیک زیرو اور صفدر بھاگنے والوں کے پیچھے دوڑے.... مگر یہاں اندھیرا تھا.... وہ دوبارہ دور نہیں گئے تھے کہ انہوں نے کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔

وہ رک کر مڑے.... کوئی بلیک زیرو کی کار اڑا لے جانے کی فکر میں تھا۔ بلیک زیرو پلٹ پڑا۔ صفدر نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ شائد اس نے ابھی تک یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ بھی انہیں لوگوں میں سے کوئی ہوگا۔ مگر چونکہ دونوں ایک دشمن کے خلاف لڑ چکے تھے اس لئے غیر شعوری طور پر صفدر اس نامعلوم آدمی کے لئے اپنائیت سی محسوس کرنے لگا تھا۔

کار کچھ دور چل کر رک گئی تھی اور وہ دونوں کسی دوڑتے ہوئے آدمی کے قدموں کی آوازیں سن رہے تھے۔

"دھوکا....!" بلیک زیرو بڑبڑایا۔ "وہ دونوں کار کے قریب پہنچ گئے تھے۔ بلیک زیرو کی کار خالی تھی.... لیکن انجن بند نہیں کیا گیا تھا۔"

"اوہ.... یہ اسی لئے کیا گیا تھا کہ ہم ان کا تعاقب نہ کر سکیں۔" صفدر نے کہا۔

"آؤ بیٹھو!" بلیک زیرو نے پھر ایکس ٹو کے سے انداز میں کہا۔

"ارے.... آپ ہیں!" صفدر یک بیک اچھل پڑا۔

بلیک زیرو ہنس کر بولا۔ "اب پہچانا ہے تم نے۔"

"جی ہاں.... جناب! میں نہیں پہچان سکا تھا۔"

"خیر چھوڑو.... آؤ.... پیچھے بیٹھ جاؤ۔"

صفدر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔

"تعاقب کا خیال رکھنا۔" بلیک زیرو نے کہا۔ "یہ لوگ کافی چالاک معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں جناب! جی ہاں یہ لوگ کافی چالاک ہیں.... غالباً یہ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں! میں نے کراسنگ کے بوتھ سے جولیا کو فون کیا تھا۔ اسی کے خیال دلانے پر میں نے آہستہ سے بوتھ کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ حقیقتاً ایک آدمی باہر دروازہ کے سامنے ہی موجود تھا.... مجھے دروازہ کھولتے دیکھ کر وہ آگے بڑھ گیا! چونکہ جولیا کو قدرتی طور پر میری دوسری کال کا انتظار ہوتا لیکن کال نہ ہونے پر وہ لازمی طور پر کسی نہ کسی کو اس بوتھ کی طرف بھیجتی! اس لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس آدمی کا تعاقب شروع کرنے سے پہلے کوئی تحریر بوتھ میں چھوڑ دوں جس سے میری تلاش میں وہاں آنے والوں کو حالات کا علم ہو جائے اور انہیں تشویش میں نہ مبتلا ہونا پڑے.... وہ آدمی بہت آہستہ آہستہ کوئینس روڈ پر چل رہا تھا۔ اس لئے مجھے وہاں تحریر چھوڑنے

کا موقع مل گیا.... وہ آدمی اٹھارویں عمارت کے برابر والی گلی میں مڑ گیا تھا! لیکن جیسے ہی میں عمارت کی پشت پر پہنچا دو آدمی مجھ پر ٹوٹ پڑے.... اور پھر وہ تیسرا بھی پلٹ پڑا.... اب میری سمجھ میں آیا کہ میرے لئے دراصل چوہے دان تیار کیا گیا تھا۔"

"خیر ختم کر دیا....!" بلیک زیرو نے بحیثیت ایکس ٹو کہا۔ "تم نے حتیٰ الامکان کافی جدوجہد کی ہے! اَب یہ اتفاقات ہی تو ہیں! دیکھو میں بھی دھوکا کھا گیا! یہ بات فوراً ہی سمجھ میں نہیں آئی کہ کار اڑا لے جانے والی دھمکی محض اسی حد تک تھی کہ ان بھاگتے ہوئے آدمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے.... آہا.... دیکھو پیچھے نظر رکھنا۔"

"میں دیکھ رہا ہوں جناب!"

"تم دونوں گدھے ہو!" دفعتاً صفدر کے پیروں کے پاس سے آواز آئی اور صفدر اچھل پڑا.... دوسرے ہی لمحے میں ان کے دونوں ہاتھ جیبوں میں چلے گئے ایک ریوالور کے دستے پر پڑا اور دوسرا ٹارچ پر لیکن ٹارچ کی روشنی میں اس نے اپنے پیروں کے پاس جو کچھ بھی دیکھا وہ ناقابل یقین تھا۔ ایک دو بالشت کا برہنہ بچہ پڑا ہاتھ پیر پھینک رہا تھا اور اس کی آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

دفعتاً اس کے ہونٹ ہلے اور کسی بالغ مرد کی سی آواز آئی۔ "میں سپار سیا کا باشندہ ہوں.... سپار سیا جسے تم لوگ زہرہ کہتے ہو.... میرے تین دوستوں کو ابھی ابھی تم لوگ کافی پریشان کر چکے ہو.... میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ اس چکر میں نہ پڑو ورنہ ہم تمہارے اس سیارے ریامی کو جسے تم زمین کہتے ہو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔

بلیک زیرو نے کار روک کر اندر کا بلب روشن کر دیا اور اس عجیب و غریب بچے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

"تم جو کوئی بھی ہو اپنی ان حرکتوں سے باز آؤ اور اس بوڑھے سے کہو کہ سرخ پیکٹ کو پہلی فرصت میں سمندر میں ڈال دے۔ اس طرح سمندر کی پیاس بجھ جائے گی ورنہ پیاسا سمندر تمہاری بستیوں پر چڑھ دوڑے گا اور یہ سیارہ ریامی.... اس طرح اس عظیم خلاء میں ریزہ ریزہ ہو جائے گا جیسے پانی کا بلبلہ چشم زدن میں ٹوٹ جاتا ہے اور اس کا نشان بھی نہیں ملتا۔!"

بلیک زیرو اور صفدر نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اس حیرت انگیز بچے کی طرف دیکھنے لگے۔

''اب مجھے اٹھاؤ....اور گاڑی سے باہر پھینک دو....!'' بچے نے کہا۔''ورنہ تم دونوں اس گاڑی سمیت فنا ہو جاؤ گے....میری زندگی اب صرف دو منٹ کی ہے۔''

صفدر نے بالکل مشینی طور پر اُسے گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور پوری قوت سے باہر پھینک دیا وہ کافی فاصلہ پر گرا....لیکن گرتے ہی ایک کان پھاڑ دینے والا دھما کا ہوا....اور ایسی ہی چمک نظر آئی جیسے بم گرا ہو۔عمارتوں کی کھڑکیاں روشن ہوتی چلی گئیں اور لوگوں کی بدحواس قسم کی چیخیں سنائی دینے لگی۔

''اب کھسکو یہاں سے۔'' بلیک زیرو نے کہا ورنہ کسی نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

صبح ہو رہی تھی! عمران کی آنکھیں بوجھل تھیں اور وہ فون پر جھکا ہوا کہہ رہا تھا!''بلیک زیرو کہیں تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا یا تم پچھلی رات طلسم ہوشربا کی ساتویں جلد پڑھتے رہے ہو یا صبح ہوتے ہوتے آنکھ لگ جانے پر خواب میں حجرہ ہائے ہفت بلا تو نظر نہیں آئے۔''

''یقین فرمایئے جناب! میں تنہا نہیں تھا صفدر بھی تھا میرے ساتھ اس پر تو آپ کو بے حد اعتماد ہے۔''

''تم ڈفر ہو بالکل۔اس سے بھلا میں کیسے پوچھ سکتا ہوں جب کہ تم پچھلی رات ایکس ٹو کا رول ادا کر رہے تھے!''

''عمران صاحب کی حیثیت سے پوچھ لیجئے!''

''اچھا....میں نے یقین کر لیا!'' عمران نے ایک طویل سانس لی۔

''مگر جناب! میں خود بھی حیرت میں ہوں کہ وہ بچہ کیسا تھا! سپارسیا کیا بلا ہے۔ریامی کس چڑیا کا نام ہے۔اس نے کہا تھا....جی ہاں زہرہ ہی کہا تھا۔یعنی وہ زہرہ کا باشندہ تھا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ زہرہ والوں نے اپنے سیارے کو سپارسیا کا نام دے رکھا ہے۔''

''کیا فضول بکواس شروع کر دی تم نے۔ارے ڈفر وہ کسی قسم کا ٹرانس میٹر رہا ہوگا۔''

''میں نہیں مانوں گا۔ہرگز نہیں!'' بلیک زیرو نے کہا۔''صفدر کا بیان ہے کہ اسکے ہاتھ میں گرم گرم گوشت ہی تھا۔اس نے اُسے گردن سے پکڑ کر اٹھایا تھا اور اس وقت بھی وہ بچوں کی طرح ہاتھ پیر پھینک رہا تھا۔''

''پلاسٹک کے جتنے پتلے کہو بنا کر تمہیں دے سکتا ہوں۔وہ تمہیں گوشت ہی گوشت معلوم ہوں گے۔''

''مگر آپ انہیں زندگی نہیں بخش سکتے۔'' بلیک زیرو نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''اس مشینی دور میں یہ ناممکن نہیں ہے۔تم اسے زندگی نہیں کہہ سکتے!وہ کسی قسم کا میکنزم ہی رہا ہوگا!یہ مصنوعی سیاروں کا دور ہے بلیک زیرو....کیا کبھی تمہارے وہم میں بھی یہ بات تھی کہ آدمی کے بنائے ہوئے سیارے زمین کے گرد چکر لگائیں گے۔''

''آپ کچھ بھی کہئے لیکن....!''

''تم مطمئن نہیں ہوسکو گے!دیکھو....وہ تو صرف بچہ تھا تم کافی گرانڈیل واقع ہوئے ہو میں تمہیں اٹھا کر پٹختا ہوں لیکن اگر دھما کہ نہ ہوا تو میں تمہیں قتل ہی کر دوں گا۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''شائد اسی دھماکے کے ساتھ تمہاری تقدیر بھی پھوٹ چکی ہے۔عقل کو اپنی جگہ پر لاؤ ورنہ میں کوئی دوسرا قدم اٹھاؤں گا۔''

''ویسے آپ رات کو دن کہیں تب بھی مجھے اس سے انکار نہیں ہوگا۔''بلیک زیرو نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ایڈیٹ....!''عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

کچھ دیر بعد سر سلطان کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔اسے کچھ دیر انتظار بھی کرنا پڑا کیونکہ سر سلطان باتھ روم میں تھے۔تقریباً دس منٹ بعد وہ اُن سے گفتگو کر سکا۔

''آپ نے کیا کیا....!''عمران نے پوچھا۔

''اوہ....!رحمان صاحب نے پچھلی رات خود بھی فون کیا تھا!میں نے انہیں سمجھا دیا ہے کہ وہ تم سے نہ الجھیں اور ٹیکسی ڈرائیور ان کے حوالے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ سیکرٹ سروس والوں نے اُسے کسی مسئلے پر پوچھ گچھ کرنے کے لئے روک لیا ہے....!اور تم آج کل سیکرٹ سروس والوں کے لئے کام کر رہے ہو!''

''سرخ ڈبے کا تذکرہ آیا تھا۔''عمران نے پوچھا۔

''ہاں لیکن انہوں نے اسکے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا!یہی کہتے رہے کہ وہ ان کا ایک نجی معاملہ ہے۔''

''اُس ڈبے کے لئے بہتیرے ناکردہ گناہ بھی برباد ہوسکتے ہیں!''

''کیا مطلب....!''

عمران نے پچھلی رات کی داستان من وعن دُہرا دی۔

''نہیں....!عمران تم نشے میں تو نہیں ہو۔''

''آپ جانتے ہیں کہ نشے سے مجھے دلچسپی نہیں ہے۔''

''پھر یہ کیا بکواس تھی۔''

''حقیقت تھی.... اور اس کی تصدیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ دولت نگر کے باشندوں سے اس دھماکے کے متعلق پوچھا جائے۔''

''آہا.... ٹھہرو کیا یہ واقعہ دولت نگر ہی میں پیش آیا تھا۔''

''جی ہاں....!''

''تب پھر مجھے اس دھماکے کی اطلاع مل چکی ہے مگر عمران تمہاری کہانی پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔''

''اچھی بات ہے تو اب میں بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھوں گا۔ لیکن.... اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی! آپ ڈیڈی کو مجبور کیجئے کہ وہ اس پیکٹ کا راز ظاہر کر دیں۔ آپ انہیں مجبور کر سکتے ہیں کیونکہ جس چیز سے نقصِ امن کا خطرہ ہو اُسے نجی قرار دے کر قانون کی زد سے نہیں بچایا جا سکتا۔''

''ہاں! میں اِسے تسلیم کرتا ہوں مگر تمہاری کہانی.... سوال یہ ہے کہ اگر یہ کہانی محض اُس ڈبے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ہی گھڑی گئی ہو تو۔''

''تب بھی یہ کوئی ایسی بُری بات نہ ہوگی کیونکہ میری نیک نیتی پر آپ شبہ نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے کہ میں ایک جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہوں.... اور یہ تو آپ جلد ہی دیکھ لیں گے کہ اس کہانی میں کتنی حقیقت تھی۔''

''تمہارا کیا خیال ہے.... اُس ڈبے میں کیا ہوگا۔''

''اگر مجھے یہی معلوم ہوتا تو آپ کو کیوں تکلیف دیتا اور پھر یہ ڈیڈی کا معاملہ ہے۔ اس لئے آپ کو تکلیف دی جا رہی ہے ورنہ ایسے معمولی کام اپنے انتہائی گدھے قسم کے ماتحتوں سے لے لیتا ہوں! میں نہیں چاہتا کہ ڈیڈی کی شان میں مجھ سے کوئی گستاخی ہو جائے۔''

''بڑے سعادت مند نظر آ رہے ہو آج کل۔!''

''ہمیشہ سے ہوں جناب! مگر انہیں کیا پڑی ہے کہ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کی قیمت گوشت پوست کے آدمیوں سے زیادہ ہے۔''

''باپ بیٹوں کے جھگڑے میرے لئے بڑے تکلیف دہ ہوتے ہیں!''

''اس لئے آپ خیال رکھیئے کہ شفیق باپ ہونا اولاد کی بہتری کے لئے بہت ضروری ہے!''

''ارے تم مجھے تعلیم دینے بیٹھے ہو!'' سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا!

''آ گیا غصہ.....! اسی کو آن کہتے ہیں جناب اور یہی چیز بچوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ اگر کسی بچے کا مشورہ آپ کے ذاتی تجربات پر بھاری ہو تو اسے خود بھی تولنے کی کوشش کیجئے! اسے رد کر کے آپ بچے کو غلط راہوں پر ڈال دیتے ہیں!''

''میں نے ابھی ناشتہ نہیں کیا! صبح ہی صبح مجھ سے جھگڑا نہ کرو''! سر سلطان نے خفت آمیز ہنسی کے ساتھ کہا۔

''اچھی بات ہے جناب! براہ کرم اس ڈبے.....!''

''میں انتہائی کوشش کروں گا.....!'' سر سلطان نے کہا اور عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

تنویر بوکھلا کر اٹھ بیٹھا کیونکہ اُس نے کسی عورت کی چیخیں سنی تھیں اور آنکھیں کھلتے ہی اُسے شدید ترین بدبو کا بھی احساس ہوا تھا! وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ایک بوڑھی عورت قریب ہی کھڑی ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔

''لاش.....لاش.....!''

لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے! اور تنویر نے محسوس کیا کہ وہ سڑک کے کنارے ایک ایسے بڑے ڈرم میں کھڑا ہوا ہے جس میں لوگ کوڑا کرکٹ اور غلاظت پھینکتے ہیں۔

اچانک وہ اتنا نروس ہو گیا تھا کہ ڈرم سے باہر نکلنا بھی بھول گیا۔

غلاظت کے ڈرم کے گرد بھیڑ اکٹھی ہو گئی تھی اور لوگ تنویر سے استفسار کر رہے تھے.....! لیکن تنویر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دے.....اگر وہ میلے کچیلے اور گھٹیا قسم کے لباس میں ہوتا تو نچلے طبقے کے شرابیوں کی سی حرکتیں کرنے کی کوشش کرتا.....مگر وہ تو بہترین قسم کے سوٹ میں تھا.....اور صورت سے بھی کسی بڑی پوزیشن کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

اس کی بوکھلاہٹ پر لوگوں کا اضطراب اور زیادہ بڑھ رہا تھا.....وہ جلد سے جلد اس کے متعلق معلوم کرنا چاہتے تھے۔ دفعتاً ایک سفید فام غیر ملکی بھیڑ ہٹاتا ہوا.....ڈرم کے قریب آیا۔

''آؤ.....!'' اُس نے تنویر کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''تم پریشان معلوم ہوتے ہو!''

اس وقت تنویر کو یہ آدمی رحمت کا فرشتہ ہی معلوم ہوا..... وہ ڈرم سے باہر کود آیا.....لوگ

اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے.... کیونکہ غیر ملکی نے بڑے غصیلے لہجے میں انہیں ڈانٹا تھا۔

تنویر خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ اس کا ہاتھ ابھی تک سفید فام اجنبی کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اُسے ایک شاندار کیڈلاک کے قریب لایا اور اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتا ہوا انگریزی میں بولا۔

"بیٹھ جاؤ۔"

لیکن تنویر کو اس کا لہجہ انگریزوں کا سا نہیں معلوم ہوا تھا.... وہ کار میں بیٹھ گیا.... اور اجنبی دوسری طرف سے اسٹیرنگ کے سامنے آبیٹھا۔ کار چل پڑی۔

"تم مجھے کوئی شریف اور اچھے خاندان کے آدمی معلوم ہوتے ہو!" اس نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا۔

"ایسی حالت میں کیا کہوں؟" تنویر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا بتائے گا۔ ویسے وہ اس کا ممنون ضرور تھا کیونکہ اس نے اسے ایک بہت بڑی الجھن سے نجات دلائی تھی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کن حالات سے دوچار ہو! مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے۔"

"میں.... اپ.... نی.... سوتیلی ماں کے مظالم کا شکار ہوں!" تنویر ہکلایا.... مگر اس بے ساختہ قسم کے جھوٹ پر تنویر کو ندامت بھی ہوئی۔ ویسے جملہ قطعی غیر ارادی طور پر اس کی زبان سے نکلا تھا.... اگر وہ اب اس کی تردید کرتا تب بھی مزید خجالت کا سامنا کرنا پڑتا لہٰذا وہ اپنے اسی بیان کو طول دینے کی کوشش کرنے لگا۔

"میرا باپ بہت مالدار ہے.... ارب پتی سمجھ لو.... اور میں اس کا اکلوتا بیٹا ہوں لیکن میری ماں سوتیلی.... جو لاولد ہونے کی بناء پر مجھ سے دشمنی رکھتی ہے اکثر میرے لئے پریشانیوں کا باعث بنتی رہتی ہے۔ پچھلی رات میں معمول سے زیادہ شراب پی گیا تھا۔ اتنی کہ مجھے ہوش نہ رہا اور اس نے موقع غنیمت جان کر مجھے غلاظت کے ٹب میں پھینکوا دیا۔ وہ اکثر اسی قسم کی حرکتیں کرتی رہتی ہے تاکہ میری بدنامی ہو۔ مقصد یہ ہے کہ میرا دولت مند باپ مجھ سے بیزار ہو جائے.... مجھے محروم الارث کر دے۔ مجھے جو گزر ن ملتا ہے اس سے محروم ہو جاؤں.... کوڑی کوڑی.... کو محتاج ہو جاؤں۔"

"چچ.... چچ....!" اجنبی نے افسوس ظاہر کیا۔ "یہ بہت بُری بات ہے تمہاری عمر کیا ہو گی۔"

"پینتیس سال....!"

"تمہارے باپ کی....!"

"ساٹھ سال....!"

"تمہاری سوتیلی ماں....!"

"زیادہ سے زیادہ.... پچیس سال....!" تنویر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اوہو.... تم سے دس سال چھوٹی.... اور وہ یقیناً بہت حسین ہوگی.... تبھی تو اُس بوڑھے.... نے....!"

"ارے.... اس انداز میں ان کا تذکرہ نہ کرو۔!" تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "تم میرے والدین کی توہین کر رہے ہو....!"

"شو....!" اجنبی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "تم مشرقی لوگ واقعی بڑے بے وقوف ہوتے ہو۔"

"کیوں....؟"

"آخر تمہارے والدین کو تمہاری کتنی پرواہ ہے۔"

"بالکل نہیں....!" تنویر نے ٹھنڈی سانس لی۔

"تم خود اپنے پیروں پر کیوں نہیں کھڑے ہوتے۔"

"کس طرح؟ میں نے اس کے متعلق بہت سوچا ہے.... لیکن میرے پاس میرا نجی سرمایہ نہیں ہے اور کسی کی نوکری مجھ سے ہو نہیں سکے گی کیونکہ میری عادت حکومت کرنے کی ہے۔"

"قدرتی بات ہے.... کیونکہ تم اونچے طبقے سے تعلق رکھتے ہو۔"

"پھر میں اپنے پیروں پر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہوں۔"

"میں بتاؤں گا.... تمہاری مدد کروں گا.... مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے۔ مگر پھر تمہیں اپنے والدین کے پاس واپس نہیں جانے دوں گا۔"

تنویر تذبذب میں پڑ گیا۔

"اچھی بات ہے!" اُس نے کہا۔ "تم مجھے اپنا پتہ بتا دو.... میں آج شام کو تم سے مل لوں گا۔"

"نہیں فی الحال تو تم میرے ساتھ میرے گھر چل رہے ہو۔ تمہیں ناشتہ میرے ساتھ کرنا پڑے گا۔ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ ممکن ہے میری صحبت میں تم بوریت محسوس کرو۔ مگر گھر پر تمہیں جوان لوگ بھی ملیں گے اور تمہاری ساری کوفت ختم ہو جائے گی.... اوہ میرے خدا.... تم ساری رات غلاظت کے اس ٹب میں پڑے رہے تھے۔"

تنویر کچھ نہ بولا۔ بولتا ہی کیا۔۔۔؟

عمران نے فون کا ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے اُس نے اپنے باپ رحمان صاحب کی آواز سنی۔

"یہاں آفس میں آجاؤ۔۔۔!" انہوں نے کہا۔۔۔ لیکن عمران اندازہ نہ کرسکا کہ آواز میں غصہ تھا یا بیزاری۔۔۔ یا پھر وہ ہر قسم کے جذبات سے عاری ہی تھی۔

"کیوں۔۔۔؟"

"تم سے کچھ گفتگو کرنی ہے۔"

"میں کھلے عام آپ سے مل کر کھیل نہیں بگاڑنا چاہتا! مگر بات کیا ہے۔ اشارتاً ہی بتائیے!"

"کچھ نہیں! تم میرے پاس آؤ۔"

"رات کو گھر آؤں گا۔ ورنہ ذرا سی بداحتیاطی بھی مجھے موت کے منہ میں لے جائے گی۔"

"تم دولت نگر والے دھماکے کے متعلق کیا جانتے ہو۔"

"میں نے سنا تھا کہ دھماکہ ہوا تھا بس۔"

"مگر سر سلطان۔۔۔!"

"کسی کا نام نہ لیجئے۔۔۔ میں رات ہی کو آپ سے مل سکوں گا۔"

"اچھی بات ہے!" دوسری طرف سے نرم لہجے میں کہا گیا۔ سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔

عمران نے ریسیور رکھ دیا۔

وہ بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ سلیمان نے پرائیویٹ فون پر کال کی اطلاع دی۔ وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔۔۔ فون پر دوسری طرف جولیانا فٹنر واٹر تھی۔

"ایک بہت ہی خاص قسم کی اطلاع ہے جناب! اس کے عوض آپ مجھے معاف کر دیں گے۔"

"ہوں۔۔۔ کہو!"

"میں آج صبح آپ کے بتائے ہوئے مقام پر گئی تھی۔ وہاں میں نے تنویر کو غلاظت کے ایک ڈرم میں کھڑا پایا۔ اس کے گرد بھیڑ اکٹھا تھی۔"

"اور وہ بے حد خوش نظر آتا ہوگا۔"

"جی ہاں.... بے حد....!" جولیا ہنس پڑی۔

"پہلے بات ختم کرو۔" عمران بحیثیت ایکس ٹو غرایا۔

"جی ہاں.... اُسے وہاں سے ایک سفید فام غیر ملکی اپنی کار میں لے گیا؟"

"کہاں لے گیا؟"

"کوئینس روڈ کی اٹھارویں عمارت میں!"

"تم خواب تو نہیں دیکھ رہی۔"

"بعد کی تفتیش سے ثابت ہوا ہے کہ وہ بوڑھا ہف ڈریک ہی تھا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ تنویر ہی تھا۔"

"آپ کو علم ہی ہوگا کہ عمران نے اسے کہاں ڈالا تھا۔"

"ہاں.... ٹھیک ہے پچھلی رات تنویر بیہوش ہو گیا تھا.... اور عمران اسے کوڑا کرکٹ کے ایک ٹب میں پھینک آیا تھا۔"

"جی ہاں.... اور ہف ڈریک اُسی ٹب سے اس کو نکال کر ساتھ لے گیا ہے۔"

"اس وقت اُس عمارت کی نگرانی کون کر رہا ہے۔"

"خاور....!"

"دولت نگر کے دھماکے کے متعلق تم کیا جانتی ہو۔"

"اوہ.... وہ پُر اسرار دھماکہ.... اُس سے وہاں کی درجنوں عمارتیں کریک ہو گئی ہیں اور زمین پر ایک جگہ ایک غار سا پایا گیا ہے جس کے گرد جھلسنے کے نشانات ملے ہیں۔"

"اور.... کچھ....!"

"دھماکے کے اسباب ابھی تک نہیں معلوم ہو سکے.... ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ کسی قسم کا بم نہیں تھا۔ آتش گیر مادہ کے متعلق وہ بالکل خاموش ہیں! ابھی تک نہیں بتا سکے کہ اس آتشی مادے کی نوعیت کیا تھی۔"

"گڈ.... تمہارا کام اطمینان بخش ہے۔"

"جناب کا بہت بہت شکریہ.... مگر کیا آپ نے مجھے ابھی تک معاف نہیں کیا۔"

"کردیا....!" عمران نے نرم لہجے میں کہا۔ "مگر آئندہ خیال رہے کہ آپس کے معاملات میں میری آڑ کبھی نہ لینا۔ اب مجھے دیکھنا ہے کہ تنویر پر کیا گذری۔"

"صفدر پہلے ہی سے اُس کی فکر میں ہے! میں اُسے تنویر کے متعلق ہدایات دے چکی ہوں۔ میں یہی سوچتی کہ تنویر آپ ہی کی ایماء پر اُس عمارت میں داخل ہوا ہے۔ لیکن تنویر کی حالت سے یہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ بہت پریشان اور کچھ نروس سا نظر آرہا تھا اور پھر میں نے اُسے ٹب سے بھی برآمد ہوتے دیکھا تھا۔ اس سے پہلے ایک بوڑھی عورت اس ٹب میں کوڑا پھینکنے گئی تھی لیکن پھر لاش لاش چیختی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔ اس لئے میں نے یہی اندازہ لگایا کہ ہف ڈریک اور تنویر کی ملاقات محض اتفاقیہ ہی ہوسکتی ہے یا پھر ہم لوگ اس کی نظروں سے پوشیدہ ہی نہ ہوں۔ یعنی وہ یہ جانتا ہو کہ تنویر سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتا ہے اسی لئے میں نے آپ کو اطلاع دیئے بغیر ہی صفدر کو اس کے متعلق ہدایات دے دی تھیں۔"

"گڈ.... میں یہی چاہتا ہوں کہ تم لوگوں میں خود اعتمادی پیدا ہو.... اب میں نے تمہیں بالکل معاف کردیا۔"

"ویسے تمہاری یہ حرکت دلچسپ ضرور تھی.... عمران بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔" عمران ایکس ٹو کی آواز میں ہنسا.... پھر بولا۔

"اب.... تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"صفدر سے جو کچھ بھی معلوم ہوگا.... اس سے آپ کو آگاہ کروں گی! وہ آج کسی نہ کسی طرح اُس عمارت میں داخل ہو جائے گا۔"

"مجھے یقین ہے! وہ بہت چالاک ہے۔ مجھے اپنے بعض ماتحتوں پر فخر ہے۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کردیا۔

کچھ دیر بعد وہ باہر جانے کے لئے لباس تبدیل کر رہا تھا نیچے آکر اس نے کار سنبھالی اور اس طرف چل پڑا۔

تقریباً چار بجے عمران نے دانش منزل سے جولیانا فٹنر واٹر کو فون کیا اور دوسری طرف سے

فوراً ہی جواب ملا۔

"میں کئی بار آپ کو رنگ کر چکی ہوں جناب!"

"میں دانش منزل سے بول رہا ہوں.... کیا خبر ہے۔"

"صفدر وہاں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"کس طرح....!"

"اس نے کسی طرح عمارت کے فون کی لائن خراب کر دی اور پھر محکمہ ٹیلی فون کے مستری کی حیثیت سے عمارت میں داخل ہو گیا.... اور اس وقت تک وہیں ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"وہ وہاں سے واپس نہیں آیا بلکہ عمارت ہی میں چھپ گیا ہے!"

"مگر کیا.... اس نے یہ حرکت محکمہ ٹیلی فون کی وساطت سے کی ہے۔"

"جی ہاں.... میرا خیال ہے کہ وہ کبھی کوئی کام ادھورا نہیں چھوڑتا۔ چونکہ اسے عمارت ہی میں چھپا رہنا تھا.... اس لئے اس نے محکمہ ٹیلی فون کے کسی آفیسر سے گٹھ جوڑ کر کے یہ حرکت کی تھی ورنہ بعد میں اصل مستری کے پہنچنے پر بھانڈا پھوٹ جاتا اور وہ لوگ محتاط ہو جاتے۔"

"واقعی وہ بہت چالاک ہے....!"

"تنویر کا معاملہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آسکا! لہٰذا میں نے اُسے ہدایت کر دی ہے کہ خود کو تنویر پر ظاہر نہ کرے....!"

"جولیا تم سچ مچ بے حد عقلمند ہوتی جا رہی ہو۔" عمران نے کہا۔ "لیکن کیا تنویر وہاں سے نکل آنا چاہتا ہے۔"

"صفدر کا بیان ہے کہ وہ بے حد اکتایا ہوا نظر آتا ہے۔"

عمران نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ تھوڑے توقف کے ساتھ اُس نے اُسے بلیک زیرو کے فون نمبر بتا کر کہا۔ "اب مجھے اس نمبر پر رنگ کرنا۔"

"بہت بہتر جناب!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

آج رات اُسے بے حد مشغول رہنا تھا اسی لئے اُس نے جولیا کو بلیک زیرو کے نمبر بتا دیئے

تھے۔ وہ بحیثیت ایکس ٹو جولیا کی کالیں ریسیو کر کے اطلاعات نوٹ کرتا رہتا اور پھر جب بھی موقع ملتا عمران براہِ راست اس سے معلومات حاصل کر لیتا۔

وہ ساؤنڈ پروف کمرے میں واپس آیا جہاں ٹیکسی ڈرائیور قید تھا۔

"کیوں.... کیا تم خاموش ہی رہو گے۔" عمران غرایا۔

"میں کچھ نہیں جانتا جناب.... اُس کے علاوہ جو کچھ آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔"

"تم ہف ڈریک کو بھی نہیں جانتے....!"

"ہف ڈریک....!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر عمران نے اس کے چہرے کی رنگت زرد ہوتے دیکھی۔ اُس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"اب....!" وہ مضمحل آواز میں بولا۔ "اگر آپ نے مجھے چھوڑ بھی دیا تو یہ میرے لئے بالکل فضول بلکہ انتہائی خطرناک ہوگا۔"

"کیوں....؟"

"اگر آپ ہف ڈریک تک پہنچ گئے ہیں اور اُسے کسی طرح اس کا علم ہو گیا تو وہ یہی سمجھے گا کہ آپ کی معلومات کا ذریعہ میں ہی ہوں۔ پھر نتیجہ جو کچھ بھی ہوگا ظاہر ہے۔"

"کیا نتیجہ ہوگا۔"

"وہ لوگ مجھے پاتال سے بھی نکال کر قتل کر دیں گے.... وہ ایسے ہی خطرناک لوگ ہیں۔"

"تو تم ایسی صورت میں خود کو یہاں محفوظ تصور کرتے ہو۔"

"اُسی وقت تک جب تک ان لوگوں کی رسائی یہاں تک نہ ہو۔"

"یہاں ان کی رسائی ناممکن ہے۔"

"تب میں اپنی بقیہ زندگی اس چوہے دان ہی میں بسر کر دینا بہتر سمجھوں گا۔"

"لیکن ان کے متعلق کچھ بتانا بھی پسند نہ کرو گے۔"

"جو کچھ بھی مجھے معلوم ہے ضرور بتاؤں گا.... وہ انتہائی پراسرار اور حیرت انگیز لوگ ہیں اور انہیں کسی کی پرواہ بھی نہیں ہے۔ میں آپ کو ان کے متعلق اپنی معلومات کی حد تک بتا بھی دوں تو آپ ان کے خلاف ثبوت نہیں مہیا کر سکیں گے۔ مجھے یقین ہے!"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "ان کے پاس حیرت انگیز چیزیں ہیں! چیزوں سے مراد ہے سائنٹیفک ایجادات اور میں ابھی تک یہ معلوم نہیں کر سکا کہ وہ کس ملک کے جاسوس ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ ویسے ان دنوں ان کی توجہ کا مرکز ڈاکٹر داور کی ایٹمی تجربہ گاہ بنی ہوئی ہے۔"

عمران نے ایک طویل سانس لے کر پلکیں جھپکائیں۔

اوہ وہ کہتا رہا۔ "وہ لوگ چوروں کی طرح تجربہ گاہ میں داخل ہو کر کوئی چیز تلاش کرتے ہیں! ڈاکٹر داور کو شبہ ہو گیا ہے اس لئے وہ آج کل راتیں بھی تجربہ گاہ ہی میں گذارتا ہے۔ لیکن یہ لوگ اس کی موجودگی میں بھی تجربہ گاہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کے پاس ایک چھوٹی سی مشین ہوتی ہے جس کے ذریعہ باہر ہی سے تجربہ گاہ کے اندر ایک قسم کی بے رنگ و بو گیس منتشر کر دیتے ہیں۔ بس اندر جو کوئی بھی موجود ہو اس گیس کے اثر سے اُس کا سو جانا لازمی ہو جاتا ہے.... ایک دن ان کی کوئی چیز تجربہ گاہ میں گر گئی تھی جس کا احساس انہیں اس وقت نہیں ہو سکا لیکن جب وہ چیز ایک سرخ رنگ کے پیکٹ میں رکھ کر محکمہ سراغ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل کو بھجوائی گئی تو انہیں اس کا علم ہو گیا اور وہ اُسے حاصل کر لینے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ چیز ڈاکٹر داور نے اپنے اس شبہے کے تحت ڈائریکٹر جنرل کو بھجوائی تھی کہ تجربہ گاہ میں کوئی نامعلوم آدمی پراسرار طور پر داخل ہو کر ان کی مشینوں کا جائزہ لیتا ہے۔"

"وہاں گر جانے والی چیز کیا تھی۔" عمران نے پوچھا۔

"ایسی ہی تھی کہ ڈاکٹر داور جیسے سائنٹسٹ کی سمجھ میں بھی نہیں آ سکی تھی۔"

"اوہ.... بولو.... بھی کیا چیز تھی۔"

"نام میں بھی نہیں جانتا۔ لیکن میں نے اُسے دیکھا ضرور ہے اور اس کے استعمال سے بھی واقف ہوں۔ مگر مجھے شائد ان کی لاعلمی میں اس کا استعمال معلوم ہو گیا تھا۔ ورنہ شائد وہ تو مجھے اس کی ہوا بھی نہ لگنے دیتے۔ آج بھی مجھ سے انہیں یہی توقع ہو گی کہ اگر میں اس سرخ پیکٹ کو حاصل کر سکا تو اسے کھولے بغیر ہی ان تک پہنچا دوں گا۔"

"ٹھہرو....!" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہ سامنے والی دیوار پر ایک سبز رنگ کا بلب روشن ہوتے اور بجھتے دیکھ رہا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ آپریشن روم میں فون پر کسی کی کال آئی تھی۔ وہ اُسے انتظار کرنے کا اشارہ کرتا ہوا ساؤنڈ پروف کمرے سے باہر نکل گیا۔

سنہری لڑکی نے شمی کی پیشانی پر بوسہ دیا اور نے گراز میں جا بیٹھی۔ آج بھی اُس نے اس کا دل توڑ دیا تھا۔ یعنی اس کے ساتھ اس کے گھر جانے پر تیار نہیں ہوئی تھی۔ شمی کو بڑا افسوس تھا۔ آج بھی وہ نوکروں کو بنگلے سے ٹال دینے میں کامیاب ہو گئی تھی اور سارے انتظامات مکمل تھے۔

آج پھر سنہری لڑکی نے باتوں ہی باتوں میں سارا وقت ختم کر دیا تھا اور پھر یک بیک چونک کر بولی تھی کہ اب اُسے واپس چلا جانا چاہئے.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے سیارے کے کسی ویران حصے میں جا پڑے۔ شمی دور ہٹ گئی۔ نے گراز زمین سے صرف ایک گز بلند ہو کر معلق ہو گیا۔ شمی حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتی رہی.... دفعتاً وہ پھر زمین پر گرا اور لڑھکتا ہوا سمندر میں جا پڑا۔

شمی نے ٹارچ روشن کی اور گرتی پڑتی کنارے کی طرف بھاگی۔ لیکن پانی کی سطح پر کچھ بھی نہ نظر آیا۔ البتہ بڑی بڑی لہروں کا دائرہ دور تک پھیل رہا تھا۔

تو وہ غرق ہو گئی.... شمی نے سوچا اور بُری طرح کانپنے لگی! ٹارچ اب بھی روشن تھی اور روشنی کا دائرہ پانی کی سطح پر تھا۔ شمی کا دل بھر آیا اور اس کے گالوں پر موٹے موٹے قطرے ڈھلکنے لگے۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ دھاڑیں مار مار کر روئے لیکن اس نے اپنے ذہن کو قابو میں رکھا۔

وہ سوچ رہی تھی کہ اس سنہری لڑکی کے لئے کیا کرے.... کیا وہ اب اسے دوبارہ نہیں ملے گی۔ کبھی نہیں.... نہ جانے کیوں! اس کا تصور بھی اُس کے لئے بڑا تکلیف دہ تھا۔ آخر وہ اس کی تھی کون۔ کیا خون کا کوئی رشتہ تھا.... پھر؟

وہ وہیں خیالات میں کھوئی رہی! ٹارچ اب بھی روشن تھی اور روشنی کا دائرہ پانی کی سطح پر تھا۔ دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ کوئی تیرتا ہوا کنارے کی طرف آرہا ہے۔ شمی کا دل دھڑکنے لگا اور پھر وہ ڈر گئی کیونکہ وہ ایک عجیب قسم کا سمندری جانور تھا۔ ایک بہت بڑے کیکڑے سے مشابہ.... پھر وہ پوری طرح ٹارچ کی روشنی کے حیطۂ عمل میں آگیا۔

اور دوسرے ہی لمحہ میں شمی کا دل خوشی سے ناچ اٹھا کیونکہ آنے والے نے اپنے چہرے سے حفاظتی نقاب ہٹا دیا تھا.... یہ سنہری لڑکی تھی۔ مگر اس کے چہرے سے بدحواسی ظاہر ہو رہی

تھی۔ شمی بے اختیار اُس سے لپٹ گئی۔

پھر اُس نے اس کی سسکیاں سنیں! سنہری لڑکی کسی ننھی سی بچی کی طرح رو رہی تھی۔

"چلو.... خدا کے لئے اب تو چلو! میرا خیال ہے کہ تمہاری اڑنے والی مشین غرق ہو گئی۔" شمی نے کہا۔ لیکن لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا اور شمی کی دانست میں دیتی بھی کیسے کیونکہ اس کے کانوں پر کپل ٹیگاز کے ہیڈ فون نہیں تھے۔

شمی اُسے گھر کی طرف کھینچنے لگی.... سنہری لڑکی نے رضامندی نہیں ظاہر کی۔ بلکہ اس کے ساتھ چلتی رہی۔ شمی اُسے بنگلے میں لے آئی.... سیدھی اپنی خواب گاہ میں لیتی چلی گئی۔

سنہری لڑکی بہت زیادہ پریشان نظر آرہی تھی۔ اب وہ رو تو نہیں رہی تھی مگر اس کی آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

شمی نے اشارے سے اُسے غوطہ خوری کا لباس اتارنے کو کہا.... اور سنہری لڑکی اس طرح چونکی جیسے اسے اب احساس ہوا ہو کہ اُس کے جسم پر غوطہ خوری کا لباس موجود ہے۔

اس نے غوطہ خوری کا لباس اتار دیا۔ لیکن اب اس کے جسم پر وہی لباس نظر آرہا تھا جسے دیکھ کر کچھ دن پہلے شمی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھیں اس نے اپنا سلیپنگ گاؤن اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ شمی سوچ رہی تھی کہ اب وہ اُس کا غم کیسے بٹائے گی۔ کیونکہ خیالات کی ترجمانی کرنے والی مشین کپل ٹیگاز اب اس کے پاس نہیں ہے.... بیچاری لڑکی۔ شمی کا دل پھر بھر آیا۔ لیکن وہ کوشش کر رہی تھی کہ آنسو نہ نکلیں۔ سنہری لڑکی سر جھکائے بیٹھی تھی۔

دفعتاً وہ غوطہ خوری کا لباس الٹنے لگی۔ پھر اس کے استر میں لگے ہوئے ایک جیب سے کپل ٹیگاز کے سیٹ نکالے۔

"اوہو.... یہ بہت اچھا ہوا۔" شمی بے ساختہ بولی۔ "خدا کا شکر ہے کہ تم انہیں بچا لائیں۔"

اس نے جھپٹ کر ایک سیٹ اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ اسے اپنے چہرے اور کانوں پر چڑھا رہی تھی۔

دوسری طرف سنہری لڑکی بھی سیٹ پوزیشن میں لا رہی تھی۔ "میں برباد ہو گئی۔ تباہ ہو گئی! اچھی لڑکی!" اس نے کہا۔

"کیا ہوا.... یہ کیا ہوا تھا۔"

"نے گراز سمندر میں غرق ہو گیا۔اب میرے فرشتے بھی اسے نہیں نکال سکتے۔"

"مگر یہ ہوا کیسے۔"

"اچانک اسمیں کوئی خرابی واقع ہو گئی تھی...اب میں کیا کروں گی۔ میں کیسے واپس جاؤں گی۔"

"میں تمہارے لئے بے حد مغموم ہوں۔پاپا سے کہوں گی وہ تمہیں اپنی بیٹی بنالیں۔"

"ناممکن میں کسی کے سامنے نہیں آسکتی کبھی نہیں۔ میں خود کشی کرلوں گی۔"

"ضد نہ کرو۔"

"کچھ بھی ہو! یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔"

"آخر کیوں!"

"بس یونہی! مجھے اس پر مجبور نہ کرو۔ میرے لئے اب مر جانے کے علاوہ اور کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی۔"

"اچھا اگر.... میں تمہیں دوسروں سے چھپاتی رہوں۔"

"اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ میں کچھ دن اور زندہ رہ سکوں۔"

شمی نے سوچا کہ وہ آہستہ آہستہ اسے راہ پر لے آئے گی۔ فی الحال اس مسئلے پر اُس سے بحث نہ کرنی چاہئے ۔ اسے وہ تہہ خانے یاد آئے جو ڈاکٹر داور نے اس بنگلے میں کچھ ایسے سائینٹیفک طریقے سے بنوائے تھے کہ ان میں گھٹن کا احساس نہیں ہوتا تھا اور مہینوں آسمان دیکھنے کی خواہش کئے بغیر ان میں قیام کیا جاسکتا ہے!وہ تہہ خانے کیوں بنوائے گئے تھے اس کا علم شمی کو نہیں تھا۔

"میں تمہیں اس طرح چھپاؤں گی کہ کسی پرندے کی نظر بھی تم پر نہ پڑ سکے گی۔" شمی نے اس سے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکے گا۔" سنہری لڑکی بولی۔

"نہایت آسانی سے۔" شمی نے کہا۔"اس عمارت کے نیچے بڑے عمدہ تہہ خانے ہیں! تم ان میں یہی محسوس کرو گی کہ اپنے آرام دہ کمرے میں بیٹھی ہوئی ہو۔ وہ ایئر کنڈیشنڈ اور نہ جانے کیا کیا اَلا بلا ہیں۔ بہر حال ان میں گھٹن کا احساس نہیں ہوتا۔ خواہ تم سال ہا سال ان میں قیام کرو۔

سنہری لڑکی شمی کے ہاتھ چومنے لگی۔

رحمان صاحب اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئے لیکن وہاں عمران کو دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ بڑے اطمینان سے آرام کرسی پر دراز تھا۔ رحمان صاحب کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم یہاں کیسے....؟"

"میں تو آپ کے ساتھ ہی آیا تھا۔"

"کیا بکتے ہو! سنجیدگی اختیار کرو! ورنہ۔"

"یقین کیجئے! میں آج کل اتنا سنجیدہ ہوں کہ خود بھی بعض اوقات اپنی عقل پر رونا آتا ہے۔ میں آپ کے ساتھ ہی آفس سے گھر آیا تھا۔"

"بکواس مت کرو۔ مجھے بتاؤ کہ تم کیسے اندر داخل ہوئے ہو۔ عمارت کے گرد فوج کا پہرہ ہے۔ مجھے راستہ بتاؤ.... جدھر سے آئے ہو۔ تاکہ میں وہاں بھی آدمی لگاؤں۔"

"آپ کو میں ہی گھر لایا تھا۔"

"عمران....!"

"یقین نہ آئے تو ڈرائیور سے پوچھ لیجئے گا۔ میں نے آپ کے آفس ہی میں اسے روک دیا تھا۔ وہ اس وقت اطمینان سے وہاں آپریشن روم میں بیٹھا ہوگا اور شائد اس کے سونے کا انتظام بھی ہو جائے۔ ڈاڑھی والے ڈرائیور کا یہی فائدہ ہے میک اپ میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔"

"تم ڈرائیور کے میک اپ میں تھے۔"

"جی ہاں....!"

رحمان صاحب کی آنکھوں سے بے اعتباری مترشح تھی۔ لیکن وہ خاموش ہی رہے۔ عمران کہتا رہا۔ "اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ ہر اس آدمی کی نگرانی ہونے لگتی ہے جو آپ سے ملتا ہے۔ لیکن میں ان لوگوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا جو آپ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

رحمان صاحب خاموشی سے عمران کو گھورتے رہے۔

"ہاں آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"یہ بتانے کے لئے کہ تم گدھے ہو۔"

"یہ میں بچپن ہی سے سنتا آیا ہوں ویسے اگر آپ نے اونٹ یا اود بلاؤ کہا ہوتا تو میں کوشش کرتا، تاکہ مجھے تشویش ہو جائے۔"

"سنو! میں نے یہ کہنے کے لئے بلایا ہے کہ اگر تمہیں اس ڈبے کا راز معلوم ہو جائے تو تم کیا کر سکو گے۔"

"اُس کا راز مجھے معلوم ہو چکا ہے۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ میں نے پیدائش سے اب تک کبھی کوئی ڈھنگ کی بات نہیں کی۔"

"اس لئے تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔ میک اپ کر لینا یا بعض گتھیوں کو سلجھا لینا کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔"

"میرے لئے وہ سرخ پیکٹ بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے! اور میں آپ کو یہی بتانے آیا ہوں کہ اب مجھے اس پیکٹ کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے۔"

"کیوں....؟"

"میں ڈاکٹر داور سے بھی اس کے متعلق معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔"

"اوہ....!" رحمان صاحب کا منہ کھل گیا۔ وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

"تمہیں کیسے علم ہوا....!" میں نے سلطان کو بھی نہیں بتایا۔

"بس ہو گیا علم.... مگر آپ اس سنہرے اسفنج کے متعلق اب تک کیا معلوم کر سکے ہیں۔"

رحمٰن صاحب نے ایک طویل سانس لی۔ یک بیک ان کے خدوخال کا تیکھا پن غائب ہو گیا تھا۔ ان کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور یہی عمران کی سب سے بڑی جیت تھی۔ مسکراہٹ اور رحمٰن صاحب کے ہونٹوں پر.... خصوصاً عمران کے لئے تو انہونی بات تھی۔

"میں اسے ابھی تک نہیں سمجھ سکا!" انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

اور خود بھی بیٹھ گئے۔ عمران بیٹھتا ہوا بولا۔ "اسے نکالئے میں کوشش کروں گا کہ آپ اُسے سمجھ سکیں۔"

رحمان صاحب اٹھ کر چلے گئے۔ انداز سے یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ خالی ہاتھ نہیں واپس

ائیں گے۔ عمران نے چیونگم کا پیکٹ پھاڑا اور ایک پیس منہ میں ڈال کر اُسے آہستہ آہستہ کچلنے لگا۔

کچھ دیر بعد رحمان صاحب واپس آگئے۔

اُن کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سرخ پیکٹ تھا۔

انہوں نے اسے میز پر رکھ دیا.... اور میز کے قریب ایک کرسی کھسکا کر بیٹھ گئے۔

"اجازت ہے۔" عمران پیکٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو!" رحمان صاحب نے پیکٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر داور میرا پرانا دوست ہے۔ وہ نجی طور پر اس سنہرے اسفنج کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ یہ جن لوگوں سے تعلق رکھتا ہے ان کا کھوج نکالا جائے....!"

"جن لوگوں سے یہ تعلق رکھتا ہے وہ بھی میری نظروں میں ہیں۔"

"غیر ذمہ دارنہ گفتگو میں نہیں پسند کرتا۔" رحمان صاحب اُسے گھور کر غرائے۔

"اچھی بات ہے۔ بہر حال آپ ڈاکٹر کے متعلق یہ کہہ رہے تھے کہ وہ اس کی تفتیش فی الحال سرکاری طور پر نہیں کرانا چاہتا۔"

"ہاں۔ لیکن اب یہ سرکاری کیس بن چکا ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا.... آپ مطمئن رہئے۔ میں یہ پیکٹ آپ سے طلب نہیں کروں گا! لیکن آپ کو یہ ضرور بتاؤں گا کہ اس اسفنج کا اپنے پاس رکھنا انتہائی خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کو اس کے کمالات دکھاؤں۔"

"چلو.... جلدی کرو۔ مجھے سونا بھی ہے۔ آج کل میں بڑی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ اوہ... مگر ٹھہرو.... تم نے اس ٹیکسی ڈرائیور سے اس کے متعلق معلومات حاصل کی ہوں گی۔"

"مگر یہی کتنا مشکل کام تھا ڈیڈی کہ میں نے چھ آدمیوں میں سے ایک کو چن لیا اور وہی کام کا آدمی نکلا....!"

"مگر وہ اب کہاں ہے!"

"سیکرٹ سروس والوں کے قبضے میں۔"

"تم ان کے لئے کام کرتے ہو۔"

"جی ہاں....!"

"کیا ملتا ہے!" رحمان صاحب نے بڑی حقارت سے پوچھا۔

"دھکے!" عمران بُرا سامنہ بنا کر بولا۔ "کبھی آپ کی ڈانٹیں.... اور کبھی سوپر فیاض کی لال پیلی آنکھیں....!"

"پھر اس لغویت سے فائدہ....!"

"تجربات حاصل کر رہا ہوں۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

رحمان صاحب صرف دانت پیس کر رہ گئے۔

"ہاں تو پھر اجازت ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"ہوں....!" رحمان صاحب نے ہونٹ بھینچ لئے.... اور دوسری طرف دیکھنے لگے۔ نہ جانے کیوں وہ یک بیک کچھ بیزار سے نظر آنے لگے تھے۔

عمران نے پیکٹ کھول ڈالا۔ اندر سے سنہرے رنگ کے اسفنج کا ایک ٹکڑا برآمد ہوا۔ عمران نے اسے دبا کر دیکھا اور پھر چھوڑ دیا اس نے اسفنج ہی کی طرح دب کر پھر اپنا اصل حجم اختیار کر لیا تھا۔ مگر وہ سونے کا تھا.... سو فیصدی سونے کا۔ عمران نے یہی اندازہ لگایا وہ معمولی اسفنج سے کچھ زیادہ ہی وزنی تھا۔

اب عمران نے مینٹل پیس سے ایک گلاس اٹھایا.... اور کوٹ کے اندرونی جیب سے ایک شیشی نکالی جس میں کوئی سیاہی مائل سیال تھا۔

اس نے شیشی گلاس میں الٹ دی....

"یہ کیا ہے....!" رحمان صاحب نے پوچھا۔

"ایک کمپاؤنڈ جو ایسٹک ایسڈ اور ایمونیا سے تیار کیا گیا ہے!" عمران نے جواب دیا.... اور دوسرے ہی لمحے میں سنہرا اسفنج اٹھا کر گلاس میں ڈال دیا۔

"ارے یہ کیا کیا.... کیوں اسے ضائع کر رہے ہو۔"

عمران نے جواب دیا۔ "اگر اس کا وزن کم ہوا یا اس کی رنگت پر کوئی اثر پڑے تو مجھے یہیں گولی مار دیجئے گا۔"

دفعتاً رحمان صاحب نے دیکھا کہ گلاس سے ہلکے گلابی رنگ کا دھواں اٹھ رہا ہے۔ لیکن اس میں کسی قسم کی بو نہیں تھی.... اور دیکھتے دیکھتے ہی ان کے چہرے پر حیرت کے آثار بھی نظر

آنے لگے کیونکہ اس دھوئیں سے مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ کی آواز آرہی تھی۔

پھر یک بیک کوئی صاف آواز میں بولنے لگا۔ لیکن آواز اتنی ہلکی تھی کہ اس میز سے زیادہ دور تک نہیں پھیل سکتی تھی۔ مگر وہ زبان کون سی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔

رحمان صاحب نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلائے ہی تھے کہ عمران نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا! پھر سنہرا اسفنج گلاس میں سے نکال لیا.... اور اسے نچوڑتا ہوا بولا۔

"کیا آپ کے لئے یہ زبان نئی نہیں تھی۔"

"بالکل نئی....!" رحمان صاحب پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ "مگر یہ کیا بلا ہے۔"

"زہرہ کے باشندوں کا ٹرانسمیٹر۔"

"پھر بکواس شروع کردی تم نے۔"

"ابھی تک کی معلومات ہیں.... زہرہ کے باشندے ہماری زمین کو حرا.... م.... ارر.... ہپ.... ریامی کہتے ہیں اور زہرہ کو سپارسیا....!"

"کیا بک رہا ہے گدھے؟" رحمان صاحب گرجے۔

"ابھی تک کی معلومات اتنی ہی ہیں ڈیڈی.... اگر میں اس میں کوئی نئی چیز پیدا کرسکا تو وہ آپ سے پوشیدہ نہ رہے گی.... اب آپ اس سنہرے اسفنج کے متعلق مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ فرمایئے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ یہ ڈاکٹر داور ہی کے پاس پہنچ جائے، آج صبح اس نے مجھے فون کیا تھا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ مجھ پر ہونے والا حملہ اسی سے متعلق تھا تو اُس نے کہا کہ یہ اُسے واپس کردیا جائے۔"

"میں یہ کام بخوبی انجام دے سکوں گا۔"

"تم ابھی مجھ کو اس کے خطرات سے آگاہ کرچکے ہو۔"

"جی ہاں! میں آپ کا سایہ اپنے سر پر قائم رکھنا چاہتا ہوں اس لئے عرض کیا تھا۔ ویسے میرا سایہ آج تک کسی کتے کے پلے کے سر پر بھی نہیں پڑسکا.... اس لئے میرا معاملہ الگ ہے....!"

"کیا بکتا ہے....!"

عمران پیکٹ کو اٹھا کر جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ "اب آپ اجازت دیجئے کہ میں آپ کی کار آپ کے آفس تک لے جاؤں وہاں سے ڈرائیور اسے واپس لائے گا۔"

"لے جاؤ.... مگر دیکھو....!" رحمان صاحب کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئے۔

"جی ہاں....!"

"کچھ نہیں.... دراصل.... میں یہ اسفنج کسی دوسرے ذریعہ سے بھجوا دوں گا۔"

"اس سے بہتر ذریعہ اور کیا ہو گا کہ اسی بہانے سے ڈاکٹر داور کا اعتماد حاصل کر سکوں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ریامی کے باشندے سپارسیا والوں سے ڈر جائیں گے۔ ارے میں زہرہ میں ہی جا کر اپنا بزنس اسٹارٹ کروں گا۔ ملیح آباد کے آموں کے قلم لے جاؤں گا.... امرود الٰہ آبادی کے قلم.... اور.... اَب اجازت دیجئے۔"

"عمران میں پھر سمجھاتا ہوں کہ تم اس چکر میں نہ پڑو.... یہ انتہائی خطرناک لوگ معلوم ہوتے ہیں! اُسی ایکس ٹو کو بھگتنے دو۔"

"ہائیں آپ ایکس ٹو کو جانتے ہیں!"

"نہیں! صرف اتنا جانتا ہوں کہ ان لوگوں کا چیف ایکس ٹو کہلاتا ہے۔"

"بڑا بھیانک آدمی ہے ڈیڈی!" عمران احمقانہ انداز میں آنکھیں نچا کر بولا۔

"ہو گا....!" رحمان صاحب کے لہجے میں لاپروائی تھی۔

"اچھا ڈیڈی.... اب میں دوبارہ میک اپ کروں گا۔ لہٰذا اجازت دیجئے۔"

"جاؤ....!" رحمان صاحب مردہ سی آواز میں بولے۔

عمران باہر نکل گیا۔ رحمان صاحب نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا تھا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے سر اٹھایا اب وہ بے حد مغموم نظر آرہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان کے چہرے پر کبھی سختی کے آثار نظر ہی نہ آئے ہوں۔

صفدر کوئینس روڈ کی بیسویں عمارت کی چھت پر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا پھر رہا تھا۔ وہ برآمدے کی چھت پر تھا اور سینے کے بل رینگتا ہوا کمروں کے روشندانوں میں جھانکتا پھر رہا تھا۔ کمروں کی چھت برآمدے کی چھت سے تقریباً تین فٹ اونچی تھی.... اس لئے وہ روشندانوں سے بخوبی کمروں کے اندر کا حال دیکھ سکتا تھا.... اسے دراصل تنویر کی تلاش تھی۔

ایک کمرے میں وہ مل ہی گیا۔ مگر تنہا نہیں تھا۔ دو خوبصورت لڑکیاں اس کے قریب ہی بیٹھی ہوئی قہقہے لگا رہی تھیں۔ تنویر بھی ہنس رہا تھا۔ سامنے میز پر شراب کی بوتلیں گلاس اور سائیفن رکھے ہوئے تھے۔ تنویر کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ نشے میں ہے۔

لڑکیاں اسے چھیڑ چھیڑ کر خود بھی ہنس رہی تھیں اور اُسے بھی ہنسا رہی تھیں۔ ویسے صفدر اس وقت بھی یہی محسوس کر رہا تھا کہ تنویر کسی الجھن میں ہے۔

"تو پھر چلو گے میرے ساتھ۔" ایک لڑکی نے تنویر سے پوچھا۔

"یہ.... یہ.... بب بہت مشکل ہے۔" تنویر ہکلایا.... "بات دراصل یہ ہے کہ میں.... کبھی.... لڑکیوں کے ساتھ باہر.... نہیں نکلا! مجھے شرم آتی ہے۔"

"کیا شرم آتی ہے۔!" لڑکی نے اُسے غصیلے لہجے میں پوچھا۔ جیسے تنویر نے اُسے گالی دی ہو۔

"سس.... سمجھنے کی کوشش کرو۔" تنویر انگلی اٹھا کر بولا۔ "میں بچپن ہی سے الگ تھلگ رہا ہوں.... اس لئے لڑکیوں سے مجھے شرم آتی ہے۔"

"تو تم اس وقت شرما رہے ہو....!"

"ہاں.... اَم....!"

دفعتاً دو آدمی صفدر پر ٹوٹ پڑے.... صفدر غافل تھا۔ اس لئے پہلے تو وہ اس پر چھا ہی گئے.... لیکن صفدر آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں تھا۔ وہ اچھل کر دور جا کھڑا ہوا اور دوسرے ہی لمحہ میں ریوالور نکال کر بولا۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

"جیسے ہی ہم اپنے ہاتھ اٹھائیں گے نیچے سے تمہیں گولی ماردی جائے گی۔" ایک نے کہا۔ "تم چار رائفلوں کی زد پر ہو۔ بہتر یہی ہے کہ ریوالور نیچے ڈال دو۔"

دفعتاً صفدر نے نیچے گر کر ان میں سے ایک پر فائر کر دیا۔ وہ چیخ کر گرا.... اور دوسرا آدمی بوکھلا کر دوسری چھت پر کود گیا۔ لیکن نیچے سے ایک بھی فائر نہ ہوا.... صفدر نے سوچا کہ اب یہاں ٹھہرنا حماقت ہی ہوگی۔

وہ تیزی سے اس طرف آیا جہاں ایک لتر کے سہارے وہ اوپر آیا تھا.... وہ لتر کی مضبوط جٹائیں پکڑ کر دوسری طرف جھول گیا.... پھر زمین پر پہنچنے میں اُسے بدقت تمام تیس سیکنڈ لگے ہوں گے۔

لیکن اتنی ہی سی دیر میں اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا گیا تھا.... لیکن شائد وہ لوگ ابھی تک اسے دیکھ نہیں پائے تھے۔ البتہ "لینا.... پکڑنا.... جانے نہ پائے....!" کا شور دور دور تک پھیل رہا تھا۔

ویسے اگر اُن میں سے کوئی بھی ٹارچ روشن کر لیتا تو صفدر کسی خارش زدہ گیدڑ کی طرح مارا جاتا اور اس پر اتنی گولیاں پڑتیں کہ اس کا جسم چھلنی ہو کر رہ جاتا۔ صفدر زمین پر پڑا ہوا کسی تیز رفتار سانپ کی طرح پھاٹک کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ روش کی دونوں طرف گلاب کی کیاریاں تھیں۔ گنجان اور اونچے پودوں کی وجہ سے وہ محفوظ رہا۔

مگر پھاٹک پر تو تین آدمی پہلے ہی سے موجود تھے.... صفدر رک گیا۔ وہ اب بھی اندھیرے ہی میں تھا.... نہ جانے کیوں اُن لوگوں نے پھاٹک کی روشنی بھی گل کر دی تھی۔

دفعتاً ایک بڑا سا پتھر صفدر کے ہاتھ آ گیا.... اس نے دوسرے ہی لمحے میں اسے نوکروں کے کوارٹر کی طرف اچھال دیا.... وہ صبح ہی دیکھ چکا تھا کہ ان کوارٹروں میں ٹین کے سائبان تھے پتھر ایک زوردار چونکا دینے والی آواز کے ساتھ کسی سائبان پر گرا.... اور پھاٹک پر نظر آنے والے تینوں آدمی بے تحاشہ دوڑتے ہوئے کوارٹر کی طرف چلے گئے۔

بس پھر صفدر پھاٹک کے باہر تھا.... اندر کا شور برابر جاری رہا۔

عمران ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ کے قریب پہنچ چکا تھا! لیکن اُسے علم تھا کہ وہ آسانی سے اندر نہیں داخل ہو سکے گا کیونکہ چہار دیواری کے پھاٹک پر پٹھان چوکیداروں کی پوری فوج رہا کرتی تھی۔

یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ رحمان صاحب کے حوالے سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا۔ وہ باہر رحمان صاحب کا نام بھی نہیں لینا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ عمارت کی پشت ہی پر کوئی راستہ تلاش کیا جائے۔ آخر وہ پراسرار آدمی تجربہ گاہ میں کیسے داخل ہوتے ہوں گے۔ پھاٹک کی طرف سے تو ان کی رسائی ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ سوچ کر اس نے پھاٹک کی طرف جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

وہ تجربہ گاہ کی عمارت کی پشت کی جانب جارہا تھا۔ ادھر تھوڑے ہی فاصلے پر سمندر کی لہریں ساحل سے ٹکراتی تھیں۔ مگر یہ لہریں سست رو تھیں اس لئے ان کے ٹکراؤ سے رات کا سناٹا مجروح نہیں ہورہا تھا۔

اچانک عمران چلتے چلتے رک گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے قریب ہی کہیں دو آدمی لڑ پڑے ہوں.... غراہٹ کسی آدمی ہی کی تھی اور اسے غیر ارادی ہی کہا جاسکتا تھا کیونکہ وہ زیادہ بلند نہیں ہوتی تھی۔

اس نے جیب سے ٹارچ نکالی.... اور اس کا رخ آواز کی سمت ہوگیا۔ روشنی کا دائرہ دو آدمیوں پر پڑا جو ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک کے جسم پر غوطہ خوری کا لباس تھا۔ اس شخص کا چہرہ حفاظتی نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ دوسرا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی اور بال الجھے ہوئے تھے لباس جگہ جگہ سے پھٹ گیا تھا۔ گو اس وقت اس کی حالت ابتر تھی لیکن پھر بھی وہ نچلے طبقے کا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا اور اس کے لڑنے کے انداز سے بھی یہی ظاہر ہورہا تھا کہ وہ محض اپنی جسمانی قوت کی بناء پر جما ہوا ہے۔ لڑائی بھڑائی کا تجربہ نہیں رکھتا جیسے ہی ان پر ٹارچ کی روشنی پڑی غوطہ خور اچھل کر پیچھے ہٹ گیا اور اسی وقفے میں اس نے ریوالور بھی نکال لیا تھا.... مگر عمران بھی غافل نہیں تھا پہل اس سے ہی ہوئی۔

اس کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور غوطہ خور کا ریوالور دور جاگرا.... ادھیڑ آدمی زمین پر پڑا ہانپ رہا تھا۔

خوطہ خور نے دوسرے ہی لمحے میں پانی میں چھلانگ لگادی.... اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے غائب ہوگیا۔ عمران نے جھپٹ کر ادھیڑ آدمی کو زمین سے اٹھایا.... اٹھتے وقت اس کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکل گئی تھی۔

عمران نے اس کے قریب ہی غوطہ خوری کا لباس پڑا ہوا دیکھا اور الجھن میں پڑ گیا۔

"وہ...وہ....!" ادھیڑ آدمی ہانپتا ہوا بولا.... "مجھے زبردستی غوطہ خوری کا لباس پہنانا چاہتا تھا۔"

"آپ کون ہیں....!" عمران نے پوچھا۔

"اوہ.... میں.... میں....!" ادھیڑ آدمی خاموش ہوگیا۔

"ہاں.... کہئے.... آپ کون ہیں اور وہ کون تھا۔ میرا خیال ہے کہ میں ٹھیک ہی وقت پر پہنچا ہوں۔"

"مم.... میں ڈاکٹر داور ہوں!" اس آدمی نے عمارت کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اس تجربہ گاہ کا انچارج۔"

"اوہ....!" عمران اسے گھورنے لگا.... پھر اس نے غوطہ خوری کا لباس اٹھالیا۔

"آپ کا میں شکر گذار ہوں۔" ڈاکٹر داور نے کہا۔

"اور میں آپ ہی سے ملنا چاہتا تھا...." عمران بولا۔ "مجھے رحمان صاحب نے بھیجا ہے۔"

"اوہ.... تو آؤ.... آؤ.... اِسے پانی میں پھینک دو۔ یہ لباس اُسی کے پاس تھا۔"

"آپ چلئے جناب....!" عمران نے لباس کو اپنے بائیں ہاتھ پر سنبھالتے ہوئے کہا۔ "مجھے رحمان صاحب نے بھیجا ہے.... اس لئے میں اس لباس کو پانی میں نہیں پھینک سکوں گا۔"

ڈاکٹر داور آگے بڑھ گئے وہ تجربہ گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ عمران ان کے پیچھے چلتا رہا مگر ڈاکٹر داور کا رخ پھاٹک کی طرف نہیں تھا۔ وہ نرکل کی جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر رک گئے اور عمران کی طرف مڑ کر بولے.... "چلے آؤ۔"

عمران ان کے ساتھ ہی جھاڑیوں میں گھس پڑا.... دیوار سے ملا ہوا اُسے ایک زینہ نظر آیا۔ دونوں اوپر چڑھتے چلے گئے۔

اوپر پہنچ کر وہ ایک چھوٹی سی کھڑکی میں داخل ہوئے اور عمران بولا۔ "غالباً.... وہ لوگ اسی راستے سے داخل ہوئے ہوں گے۔ یہ خطرناک ہے۔"

"قطعی خطرناک نہیں ہے۔ یہ راستہ بھی اندر ہی سے بنایا جا سکتا ہے۔ زینے.... میکنزم پر ہیں.... یہ دیکھو باہر کھڑکی سے۔"

عمران نے باہر دیکھا.... زینے اٹھتے ہوئے اوپر کی طرف جا رہے تھے.... اور ڈاکٹر داور کا ہاتھ دیوار پر لگے ہوئے ایک سوئچ بورڈ پر تھا۔ زینے چھت پر جا کر غائب ہو گئے۔

"اور اب یہ کھڑکی بھی جا رہی ہے.... پیچھے ہٹ آؤ....!"

عمران پیچھے ہٹا ہی تھا کہ دیوار برابر ہو گئی۔ اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"مگر آپ اِدھر گئے کیوں تھے؟"

"مجھے شبہ ہوا تھا کہ پانی کی سطح پر کوئی غیر معمولی چیز ہے۔"

"پھر بھی آپ کو تنہا نہ جانا چاہئے تھا۔"

"میں پاگل ہو جاتا ہوں جب یہ شبہ ہو جائے کہ کوئی میری دریافتوں پر ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔ آج کل حالات ایسے ہی ہیں۔ مگر تمہیں رحمان نے کیوں بھیجا ہے۔ تم کون ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ پہلے لباس تبدیل کر لیں۔"

"نہیں تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ پھٹا ہوا لباس میری شخصیت میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔"

"آپ زخمی ہیں! میں آپ کے جسم پر گہری خراشیں دیکھ رہا ہوں۔"

"ارے بھئی۔ تم بتاؤ کہ رحمان نے تمہیں کیوں بھیجا ہے۔"

"میں آپ کا سرخ پیکٹ واپس لایا ہوں۔"

عمران بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ ڈاکٹر داور سے غیر سنجیدہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"لاؤ....!" ڈاکٹر داور کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

"مگر میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں کیونکہ میں نے اس سنہرے اسفنج پر ایک تجربہ کیا تھا، جو سو فیصد کامیاب رہا۔"

"تجربہ.... تم نے.... کامیاب رہا....!" ڈاکٹر داور نے رک رک کر حیرت سے کہا، پھر یک بیک چونک کر بولے۔

"لاؤ پیکٹ کہاں ہے!"

"اوہ.... پیکٹ.... جی ہاں.... یہ رہا۔" عمران نے پیکٹ نکال کر اُن کی طرف بڑھا دیا۔

انہوں نے اسے کھول کر دیکھا اور دوبارہ بند کرتے ہوئے عمران کی آنکھوں میں دیکھنے لگے۔

عمران بالکل احمق نظر آرہا تھا۔ سو فیصدی....! ڈاکٹر داور نے اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے انہیں یقین نہ آیا ہو کہ رحمان صاحب نے کسی ایسے بیوقوف آدمی پر اعتماد کر لیا ہوگا۔

"تم نے اس پر کیا تجربہ کیا تھا....!"

"بس کیا تھا....! آپ کے سامنے بھی کر سکتا ہوں.... بس ایسٹیک ایسڈ اور لکویڈ ایمونیا کا کمپاؤنڈ مجھے منگوا دیجئے۔"

یہ ایک کشادہ کمرہ تھا.... اور یہاں چاروں طرف دیواروں پر بڑے بڑے چارٹ اور نقشے

نظر آرہے تھے.... یہاں ان کی موجودگی عمران کی سمجھ میں نہ آسکی۔

ایک طرف ایک بڑی میز بھی تھی جس کے گرد چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر داور نے سوئچ بورڈ پر نظر آنے والے بٹنوں میں سے ایک پر انگلی رکھ دی اور عمران سے بولے۔ ''بیٹھ جاؤ'' پھر انہوں نے پوچھا۔ ''ہاں دونوں کی مقدار۔''

''ایک ایک اونس کافی ہوں گے....'' عمران نے جواب دیا۔

ڈاکٹر داور نے سوئچ بورڈ کے بٹن سے انگلی ہٹائی تھی کچھ دیر بعد ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

ڈاکٹر داور نے پیڈ پر کچھ لکھا اور کاغذ پھاڑ کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

اس آدمی کے چلے جانے کے بعد عمران نے کہا۔ ''کیا آپ اس آدمی کے متعلق بتا سکیں گے جو آپ کو غوطہ خوری کا لباس پہنانا چاہتا تھا۔''

''اُسکے متعلق میں کیا بتا سکوں گا؟ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ مجھے بھی غوطہ لگانے پر مجبور کرتا۔''

''تب پھر کسی نہ کسی پر آپ کو شبہ ضرور ہو گا۔''

''مجھے تو آج کل ساری دنیا پر شک ہے! اسے فی الحال الگ رکھو! یہ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کسی ملک کے جاسوس میرے مشاغل پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ میں تم سے اس تجربے کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہوں! پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا رحمان صاحب سے کیا تعلق ہے۔''

''فی الحال اتنا ہی سمجھئے کہ میری وساطت سے رحمان صاحب یہ پیکٹ آپ تک پہنچانا چاہتے تھے۔''

''لیکن تم نے اسے راستے ہی میں کھول ڈالا۔'' ڈاکٹر داور نے ناخوشگوار لہجے میں کہا ''اور یہی نہیں بلکہ اب مجھے کسی تجربے کی کہانی بھی سنانے والے ہو۔''

''آپ اس سنہرے اسفنج کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے؟''

''صرف اسی حد تک کہ وہ کن لوگوں سے تعلق رکھتا ہے!''

''سپارسیا کے باشندوں سے۔'' عمران آہستہ سے بولا۔

''سپارسیا!'' ڈاکٹر داور نے پلکیں جھپکائیں۔

''جی ہاں....! زہرہ والے زہرہ کو سپارسیا کہتے ہیں.... اور ہماری زمین کو ریامی کہتے ہیں!''

''کیا بکواس کر رہے ہو تم....!''

''کمپاؤنڈ آجانے دیجئے! میں ثابت کروں گا۔''

"میں کہتا ہوں تم نے رحمان صاحب کی اجازت حاصل کئے بغیر پیکٹ کھولا ہی کیوں!"

"اوہو.... یہ تجربہ تو میں نے ان کے سامنے ہی کیا تھا۔"

"سچی بات کہہ دو۔" ڈاکٹر داور اسے گھورتے ہوئے بولے۔

"فون موجود ہے۔" عمران نے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف اشارہ کیا۔ "اگر آپ کو رحمان صاحب کے نمبر نہ یاد ہوں تو میں بتادوں!"

ڈاکٹر داور کی آنکھوں سے الجھن مترشح تھی! نہ انہوں نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور نہ کچھ بولے.... لیکن وہ عمران کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔

اتنے میں وہی آدمی ایک بیکر میں منیشکر کے تیزاب اور رقیق نوشادر کا مرکب لایا۔ بیکر میز پر رکھ دیا گیا.... آدمی ڈاکٹر داور کے اشارے پر باہر جاچکا تھا۔

"اب آپ خود ہی اس اسفنج کو اس میں ڈال دیجئے۔"

"یقیناً....!" ڈاکٹر داور نے میز کی دراز میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ پھر اُس میں سے ان کا ہاتھ خالی نہیں نکلا.... اس میں ریوالور تھا اور ریوالور کا رخ عمران کی طرف تھا۔

"میں اس ٹکڑے کو اس مرکب میں ڈالنے جارہا ہوں۔" انہوں نے گونجیلی آواز میں کہا۔ "لیکن ایسا کرنے سے یہ ضائع ہو گیا تو میں بے دریغ تم پر فائر کردوں گا۔"

"مگر یہ کس قسم کا انصاف ہو گا ڈاکٹر صاحب! ضائع یہ ہو گا اور آپ گولی مجھے ماریں گے۔"

ڈاکٹر داور نے اسفنج مرکب میں ڈال دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ان کا ریوالور والا ہاتھ خود بخود میز پر گر گیا۔ ریوالور بھی غالباً بے خیالی ہی میں ان کے ہاتھ سے الگ ہو گیا تھا۔

وہ میز پر دونوں ہاتھ ٹیکے.... بیکر سے نکلنے والے ہلکے گلابی دھوئیں کو حیرت سے گھور رہے تھے۔ بھنبھناہٹ کی آواز آہستہ آہستہ کسی نامعلوم زبان کے الفاظ میں تبدیل ہوتی جارہی تھی۔

پھر اُن کے ہونٹ ہلے ہی تھے کہ عمران نے انگلی اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ کچھ دیر بعد عمران نے اس میں سے اسفنج نکال کر دوبارہ پیکٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اس میں سے ایک رتی بھی ضائع ہوا تو یقیناً مجھے گولی مار دیجئے۔"

"تم کون ہو لڑکے....!" ڈاکٹر داور نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بس ایک طالب علم۔ مجھے ایسی چیزوں سے دلچسپی ہے۔"

"آخر تم نے کس بناء پر یہ تجربہ کر ڈالا تھا۔"

"بس یونہی....!"

"ٹھہرو....!" ڈاکٹر داور نے کہا اور فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگے لیکن عمران کا اندازہ بھی غلط نہیں نکلا کیوں کہ انہوں نے رحمان صاحب ہی کو مخاطب کیا! وہ تقریباً تین منٹ تک گفتگو کرتے رہے اور یہ گفتگو عمران ہی کے متعلق تھی... ریسیور رکھ کر ڈاکٹر داور مسکرائے۔

"تو تم.... عمران ہو!"

"جج.... جی ہاں....!" عمران کچھ اس انداز میں بوکھلا کر بولا جیسے یک بیک اٹھ کر بھاگ نکلے گا۔

"مگر بیٹے! اس تجربے کا خیال کیسے آیا تھا تمہیں!"

"پتہ نہیں....! مجھے خود بھی حیرت ہے۔"

"میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا....!"

"خیر.... ہاں.... ابھی آپ نے جو آوازیں سنی تھیں ان کے متعلق کیا خیال ہے۔"

"کیا خیال ظاہر کروں جب کہ وہ زبان میرے لئے ناقابل فہم تھی.... فرنچ، جرمن اطالوی، روسی، اسپینی اور پرتگالی زبانوں سے میں واقف ہوں.... یہ ان میں سے تو ہرگز نہیں تھی.... میرا خیال ہے وہ سرے سے کوئی زبان ہی نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ زبانی اشارے رہے ہوں.... اوہ کیا اسی بناء پر تم سیاروں کے قصے لے بیٹھے تھے۔ نہیں بچے.... تم نہیں سمجھ سکتے۔ یہ سائنٹیفک فراڈ کا دور ہے۔"

"سائنٹیفک فراڈ....!" عمران نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں.... میں اسے سائنٹیفک فراڈ ہی کا دور کہوں گا۔ اب یہ جو مصنوعی سیاروں کا چکر چل رہا ہے یہ کیا ہے؟ کیا یہ ایک بین الاقوامی فراڈ نہیں ہے۔ کیا آج تک ان کے متعلق صحیح معلومات حاصل ہو سکی ہیں۔ ویسے ان کے دو ہی مقصد ہو سکتے ہیں.... اس میدان میں اپنی برتری جتا کر دوسروں کو مرعوب کرنا یا دوسروں کو دھوکے میں ڈال کر کسی مہلک ترین حربے کا تجربہ کرنا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان مصنوعی سیاروں کی گردش کے بھی وہی اسباب ہیں، جو کائناتی سیاروں کی گردش کے ہیں! کبھی نہیں۔ یہ مصنوعی سیارے زمین کی قوت کشش کی حدود کے اندر ہیں۔ لہٰذا ان کی گردش کا انحصار خود انہیں کے میکنزم پر ہو سکتا ہے اور میں نے تو ان سیاروں کو خلاء میں رکتے بھی

دیکھا ہے.... یہ دراصل وائرلیس کے ذریعہ کنٹرول کئے جاتے ہیں اور جہاں سے کنٹرول کئے جاتے ہیں وہیں ایک ایسا رڈار بھی موجود ہے جس پر ان کی گذر گاہ واضح ہوتی رہتی ہے۔"

"لیکن ایسا کوئی رڈار بنانا بہت مشکل کام ہے جس پر ساری دنیا کی فضا کی سراغرسانی ہو سکے!" عمران نے کہا۔

"یقیناً مشکل ہے.... مگر ناممکن نہیں....اور ایسا رڈار بنانے کا ذریعہ اڑن طشتریاں بنی ہیں، جو پچھلے کئی برسوں سے دنیا کے مختلف حصوں میں دیکھی جاتی رہیں تھیں!"

"میں نہیں سمجھا.... جناب!"

"آؤ.... میرے ساتھ آؤ.... میں تمہیں سمجھاؤں گا! مجھے خوشی ہے کہ تم اس طرح میرے ہاتھ لگ گئے میں نے پہلے ہی تمہارے تذکرے سنے ہیں!"

ڈاکٹر داور عمران کو اپنی تجربہ گاہ کے ایک ایسے حصے میں لائے جہاں چاروں طرف مختلف قسم کی مشینیں نظر آ رہی تھیں اور چھت سے کچھ نیچے برقی تاروں کا جال سا بچھا ہوا تھا۔

لیکن عمران تو شیشے کے اس پائپ کو بغور دیکھنے لگا تھا جس کا قطر تقریباً ایک فٹ ضرور ہوگا.... اور یہ پائپ ایک میز سے شروع ہو کر چھت تک چلا گیا تھا۔ بلکہ عمران کا اندازہ تو یہ تھا کہ وہ چھت سے بھی گذر گیا ہوگا۔ میز کی سطح پر پائپ کے احاطے کے اندر کوئی چیز جو فٹ بال سے مشابہ تھی رکھی ہوئی تھی اس کا سائز بھی معمولی فٹ بال سے زیادہ تھا اور اس کی رنگت بھی براؤن ہی تھی۔

"آؤ.... اِدھر آؤ...." ڈاکٹر داور نے ایک مشین کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! عمران چپ چاپ ان کے قریب چلا گیا۔ ڈاکٹر داور کہہ رہے تھے۔ "کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں تم پر اعتماد نہ کروں۔ مجھے علم ہے کہ تم اس سے پہلے بھی بعض غیر ملکی جاسوسوں کو قانون کے حوالے کر چکے ہو۔ میں تمہیں ایک محبِ وطن کی حیثیت سے جانتا ہوں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ اس مشین پر دھندلے شیشے کی ایک بڑی اسکرین دیکھ رہا تھا جس پر سیاہ رنگ کی لکیروں اور نقطوں کی مدد سے کسی قسم کا چارٹ بنایا گیا تھا۔

"یہ ہے میرا تجرباتی رڈار.... جو فی الحال ماڈل کی حیثیت سے آگے نہیں بڑھ سکا! عالمی فضائی رڈار کے مقابلے میں اس کی وقعت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ بہر حال.... میں

تمہیں یہ سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ عالمی رڈار کیسے بنائے جاسکتے ہیں.... اور ان پر مقامات کا صحیح تعین کیسے کیا جاسکتا ہے....!"

اور اُدھر دیکھو....!

ڈاکٹر داور نے شیشے کے پائپ کی طرف اشارہ کیا۔ "اسے میرا مصنوعی سیارہ سمجھ لو....! وہ جو ایک فٹ بال قسم کی چیز نظر آرہی ہے میں اسے وائرلیس سے کنٹرول کرتا ہوں!"

"مگر یہ راکٹ کیسا ہے....!" عمران نے شیشے کے پائپ کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ....!" ڈاکٹر داور کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "یہ راکٹ نہیں ہے.... بلکہ وہ راستہ ہے جس سے گذر کر یہ سیارہ فضا میں بلند ہوتا ہے.... اس کا فاصلہ سطح زمین سے اتنا زیادہ نہیں ہوتا جتنا اُن سیاروں کا ہوتا ہے جو آج کل بعض ممالک کی طرف سے فضا میں پھینکے جارہے ہیں۔ اس لئے راکٹ اس کے لئے غیر ضروری ہے اور میرا یہ رڈار بھی صرف اسی شہر کی فضا سے متعلق ہے.... ٹھہرو.... میں آج اس پر بعض نئے مقامات کا اضافہ کروں گا تاکہ تم اسے سمجھ سکو!" مشین کے اوپر ہی دیوار پر ایک فون نصب تھا ڈاکٹر داور نے ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولے "ہیلو.... ارشاد.... پانچ منٹ کے اندر اندر سب کو اطلاع دے دو میں فلک پیما چھوڑنے جارہا ہوں.... سب اپنے اپنے ٹرانسمیٹروں پر چلے جائیں اور چاروں طرف نظر رکھیں.... آج میں کچھ نئے راستے بناؤں گا! اس لئے ان کی گاڑیاں بھی تیار رہنی چاہئیں!" ریسیور رکھ کر وہ پھر عمران کی طرف متوجہ ہوگئے۔

"پانچ منٹ بعد میں اسے چھوڑوں گا!" انہوں نے فٹ بال نما چیز کی طرف اشارہ کیا۔ "تم اس اسکرین پر بھی نظر رکھنا اور اس پر بھی۔"

عمران بے چینی سے کلائی کی گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً اس نے چونک کر کہا "ڈاکٹر صاحب! ہم اُس غوطہ خوری کے لباس کو وہیں چھوڑ آئے ہیں۔"

"وہ وہیں رہے گا۔"

"میں مطمئن نہیں ہوں۔"

"اگر غائب ہی ہوگیا تو کیا ہوگا۔"

"ایک بہت بڑا نقصان! میں عرصہ سے یہ محسوس کررہا تھا کہ ہمارے سمندروں میں کسی قسم

کی کوئی غیر معمولی حرکت ہو رہی ہے آخر وہ آدمی آپ کو غوطہ لگانے پر کیوں مجبور کر رہا تھا۔"

"آہا.... میں تو اس کے متعلق بھول ہی گیا تھا۔ ہاں یہ بات قابل غور ہے۔ مجھے اسے ضرور اہمیت دینی چاہئے! مگر عمران میرا ذہن اس بُری طرح الجھا رہتا ہے کہ میں بہتیری اہم باتیں بھول جاتا ہوں مگر وہ میرے کاموں سے متعلق نہیں ہوتیں! اپنے کام تو مجھے ذرا ذرا سی تفصیل سمیت ہر وقت یاد رہتے ہیں! اچھا ٹھہرو۔ ابھی تھوڑی دیر بعد ہم اس مسئلے پر بھی غور کریں گے کہ وہ غوطہ لگانے پر کیوں مجبور کر رہا تھا۔"

ڈاکٹر داور نے خاموش ہو کر اُسی مشین کا ایک بٹن دبایا اور اس کے ایک سطح گوشے پر ایک جال دار خانہ سا ابھر آیا.... ڈاکٹر داور نے اس کے قریب منہ لے جا کر کہا۔ "ہیلو.... ہیلو.... کیا تم لوگ تیار ہو۔"

"تیار ہیں!" خانے سے بیک وقت کئی آوازیں آئیں۔

دوسرے ہی لمحے میں عمران نے دھندلے شیشے کی اسکرین کو روشن ہوتے دیکھا۔ پھر جیسے ہی ڈاکٹر داور نے دوسرے بٹن پر ہاتھ رکھا فٹ بال نما چیز شیشے کے پائپ میں آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگی۔ ڈاکٹر داور نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔

اب عمران کو اسکرین پر ایک ننھا سا متحرک اور چمکدار نقطہ نظر آ رہا تھا اور یہ نقطہ ایک سیاہ لکیر پر حرکت کر رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے فٹ بال نما چیز شیشے کے پائپ کے سرے پر پہنچ کر غائب ہو گئی۔

"اب تم اپنی نظر اسکرین ہی پر رکھو۔ یہ متحرک نقطہ دیکھو اب یہ اس لکیر پر آ گیا ہے.... یعنی میرا مصنوعی سیارہ اب اپنے راستے پر لگ گیا ہے۔ لیکن ابھی روشن نہیں ہوا.... اس کی روشنی سرخ ہوتی ہے تاکہ یہ عام آدمیوں کو کوئی غبارہ معلوم ہو.... جیسے ہی یہ روشن ہو گا اسکرین پر رینگنے والا نقطہ بھی اپنی رنگت تبدیل کر دے گا۔ یہ ابھی سرخ ہو جائے گا۔ تجربہ گاہ سے دور نکل جانے پر ہی ایسا ہو سکے گا۔"

ڈاکٹر داور کا ہاتھ مشین کے ایک پیچ پر تھا۔ جس کی شکل کسی کار کے اسٹیئرنگ سے بہت مشابہ تھی اور اس اسٹیرنگ نما پیچ کے گرد شیشے کا ایک روشن ڈائیل تھا.... اُس ڈائیل پر ہندسے بھی تھے اور مختلف قسم کے نشانات بھی.... جب بھی ڈاکٹر داور اس اسٹیئرنگ نما پیچ کو گردش

دیتے ڈائیل پر ایک سوئی حرکت کرتی نظر آنے لگتی۔

"اب پھر اسکرین کی طرف دیکھو.... متحرک نقطہ اپنی رنگت تبدیل کرنے جا رہا ہے۔"

یک بیک وہ نقطہ سرخ ہو گیا اور ٹھیک اُسی وقت مشین کے گوشے پر ابھرے ہوئے جالی دار خانے سے آواز آئی۔ "روشن ہو گیا ہے جناب!"

"اب وہ کہاں ہے....!" ڈاکٹر داور نے کہا۔

"پورٹ ٹرسٹ بلڈنگ پر....!" خانے سے آواز آئی۔

"ٹھیک ہے۔" ڈاکٹر داور بولے.... "اب اُس پر نظر رکھو کہ وہ کہاں جاتا ہے.... میں اسے راستے سے ہٹا رہا ہوں۔

ڈاکٹر داور نے اسٹیئرنگ نما پہیے کو گردش دی اور ڈائیل کی سوئی ایک چوکور نشان پر آرکی۔ ادھر اسکرین پر عمران نے دیکھا کہ سرخ نقطہ سیاہ لکیر سے ہٹ کر اسکرین کے سادہ حصے کی طرف رینگنے لگا ہے۔

ڈاکٹر بھی اب اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک پنسل تھی۔

"اب کہاں ہے....!" انہوں نے بلند آواز میں کہا۔

"ٹھیک ایگل ٹاور پر....!" آواز آئی اور ڈاکٹر داور نے پنسل کی نوک متحرک نقطے پر رکھ دی۔ ویسے نقطہ رینگ کر اس کے نیچے سے نکل گیا تھا اور بدستور آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا اسکرین کے اوپر ہی کے حصے کی طرف جا رہا تھا.... ڈاکٹر نے جہاں پنسل کی نوک رکھی تھی وہاں ایک گہرا نشان لگایا.... اور پھر اسٹیئرنگ نما پہیے پر ہاتھ رکھ دیا۔

اسکرین پر سرخ نقطہ پھر پنسل سے لگائے ہوئے نشان کی طرف واپس آ رہا تھا۔

"اب کہاں ہے...." ڈاکٹر داور نے پوچھا.... نقطہ پنسل کے نشان کے قریب پہنچ رہا تھا۔

"ٹھیک.... ایگل ٹاور پر.... جناب.... وہ کچھ دور جا کر پھر پلٹ آیا ہے۔"

"ٹھیک ہے....!"

"اس کے بعد بھی ڈاکٹر داور اسکرین کے مختلف حصوں سے سرخ نقطے کو پنسل کے نشان پر لائے اور ہر بار یہی اطلاع ملی کہ وہ "ایگل ٹاور" پر ہے اس کے بعد ہی نقطے کی رنگت پھر تبدیل ہو گئی اور اب وہ چمکنے لگا تھا۔

"ہمارا سیارہ تاریک ہو گیا۔" ڈاکٹر داور بڑبڑائے اور انہوں نے ابھرے ہوئے خانے کی طرف منہ لے جا کر کہا۔ "کام ختم ہو گیا۔"

پھر بٹن دباتے ہی خانہ ہلکی سی آواز کے ساتھ اندر چلا گیا اور مشین کا وہ گوشہ مسطح نظر آنے لگا۔ چمک دار نقطہ اب اسکرین کی لکیروں ہی پر چل رہا تھا پھر وہ اُس سیدھی لکیر پر آ گیا جس پر وہ شیشے کے پائپ سے گذر جانے کے بعد نظر آیا تھا.... عمران کی نظر پائپ کی طرف اٹھ گئی کچھ دیر بعد فٹ بال نما سیارہ پائپ میں نظر آیا.... وہ آہستہ آہستہ نیچے آ رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر رک گیا اور مشین کی اسکرین تاریک ہو گئی۔

"تم نے دیکھا۔"

"شاندار....!" عمران محویت سے چونک کر بڑبڑایا۔

"اس طرح اڑن طشتریوں کی مدد سے ایک عالمی فضا نما رڈار تیار کیا جا چکا ہے اور اس رڈار پر مقامات کا صحیح تعین بھی ہو چکا ہے۔ مثلاً فرض کرو.... اچانک تمہارے شہر پر ایک چمکدار اڑن طشتری نظر آئی اور یہاں سے تجربہ کرنے والوں کو اس کی اطلاع دی گئی۔ بس دوسری طرف ان کے رڈار پر تمہارے شہر کے مقام پر نشان لگا دیا گیا....!"

"میں سمجھ رہا ہوں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اڑن طشتریاں راز بنی رہیں، ان کے سلسلے میں دنیا کے بڑے سائنسدان بھی چکر میں پڑے ہوئے ہیں.... زیادہ تر ایسی باتیں سننے میں آتی تھیں کہ وہ کسی دوسرے سیارے کے ایروپلین ہیں.... چونکہ اس وقت اڑن طشتریوں کو راز ہی میں رکھنا تھا اس لئے اڑن طشتریاں اڑانے والے ممالک کی طرف سے بھی افواہیں ہی پھیلائی جاتی رہیں.... جب وہ ایسا رڈار بنانے میں کامیاب ہو گئے تو علی الاعلان اس رڈار کا تجربہ کیا جانے لگا.... اس کے لئے مصنوعی سیاروں کی آڑ لی گئی.... خیر ختم کرو.... ہاں اب ہم اُن لوگوں کے متعلق گفتگو کریں گے، جو مختلف اوقات میں یہاں پُراسرار طور پر داخل ہو کر کچھ تلاش کرتے رہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ سیارہ....!"

"نہیں.... یہ سیارہ ان لوگوں کے لئے وقعت رکھے گا، جو پیغام رسانی کے لئے ایسے عجیب و غریب ذرائع رکھتے ہوں!" ڈاکٹر داور نے ایک طویل سانس لی اور پھر بولے۔ "وہ سنہرا اسفنج

انتہائی حیرت انگیز ہے اور تم اُسے ایک مخصوص قسم کا ٹرانسمیٹر ہی سمجھ سکتے ہو۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں سمجھتا ہوں انہیں جس چیز کی تلاش ہے!" ڈاکٹر داور مسکرائے۔ "مگر وہ انہیں یہاں نہیں ملے گی.... عمران وہ ایک ایسی دریافت ہے جس کا علم میرے علاوہ فی الحال اور کسی کو نہیں.... مطلب یہ کہ وہ چیز کس طرح عالم وجود میں آئی ہے یہ صرف میں جانتا ہوں.... ویسے دوسروں کو میرے پاس اس کی موجودگی کی خبر ہو چکی ہے.... یہی وجہ ہے کہ یہاں اسے تلاش کرتے ہیں.... عمران تمہیں ایک کام اور بھی کرنا ہے.... میرے آدمیوں میں اس چور کا پتہ لگاؤ جو یہاں کی اطلاعات ان لوگوں تک پہنچاتا ہے۔"

"یہ میں کرلوں گا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "مگر مجھے حیرت ہے کہ آپ نے حکومت کو اس سے مطلع کیوں نہیں کیا۔"

"تم نہیں سمجھتے۔" ڈاکٹر داور آہستہ سے بولے۔ "میں فی الحال حکومت سے اُس کے متعلق کسی قسم کی گفت و شنید نہیں کرنا چاہتا.... کیونکہ میری دریافت ابھی تجرباتی دور میں ہے! رحمان کی اور بات ہے وہ میرا گہرا دوست ہے اور میرے لئے نجی طور پر بھی کام کر سکتا ہے۔ اگر میں اُن پُر اسرار آدمیوں کے متعلق حکومت کو اطلاع دوں تو ممکن ہے تجرباتی دور میں ہی مجھے وہ چیز سامنے لانی پڑے.... لیکن یہ نہ تو میرے لئے فائدہ مند ہوگا اور نہ ملک و قوم کے لئے.... تم دیکھ ہی رہے ہو کہ آج کی دنیا اپنے تجربات مکمل کرنے کیلئے کیسے کیسے ڈھونگ رچاتی ہے محض اسلئے کہ اُن کے تجربات اور ایجادات کی بھنک بھی کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے! کیونکہ ایک راز دوسرے تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی! میری یہ دریافت بھی ایک ایسی ہی چیز ہے.... بس نکلا تھا کسی چیز کی تلاش میں لیکن کچھ اور مل گیا....! اب مجھے فکر ہے کہ اس کا صحیح مصرف معلوم کروں.... ویسے وہ اتنا تباہ کن ہے... خیر چھوڑو ہٹاؤ... تمہیں فی الحال اس چور کو تلاش کرنا ہے جو یہاں کی سراغ رسانی کرتا ہے۔"

"میں اسی لئے آیا ہوں....!" عمران نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

جولیانا فٹنر واٹر بے حد مضطرب نظر آ رہی تھی کیونکہ اس نے ابھی ابھی صفدر کی کال ریسیو

کی تھی۔ اس کے بعد اس نے ایکس ٹو سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن اس سے ملاقات نہیں ہوئی.... بلیک زیرو کے نمبر پر بھی جواب نہ ملا جو اکثر ایکس ٹو کی حیثیت سے دوسرے ماتحتوں کے لئے احکامات صادر کیا کرتا تھا۔

اس اطلاع کا ایکس ٹو تک پہنچنا ضروری تھا کہ صفدر ناکام ہو گیا اور تنویر اب بھی اس عمارت میں موجود ہے....!"

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے بولنے والا تنویر تھا۔

"تم...!" وہ غرایا "میں تم سے اچھی طرح سمجھ لوں گا... ویسے میں اب استعفیٰ ہی دیدوں گا۔"

"مگر تم کہاں سے بول رہے ہو!" جولیا نے پوچھا۔

"جہنم سے.....!" تنویر غرایا۔

"کیا تم کوئینس روڈ کی اٹھارویں عمارت سے نکل آئے ہو!"

"تم کیا جانو!"

"جو کچھ بھی ہوا ہے ایکس ٹو ہی کے ایماء پر ہوا ہے۔ غالباً تم اسی وقت بھاگ نکلے ہو گے جب وہاں گولیاں چل رہی تھیں۔"

"ہاں.... مگر اس کا مقصد....!"

"تم جانتے ہو کہ ایکس ٹو ہمیں مقصد سے کبھی آگاہ نہیں کرتا۔"

"تو گویا وہ چاہتا تھا کہ میں اس عمارت میں ان لوگوں کے ساتھ قیام کروں۔"

"ہاں.... قطعی.... تم نے وہاں سے نکل کر حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں عائد ہوتی۔" تنویر غرایا۔ "اگر مجھے حالات کا علم پہلے ہی سے ہوتا تو میں دیکھتا کہ کیا کر سکوں گا۔"

"اچھا.... اب فی الحال تم اپنے ساتھیوں سے ملنے کی کوشش نہ کرنا! لیکن پہلے مجھے اس کا یقین دلاؤ کہ گھر تک تمہارا تعاقب نہیں کیا گیا۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ تم اپنے گھر سے باہر قدم بھی نہ نکالنا۔ خود کو وہیں نظر بند رکھو....!"

"شٹ اپ....!" تنویر گرجا۔ "تم مجھے حکم دیتی ہو۔ تمہاری کیا حقیقت ہے۔"

"میری حقیقت یہ ہے کہ تم سب میرے چارج میں ہو اور اس قسم کے اختیارات مجھے ایکس ٹو کی طرف سے ملے ہیں! تم گھر سے باہر قدم نکال کر دیکھو.... ایکس ٹو تمہیں اپنی پسند کی موت مرنے سے بھی روک دے گا.... وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ویسے جولیا کو اطمینان تھا کہ اب تنویر وہی کرے گا جس کے لئے اس سے کہا گیا ہے۔

وہ مطمئن ہو کر مسہری پر جالیٹی.... اور شائد اس کی آنکھ بھی لگ گئی تھی۔ لیکن فون کی گھنٹی نے اُسے اس طرح چونکا دیا جیسے وہ بم گرنے کی آواز رہی ہو۔

"ہیلو....!" اُس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ایکس ٹو....!"

"یس سر!"

"کیا خبر ہے۔!"

جولیا نے صفدر کے تجربات دہرائے اور یہ اطلاع بھی دی کہ تنویر وہاں سے بھاگ آیا ہے۔

"لیکن وہ لوگ تنویر سے کیا چاہتے تھے۔"

"یہ ابھی نہیں معلوم ہو سکا۔ میں اُسے پھر فون کروں گی۔"

"ہاں معلوم کرو۔ کچھ دیر بعد میں پھر رنگ کروں گا۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جولیا نے دوسرے ہی لمحے میں تنویر کے نمبر ڈائیل کئے! اُسے یقین تھا کہ تنویر سو رہا ہو گا۔ یہ حقیقت بھی تھی کیونکہ اسے دوسرے رنگ پر تنویر کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کون ہے....!" وہ کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرا رہا تھا۔

"نیند نہیں آرہی!" جولیا نے اپنی آواز میں لوچ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"تو میں کیا کروں؟" تنویر نے کہا لیکن اب آواز میں غراہٹ نہیں تھی البتہ جولیا نے خشکی ضرور محسوس کی۔

"پچھلی رات تم نے بھی اسی طرح جگا کر بور کر دیا تھا۔"

"اوہ.... اچھا!" تنویر نے زبردستی ہنسنے کی کوشش کی۔

"بھئی! میں یہ معلوم کرنے کیلئے بے حد بے چین ہوں کہ اس عمارت میں تم پر کیا گزری۔"

"تم یا ایکس ٹو....!"

"اوہ.... ایکس ٹو.... میں اُسے فون پر تلاش کرتے کرتے تھک کر سوئی تھی۔ وہ نہیں ملا۔ اُسے تمہارے متعلق بھی اطلاع دینی تھی۔"

"میرے متعلق... خیر مگر میں یہ تمہیں بتا رہا ہوں۔ مجھے ایکس ٹو سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی۔"

"خیر نہ ہو.... تم فی الحال مجھے بتاؤ....!"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ لوگ کیا چاہتے تھے۔ وہ بوڑھا جو مجھے لے گیا تھا ایک جرمن ہے اور اس کا نام ہف ڈریک ہے! اس نے میری کافی خاطر مدارت کی! دو خوبصورت لڑکیاں میرا دل بہلاتی رہیں۔"

"اور تم اس کے باوجود بھی نکل بھاگے! مجھے حیرت ہے۔"

"اوہ... دراصل میں الجھن میں پڑ گیا تھا۔ کیونکہ میں نے انہیں اپنے متعلق ایک درد بھری کہانی سنائی تھی میں نے سوچا اگر ان لوگوں نے کہانی کی تصدیق کرنیکی کوشش کی تو میرا کیا حشر ہوگا۔"

اس کے بعد تنویر نے سوتیلی ماں اور ظالم باپ کی کہانی جولیا کو بھی سنائی۔

جولیا ہنس پڑی اور پھر اُس نے کہا۔ "پتہ نہیں! انہیں کیسے یقین آگیا تھا کہ تمہارا باپ زندہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"کیوں؟"

"ارے تمہارے چہرے پر تو ایسی یتیمی برستی ہے کہ دور ہی سے دیکھ کر رحم آنے لگے۔"

"مگر تمہیں رحم نہیں آتا....!" تنویر کی ہنسی میں بے حیائی کا انداز تھا۔

"مجھے یتیموں سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے.... خیر ہاں تو ان لوگوں نے تم سے کوئی خواہش نہیں ظاہر کی تھی۔"

"قطعی نہیں....!" تنویر نے کہا۔ "لیکن بوڑھے کے انداز سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتا ہے.... وہ بار بار مجھ سے یہی کہتا تھا کہ تم کسی بات کی پرواہ نہ کرو۔ میں ایسے نوجوانوں کی مدد کرتا ہوں جو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی خواہش رکھتے ہوں۔"

"تم سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔"

"مجھے اپنی اس غلطی پر خوشی ہے کہ میں دانستہ طور پر ایکس ٹو کے کام نہ آسکا۔"

"تنویر.....!پاگل نہ بنو۔ اس ملازمت سے الگ ہو کر بھی تم چین سے نہ رہ سکو گے۔"

"ہاں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایکس ٹو ایک اندیکھی آسمانی بجلی ہے پتہ نہیں کب اور کہاں ٹوٹ پڑے۔ مگر اب مجھے ضد ہو گئی ہے۔"

"فی الحال تمہیں اپنے مکان میں محدود رہنا ہے.... ایکس ٹو کا یہی حکم ہے۔"

"تمہاری کیا رائے ہے۔"

"میں تمہیں یہی رائے دوں گی کہ فی الحال وہی کرو جو وہ کہہ رہا ہے اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ وہ اپنے ماتحتوں کو خوش رکھنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔"

"میں تو اب اُسی صورت میں خوش رہ سکتا ہوں جب وہ مجھے عمران کو قتل کر دینے کی اجازت دے دے۔"

جولیا نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی۔ لیکن جب وہ بولی تو اس کی آواز میں لاتعداد قہقہے مچل رہے تھے اُس نے کہا۔

"میں بھی کئی بار یہی سوچ چکی ہوں۔"

"کیا مطلب.....!"

"یہی کہ کسی دن کوئی عمران کی چٹنی بنا کر رکھ دے۔"

"مجھ پر اعتماد کرو۔" تنویر کے لہجے میں بلا کی سنجیدگی تھی۔ "ایک دن یہی ہونا ہے۔"

"اچھا اب تم آرام کرو۔" جولیا نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

کچھ دیر بعد اس نے دوبارہ ایکس ٹو کی کال ریسیو کی اور اسے تنویر کی کہانی سنائی۔

"فی الحال" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم سب اپنے اپنے مکانوں ہی تک محدود رہو۔ کوئینس روڈ والی عمارت پر نظر رکھنے کے لئے صرف صفدر کافی ہو گا۔ اس سے کہو وہ اس عمارت کے مکینوں پر نظر رکھے۔ ویسے وہ عمارت کے اندرونی نقشے سے بخوبی واقف ہو گیا ہو گا۔"

"جی ہاں.....!" جولیا نے جواب دیا۔

"بس ٹھیک ہے! تم لوگ اس لئے اپنے مکانوں میں محدود کئے جا رہے ہو کہ حالات بہت

پیچیدہ ہیں اور میں کسی وقت بھی تم سبھوں کو کسی ایک جگہ طلب کر سکتا ہوں۔ مگر نہیں ٹھہرو۔ تم سب اسی وقت دانش منزل میں منتقل ہو جاؤ۔ اپنے گھروں کو چھوڑ دو۔"

"بہت بہتر جناب.... مگر تنویر!"

"ہاں ٹھیک ہے۔ تنویر کو وہیں رہنے دو۔ اس کا باہر نکلنا یا تم لوگوں کے ساتھ دیکھا جانا فی الحال مناسب نہ ہوگا۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"دانش منزل کے ساؤنڈ پروف کمرے میں ایک قیدی ہے اس کے کسی قسم کے سوالات کا جواب نہ دیا جائے اور اُسے کڑی نگرانی میں رکھا جائے۔" دوسری طرف سے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ میں آج عمران کا آٹھواں دن تھا۔ اس دوران میں اس نے نہ جانے کتنے پاپڑ بیلے لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ ایک بار اُس نے غوطہ خوری کا وہی لباس پہن کر سمندر کی تہہ کی بھی خبر لی تھی جو ایک پُر اسرار حملہ آور چھوڑ گیا تھا مگر اس کی وہ کوشش بھی فضول ہی ثابت ہوئی۔ پانی میں کئی گھنٹے گذارنے کے باوجود بھی اُسے نہ معلوم ہو سکا کہ ڈاکٹر داور کو غوطہ خوری پر مجبور کرنے کا کیا مقصد تھا۔

ڈاکٹر داور نے بھی اب خاموشی اختیار کر لی تھی۔ عمران سے کبھی یہ بھی نہیں پوچھتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور اُس نے اب تک کتنی معلومات حاصل کیں۔ ویسے عمران انہیں اکثر اُس سنہرے اسفنج پر کسی نہ کسی قسم کا تجربہ کرتے ہوئے ضرور دیکھتا۔

وہ اُن آدمیوں کی تلاش میں بھی تھا۔ جن پر تجربہ گاہ کے راز باہر پہنچانے کا شبہ کیا جا سکتا۔ لیکن ابھی تک وہ اس میں بھی کامیاب نہیں ہوا تھا۔ خاور اور نعمانی بھی تجربہ گاہ کے آس پاس ہی موجود رہتے تھے اور اُن کے پاس زیرو نائین کے سفری ٹرانسمیٹر بھی تھے.... یہ سیٹ ایسے تھے کہ ان پر زیرو نائین سیٹ ہی کی گفتگو سنی جا سکتی تھی اور ان سے نشر ہونے والی گفتگو کے لئے بھی اسی ساخت کے ٹرانسمیٹر کی ضرورت ہوتی تھی۔

عمران نے اپنی کئی راتیں جاگ کر گزاری تھیں۔ اس نے اور اس کے دونوں ماتحتوں نے

تجربہ گاہ کے باہری حصے پر نظر رکھنے کی کوشش کی تھی مگر ان دنوں شائد وہاں داخل ہونے والے پراسرار آدمیوں نے اپنے پروگرام میں تبدیلی کر دی تھی۔ عمران کو کسی رات بھی کوئی مشتبہ آدمی نہ نظر آسکا۔

آج شام ہی سے وہ بہت زیادہ متفکر تھا کیونکہ اس کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ کسی کیس میں اتنے دن صرف ہو جانے کے بعد بھی کوئی کام کی بات نہ معلوم ہو سکی ہو۔

وہ آبزرویٹری کے نیچے والی بالکنی پر کھڑا شائد سمندر کی لہریں گننے کی کوشش کر رہا تھا۔ کوشش یوں کر رہا تھا کہ نیچے اندھیرا تھا دن ہوتا تو وہ لہریں گننے پر مکھیاں مارنے کو ترجیح دیتا.... کیونکہ جب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنے کا موقع آجائے تو اس سے بہتر مشغلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

دفعتاً اس نے آبزرویٹری کی بڑی دوربین کے حرکت کرنے کی آواز سنی اور سر اٹھا کر اوپر دیکھنے لگا۔ تاروں کی چھاؤں میں اوپر اٹھتی ہوئی دوربین اسے صاف نظر آرہی تھی۔ وہ ۴۵ کے زاویے پر رک گئی۔ پھر عمران اُسے مغرب کی جانب حرکت کرتے دیکھتا رہا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ بتدریج نیچے جھکتی چلی گئی۔

مگر دوبارہ اپنی اصلی حالت پر اس انداز میں آئی جیسے اُسے بڑی لاپروائی سے چھوڑ دیا گیا ہو۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران نے آبزرویٹری کے زینوں پر کسی کے قدموں کی آواز سنی اسے ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کوئی دوڑ کر زینے طے کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ آبزرویٹری کے زینے اس بالکنی تک آتے تھے اور پھر یہاں سے نیچے پہنچنے کے زینے دوسری طرف تھے۔

عمران اتفاق سے زینوں ہی کے دروازے کے قریب تھا۔ کوئی بہت تیزی سے بالکنی پر آیا۔

"کون ہے۔" آنے والے نے چیخ کر پوچھا اور عمران نے آواز پہچان لی۔ یہ ڈاکٹر داور تھے۔

"عمران....!"

"اوہ.... عمران تم ہو۔" وہ ہانپتے ہوئے بولے۔ "نیا سیارہ.... بالکل نیا سیارہ جو دوسروں سے بالکل مختلف تھا.... آؤ.... میرے ساتھ.... چلو اوہ چلو! شاید.... اُف فوہ.... کیا میں لٹ گیا.... تباہ ہو گیا....؟"

"آخر بات کیا ہے....!" عمران ان کے پیچھے بڑھتا ہوا بولا۔ وہ پھر آبزرویٹری کے چکر دار زینوں پر چڑھ رہے تھے اور ان کی رفتار خاصی تیز تھی۔

عمران بھی انہیں کے ساتھ دوڑتا رہا۔ وہ اوپر پہنچے اور ڈاکٹر داور نے دوبارہ دوربین اوپر اٹھائی۔ اس دوربین کا قطر کم از کم ڈیڑھ فٹ ضرور رہا ہوگا۔

"چلو دیکھو....! وہ چمکدار لکیریں دیکھو۔" انہوں نے عمران کی گردن پکڑ کر دوربین کے سرے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ "میں برباد ہوگیا میں بتاؤں گا پہلے تم یہ لکیر دیکھو۔" عمران نے انگنت میلوں کے فاصلے پر چمکدار لکیروں کا ایک جال دیکھا.... اور جال سے ایک چمکدار لکیر نکل کر مغربی افق تک چلی گئی تھی۔ اُس لکیر کو دیکھنے کے لئے عمران دوربین کو مغرب کی طرف جھکاتا چلا گیا اور پھر اسے ایک اور چیز بھی نظر آئی یہ نیلے رنگ کا ایک ننھا سا شعلہ تھا.... اور اس کی رفتار بہت تیز تھی.... یہ مغربی افق سے اٹھ کر مشرق کی طرف آرہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ عمران دوربین کو اٹھاتا چلا گیا۔ دوربین کی حرکت کا ذریعہ کسی قسم کا میکنزم تھا ورنہ اتنی بڑی دوربین کو سنبھالنا آدمی کے بس کا روگ نہیں تھا۔

جیسے ہی نیلا شعلہ چمکدار لکیروں کے جال میں پہنچا اس کے پرخچے اڑ گئے عمران نے اُسے کسی ثقیل چیز کی طرح پھٹتے دیکھا تھا۔

"دیکھا....!" ڈاکٹر داور اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

"دیکھ لیا! مگر ایک نیلا شعلہ بھی تھا جسے میں نے پھٹتے دیکھا ہے۔"

"نیلا.... شعلہ پھٹتے.... دیکھا....!" ڈاکٹر داور رک رک کر بولے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے حلق سے آواز نکالنے میں دشواری محسوس کر رہے ہوں۔ اُن کی آنکھیں پھیل گئیں تھیں اور ان سے نہ حیرت ظاہر ہوتی تھی اور نہ یہی کہا جاسکتا تھا کہ ڈاکٹر داور خوفزدہ ہیں۔ بس ان کی آنکھیں حلقوں سے ابلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں لیکن چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

پھر عمران کو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ چکرا کر گر پڑیں گے۔ عمران نے آگے بڑھ کر انہیں سہارا دیا۔ حقیقتاً ڈاکٹر داور ہوش میں نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ عمران انہیں کرسی پر بٹھا کر دونوں شانے پکڑے ہوئے سنبھالے رہا۔

اب ان کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں اور وہ گہری سانسیں لے رہے تھے۔ کچھ دیر بعد انہوں نے کمزور آواز میں کہا۔ "مجھے نیچے لے چلو۔"

"آپ.... پہلے ہی سے اُسے دیکھ چکے تھے۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔ "آخر میرے بیان

میں کونسی چیز آپ کے لئے غیر متوقع تھی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ متحرک نیلا نقطہ پھٹ گیا تھا۔" ڈاکٹر داور نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے! وہ کسی ثقیل کی طرح پھٹ کر منتشر ہو گیا تھا۔"

"میں اب کچھ بھی نہیں رہا عمران۔" انہوں نے کمزور آواز میں کہا۔

"میری دریافت مجھ تک ہی محدود نہیں رہی.... کوئی دوسرا ابھی یا تو پہلے ہی سے اس پر کام کر تا رہا ہے یا میرا راز کسی نہ کسی طرح اُس تک پہنچ گیا ہے۔"

"لیکن وہ دریافت تھی کیا؟ اور اس وقت جو کچھ میں نے دیکھا ہے اُس کا اس سے کیا تعلق۔"

"وہ نیلا نقطہ کسی کا مصنوعی سیارہ تھا.... اس رنگت کا پہلا سیارہ میری نظر سے گذرا ہے وہ روشن لکیریں اُسی سیارے نے بنائی تھیں اور پھر انہیں لکیروں نے اُسے تباہ بھی کر دیا.... وہ لکیریں.... عمران.... اب دیکھو.... کیا وہ اب بھی موجود ہیں۔"

"عمران دور بین کے قریب آیا.... اور دور بین کو ۷۵ کے زاویئے پر لا کر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن روشن لکیریں کہیں بھی دکھائی نہ دیں۔

"جی نہیں.... اب وہ لکیریں نہیں دکھائی دیتیں۔" اُس نے کہا۔

"اچھا ٹھہرو.... مجھے بھی دیکھنے دو۔"

عمران دور بین کے پاس سے ہٹ آیا.... ڈاکٹر داور کچھ دیر تک دور بین کے قریب رہے پھر وہ بھی ہٹتے ہوئے بولے۔" ہاں ٹھیک ہے۔ اب کچھ بھی نظر نہیں آتا.... تمہاری دانست میں سیارہ زمین سے کتنے فاصلہ پر رہا ہو گا۔"

"مجھے اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے جناب۔"

"یہ سیارہ ستر میل سے زیادہ نہیں تھا۔"

"مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوا تھا جیسے ہزاروں میل کے فاصلے پر ہو۔"

"اوہو.... تم کیا بڑے سے بڑے ماہر آج کل دھوکے کھا رہے ہیں۔ مگر میری دور بین کبھی غلط بات نہیں بتاتی.... اُس کو حرکت میں لانے والے میکنزم سے ایک فاصلہ پیما بھی اٹیچ ہے اور یہ فاصلہ پیما بھی میری اپنی ہی ایجاد ہے۔ اس نے آج تک کوئی غلط بات نہیں بتائی۔ اچھا عمران.... مجھے اطمینان کر لینے دو.... تم یہیں اسی دور بین پر موجود رہو.... میں نیچے جا رہا

ہوں.... جہاں وہ لکیریں تم نے دیکھی تھیں دوربین ٹھیک اُسی زاویے پر ہے اس کی پوزیشن میں تبدیلی نہ کرنا۔ اب میں اُن لکیروں کی طرف اپنا ایک دور مار راکٹ پھینکوں گا جو ابھی تجرباتی ہی دور میں ہے۔ میں اطمینان کرنا چاہتا ہوں.... میرے خدا.... اگر اب بھی میرے اندیشوں کی تصدیق ہی ہوئی تو کہیں کا نہ رہوں گا۔"

"مگر اب وہ لکیریں ہیں کہاں؟" عمران نے حیرت سے کہا۔

"یہی تو دیکھنا ہے کہ وہ لکیریں اب بھی موجود ہیں یا نہیں.... اگر موجود ہیں تو یہ سمجھ لو کہ میری دریافت اب راز نہیں رہی.... میں راکٹ پھینکنے جارہا ہوں.... تم ایک سیکنڈ کے لئے بھی دوربین نہ چھوڑنا....!"

عمران نے سر ہلا کر یقین دلایا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ پھر وہ دوربین کی طرف متوجہ ہو گیا.... ڈاکٹر داور جاچکے تھے۔

ڈاکٹر کے بیان کے مطابق دوربین کا رخ ٹھیک لکیروں والے جال کی طرف تھا۔ اس لئے عمران اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ تارہا کہ شائد وہ چمکدار جال پھر اُسے نظر آجائے۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

تقریباً دس منٹ بعد ڈاکٹر کا چھوڑا ہوا راکٹ دوربین کی سیدھ میں نظر آیا۔ وہ اپنے پچھلے حصے سے چنگاریاں اگلتا ہوا فضا میں بلند ہوتا جارہا تھا۔ اُس کی رفتار بہت تیز تھی۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ ایک ننھا سا چمکدار نقطہ معلوم ہونے لگا.... اور اچانک عمران نے اس نقطے کو بھی بالکل اسی طرح پھٹتے دیکھا جیسے کچھ دیر پہلے نیلے نقطے کو دیکھا تھا.... اُس نے ایک طویل سانس لی۔ اب پھر حد نظر تک تاریکی ہی تاریکی تھی۔

دفعتاً عمران اچھل پڑا اور پھر اُسے اپنی اِس وحشت پر ہنسی آگئی.... کیونکہ آواز تو اُس فون کے بزر کی تھی جسے عمران نے نظر انداز کر دیا تھا.... یہ بائیں جانب لکڑی کے ایک بریکٹ پر رکھا ہوا تھا۔ عمران نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو.... عمران.... کیا رہا۔" دوسری طرف سے ڈاکٹر کی آواز آئی۔

"نقطہ پھٹ گیا! یعنی کہ میرا مطلب آپ کا راکٹ۔"

"اچھا.... تم روم نمبر گیارہ میں واپس آجاؤ۔" ڈاکٹر کی آواز کانپ رہی تھی۔

عمران نے ریسیور رکھ دیا اور نیچے جانے کے لئے زینے طے کرنے لگا۔ ڈاکٹر کی تجربہ گاہ کی

طلسماتی فضا عمران جیسے آدمی کو بھی چکرا دینے کے لئے کافی تھی۔

وہ کمرہ نمبر گیارہ میں آیا۔ یہ ڈاکٹر کا ریسٹ روم تھا.... اُس نے ڈاکٹر کو ایک آرام کرسی میں پڑے دیکھا۔ وہ برسوں کے بیمار نظر آرہے تھے۔

"ڈاکٹر! ان ساری چیزوں سے زیادہ آپ کی پریشانی حیرت انگیز ہے۔" عمران نے کہا۔

"تم نہیں سمجھ سکتے۔" ڈاکٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ لکیریں اب بھی وہیں قائم ہیں اور نہ جانے کب تک قائم رہیں۔ ویسے اب ان لکیروں میں چمک باقی نہیں رہی۔ وہ اب دھوکے کی ٹٹ ہیں! اگر تم اتنی بلندی پر پرواز کرنے والے کسی جہاز میں بیٹھ کر اُن لکیروں کی طرف جاؤ تو صحیح و سلامت واپس نہ آسکو گے۔ جہاز کے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

"کیوں؟" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"وہ ایک ایسا خطرناک مادہ ہے جو فضا میں اپنے حجم کے برابر خلاء بنا لیتا ہے۔ اور یہ خلا صدہا سال تک بدستور قائم رہ سکتی ہے۔ جو چیز بھی اِس خلاء میں پہنچی اُس کے چیتھڑے اُڑ گئے۔ تم نے جو چمکدار لکیریں دیکھی تھیں وہ دراصل ٹکڑوں کی شکل کی خلائیں تھیں۔ جب یہ مادہ آکسیجن سے ٹکراتا ہے تو اس میں چمک سی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ چمک ہی دراصل خلاء بنانے کا عمل ہے۔ کچھ دیر بعد چمک غائب ہو جاتی ہے اور خلاء میں باقی رہ جاتی ہے۔ مگر دیکھو عمران۔ تم ان سب باتوں کو راز ہی رکھو گے۔ ہو سکتا ہے کہ میری یا اور کسی دوسرے کی بھی یہ دریافت عام نہ ہونے پائے۔ ظاہر ہے کہ مادہ اس وقت جس کے قبضے میں ہے وہ بھی اُسے راز ہی رکھنے کی کوشش کرے گا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بہت غور سے ڈاکٹر داور کی طرف دیکھ رہا تھا۔

آخر اُس نے کہا۔ "اس مادے کو سنبھال کر رکھنا بے حد مشکل ہوگا۔"

"یقیناً ہے... اسے تم صرف شیشے ہی میں مقید کر سکو گے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ شیشے کے اُس برتن میں پہلے ہی سے خلاء پیدا کر دی جائے یعنی اس میں کسی قسم کی دوسری گیس کا گذر نہ ہو خصوصیت سے آکسیجن کا.. لیکن آکسیجن ہوا میں بھی موجود ہے اسلئے بہت زیادہ محتاط رہنا پڑتا ہے۔ میں سمندر سے ایٹمی توانائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بس اتفاق سے یہ چیز ہاتھ لگ گئی۔"

"بہتیرے ممالک سمندر سے ایٹمی توانائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی اس دریافت سے دوچار ہو سکتے ہیں۔"

"ضروری نہیں ہے! طریق کار بہتیری ایسی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے جن کے نتائج بالکل مختلف ہوتے ہیں اس لئے یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر تجربہ کرنے والا اس دریافت کے اسٹیج سے ضرور گذرے گا۔"

"مگر جناب! کیا ممکن نہیں ہے کہ کوئی آپ ہی کی دریافت سے فائدہ اٹھا رہا ہو۔"

"ناممکن....!" ڈاکٹر داور بالکل ہذیانی انداز میں ہنسے۔ "کوئی نہیں جانتا کہ میرا ذخیرہ کہاں ہے۔ کوئی نہیں.... قیامت تک نہیں جان سکتا۔"

"وہ جو سنہرے اسفنج سے ٹرانسمیٹر کا کام لے سکیں یا پلاسٹک کے ایسے بچے بنا سکیں جو گوشت و پوست کے معلوم ہوں اور ان سے ٹرانسمیٹر کا کام لیا جا سکے ایسے لوگوں کے متعلق آپ کو کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہئے۔"

"نہیں کسی کے وہم و گمان میں بھی وہ جگہ نہیں آ سکے گی۔"

"آپ مجھے بھی نہیں بتانا چاہتے۔"

"نہیں....!"

"اچھا تو پھر اسے لکھ لیجئے کہ آپ کا ذخیرہ صاف ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن لوگوں نے فی الحال اپنی سرگرمیاں ترک کر دی ہیں اور اب تجربہ گاہ کا رخ بھی نہیں کرتے.....!"

ڈاکٹر داور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور عمران کو اس طرح گھورنے لگے جیسے خود عمران ہی نے ذخیرہ صاف کر دیا ہو۔

"تم کیوں مجھے خواہ مخواہ.... الجھن میں ڈال رہے ہو۔ بولو!" وہ آنکھیں نکال کر غرائے۔

"میں آپ سے اپنے شبہے کا اظہار کر رہا ہوں۔ ورنہ مجھے کیا۔ ویسے میں یہ کبھی نہ چاہوں گا کہ میرے ملک کا انتہائی قیمتی سرمایہ کسی دوسرے کے ہاتھ لگ جائے۔"

"اٹھو.... اگر یہ حقیقت ہوئی.....!" ڈاکٹر داور کھڑے ہو گئے۔ ان کی آواز پھر حلق میں پھنسنے لگی تھی۔

"اگر یہ حقیقت ہوتی تو.... اس صدی کی سب سے بڑی ٹریجڈی ہو گی.... اور شائد پھر میں زندہ نہ رہ سکوں.... زندگی بھر میں یہی ایک کام میں نے کیا تھا اور اس کا صحیح مصرف دریافت کرنے کے بعد اسے حکومت کی تحویل میں دے دیتا۔"

"اس سے بڑا مصرف اور کیا ہوگا ڈاکٹر کہ یہ ہمیں دور مار بیلسٹک راکٹوں سے محفوظ رکھ سکے گی۔"

"جنگ ضرور ہوگی۔" ڈاکٹر داور نے سر ہلا کر کہا۔ "اِسے کوئی نہیں روک سکتا۔ لیکن اس سے دنیا نہیں ختم ہو سکے گی۔ لوگ اس جنگ کے باوجود بھی زندہ رہیں گے۔ پھر.... ہمیشہ کے لئے فضا کیوں برباد کردی جائے.... موجودہ شکل میں تو یہ مادہ ایسا ہی ہے کہ اس کی بنائی ہوئی خلاء میں صدہا سال تک قائم رہیں گی! ہو سکتا ہے کہ کسی طرح میں اس کے اثرات کو عارضی بنانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ اسی خطرے کو مد نظر رکھ کر میں اسے ابھی تک حکومت کے علم میں نہیں لایا تھا۔ میرا کام تو اِسی وقت مکمل ہوتا جب میں اس کے اثرات کو عارضی بنانے میں کامیاب ہو جاتا اور اس کا کوئی تعمیری مصرف بھی دریافت کرلیتا.... خیر چلو.... میں دیکھوں گا کہ تمہارے اندیشے کہاں تک درست ہیں۔"

ڈاکٹر داور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ عمران ان کے پیچھے چل رہا تھا۔ ڈاکٹر داور اپنے ماتحتوں کو بعض ضروری ہدایات دے کر تجربہ گاہ سے باہر نکل آئے۔ لیکن عمران نے محسوس کیا کہ وہ خود کو معمول پر لانے کی کوشش کررہے ہیں۔ ماتحتوں سے گفتگو کرتے وقت ان کی آواز میں نہ تو پہلے کی سی کپکپاہٹ تھی اور نہ نقاہت۔ انہوں نے اپنے چہرے کو بشاش بنانے کی کافی کوشش کی تھی۔ بہرحال عمران کا خیال تھا کہ ان کے ماتحت ان میں کسی قسم کا جذباتی تغیر محسوس کر سکے ہوں گے۔

باہر اندھیرا تھا.... عمران کو کھلی فضا کی خنکی بڑی خوشگوار معلوم ہوئی۔ وہ پیدل ہی چلتے رہے۔ ڈاکٹر داور کا رخ اپنے بنگلے کی طرف تھا۔

عمران اس سے پہلے بھی ایک آدھ بار تنہا اُن کے بنگلے کی طرف جا چکا تھا اور اسے علم تھا کہ ان کی لڑکی شمی وہاں تنہا رہتی ہے۔ اس نے دو ایک بار شمی سے گفتگو بھی کی تھی اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ ایک سیدھی سادی اور بے تکلف قسم کی لڑکی ہے۔"

"آپ تو شاید بنگلے کی طرف جارہے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"ہاں....!"

"مگر آپ اپنا ذخیرہ دیکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔"

"وہ وہیں ہے۔" ڈاکٹر کی آواز دھیمی تھی۔

"اوہ....!" عمران چلتے چلتے رک گیا۔

"کیوں؟ کیا ہوا۔"

"کچھ بھی نہیں چلئے۔" عمران آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "اس بات پر مجھے حیرت ہوئی تھی کہ وہ وہیں ہے۔"

"تمہیں حیرت نہ ہونی چاہئے۔ جب تک وہ شیشے میں مقید ہے اتنا ہی بے ضرر ہے جیسے صابن کا ڈھیر۔ میں نے ایسا انتظام کیا ہے کہ اس میں کوئی خلل بھی واقع نہیں ہو سکتا۔"

"جناب....! آپ کہاں ہیں! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ صاحب زادی وہاں تنہا رہتی ہیں اور کوئی ایسا انتظام بھی نہیں ہے کہ مکان کی نگرانی ہو سکے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ ذخیرہ ایسے تہہ خانوں میں ہے جہاں تک پہنچنا بے حد مشکل ہو گا.... بلکہ ناممکن ہی سمجھو۔"

"کیا وہ سارے تہہ خانے آپ نے خود ہی بنائے تھے۔"

"نہیں مزدوروں نے بنائے تھے۔ مگر یہ اُس زمانے کی بات ہے جب اُن اطراف میں صرف وہی ایک عمارت تھی اور کوئی نہ جانتا تھا کہ میں ایک سائنٹسٹ ہوں اور کبھی یہاں میری وجہ سے اتنی آبادی ہو جائے گی.... اُس وقت اتنی بڑی تجربہ گاہ قائم کرنے کا تصور بھی میرے ذہن میں نہیں تھا۔ رہ گئے تہہ خانے تو مجھے تہہ خانوں کا شوق ہمیشہ سے رہا ہے اور میں نے اپنے تہہ خانے سائنٹیفک اصولوں کے تحت تیار کرائے ہیں۔ تم یہ نہیں محسوس کر سکو گے کہ تہہ خانے میں ہو!"

وہ چلتے رہے۔ رات سائیں سائیں کر رہی تھی.... اور سمندر کی طرف سے آنے والی نمک آلود ٹھنڈی ہوائیں ایک عجیب سا ماحول پیدا کر رہی تھیں۔

"اچھا....!" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔ "کیا وہ مادہ آپ نے تنہا وہاں منتقل کیا تھا۔"

"بالکل تنہا....! کسی کو بھی علم نہیں ہے کہ ذخیرہ کہاں ہو گا۔ میں نے اپنی لاتعداد راتیں جاگ کر گذار دی ہیں اور بار بردار مزدوروں کی طرح کام کیا ہے۔ محض اس لئے کہ میں اس دریافت کو راز رکھ سکوں۔ تہہ خانوں میں ایسی جگہ بھی میں نے ہی بنائی تھی جہاں اُس کا ذخیرہ ہے۔"

وہ بنگلے کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔ بعض کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔ صدر دروازہ بند تھا۔ ڈاکٹر نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ کچھ دیر بعد ایک نوکر نے دروازہ کھولا اور شائد خلاف توقع

ڈاکٹر کو دیکھ کر کچھ بوکھلا سا گیا۔

"کیا بے بی جاگ رہی ہے۔" ڈاکٹر داور نے پوچھا۔

"جی ہاں.... جناب!" نوکر ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

"اسے اسٹڈی میں بھیجو! کہنا چابیوں کا لچھا لیتی آئے!" ڈاکٹر داور نے اسٹڈی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ نوکر آگے چلا گیا۔

وہ دونوں اسٹڈی میں آئے اور عمران ڈاکٹر داور کے اشارے پر ایک طرف بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد شمی اسٹڈی میں داخل ہوئی۔

"اوہ.... پاپا.... آپ.... بالکل خلاف توقع!" وہ گھبرائی ہوئی سی تھی۔

"کیوں؟" ڈاکٹر نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"کچھ نہیں.... کچھ بھی نہیں۔ اچھا آپ خلاف توقع نہیں آئے!"

"ہاں آیا ہوں.... چابیاں....!"

"چابیاں اس وقت....؟"

"بے بی تم جانتی ہو کہ میں آج کل بے حد عدیم الفرصت رہتا ہوں۔ لیکن کچھ دنوں بعد میرے پاس وقت ہی وقت ہو گا۔ پھر تم مجھ سے بات بات پر بحث کرنا۔"

"چابیاں تو میں نہیں لائی۔"

"لاؤ.... مجھے تہہ خانے کھولنے ہیں۔"

"تت.... تہہ خانے....!" شمی ہکلائی۔ وہ کچھ سراسیمہ سی نظر آنے لگی تھی۔

"ہاں جلدی کرو....!"

عمران بہت غور سے شمی کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اس کے چہرے پر جذباتی تغیر کے آثار محسوس کر لئے اور احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"میں چابیاں لاتی ہوں۔" شمی جلدی جلدی بولی۔ "ابھی ایک منٹ میں آپ یہیں ٹھہریئے میں فوراً آئی.... فوراً....!"

وہ دوڑتی ہوئی چلی گئی اور ڈاکٹر داور ہنسنے لگا۔

"اس کا بچپن ابھی تک نہیں گیا عمران....!" انہوں نے کہا۔ "وہ بچے جو ماں کی مامتا سے

محروم رہتے ہیں کتنے عجیب ہوتے ہیں۔"

"اٹھئے....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"کیوں؟ کیا مطلب!"

"میں نے اپنے بال اندھیرے میں نہیں سیاہ کئے۔ جلدی کیجئے ورنہ آپ کو زندگی بھر افسوس رہے گا۔"

"کچھ کہو گے بھی....!" ڈاکٹر داور جھنجھلا گئے۔

"تہہ خانے کی طرف چلئے.... فوراً....!"

"کیوں؟"

"ڈاکٹر....؟" دفعتاً عمران کا چہرہ خوفناک ہو گیا۔

"کک.... کیا بیہودگی ہے۔"

"اٹھئے.... عمران نے ریوالور نکال لیا اور اُس کا رخ ڈاکٹر کے سینے کی طرف تھا۔ ڈاکٹر اچھل کر کھڑے ہو گئے۔"

"میں نہیں جانتا تھا کہ تم فراڈ ہو۔" انہوں نے دانت پیس کر کہا۔

"میں ٹریگر.... دبا دوں گا.... ورنہ....!" عمران نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

ڈاکٹر داور نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔ وہ اس طرح چل رہے تھے جیسے کوئی حق پرستی کی پاداش میں پھانسی کے تختے کی طرف جا رہا ہو۔ بے پرواہ.... زمین کی چھاتی میں دھمک پیدا کرتا ہوا.... فخر سے سینہ تانے....!"

اور پھر اچانک وہ رک گئے.... سامنے شمی ایک دروازے پر جھکی ہوئی اس کا قفل کھولنے کی کوشش کر رہی تھی اور بار بار اس طرح کنجی کو جھاڑنے لگتی تھی جیسے اس کے اندر پھنسے ہوئے گردوغبار کی وجہ سے قفل کھولنے میں دشواری پیش آ رہی ہو۔

وہ اُن کی آہٹ سن کر سیدھی کھڑی ہو گئی.... اور اس بار ڈاکٹر نے بھی اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار دیکھ لئے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا تھا۔" انہوں نے گرج کر پوچھا۔ "میں نے تم سے صرف کنجیاں طلب کی تھیں۔"

"مہربانی کر کے ہاتھ گرا لیجئے ڈاکٹر....!" عمران نے کہا۔ "میرا ریوالور اب جیب میں ہے۔

میں دراصل آپ کو یہی دکھانا چاہتا تھا۔"

شمی کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔ وہ کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلاتی اور پھر مضبوطی سے بند کرلیتی۔

"اگر آپ دیر کرتے تو میں آپ کو یہ منظر نہ دکھا سکتا۔" عمران پھر بولا۔

"بے بی....!" ڈاکٹر نے بھرائی ہوئی مردہ سی آواز میں کہا۔ اب انہوں نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھے بغیر اپنے ہاتھ نیچے گرادیئے تھے۔

"پپ.... پاپا.... خدا کے لئے.... مجھے اُسے وہاں سے ہٹا دینے دیجئے۔"

"کسے.... تم کیا بک رہی ہو۔" ڈاکٹر کی آواز پھر کرخت اور بلند ہو گئی۔

"وہ بیچاری.... وہ خودکشی کرلے گی.... وہ ہمارے لئے بالکل گونگی ہے اگر کیل ٹیگاز....!"

"کیل ٹیگاز...." ڈاکٹر نے پلکیں جھپکائیں۔

"جی ہاں.... خیالات کی ترجمانی کرنے والا آلہ....!"

"بے بی۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"پاپا خدا کے لئے میری بات سن لیجئے۔ اس کا فے گراز سمندر میں گر کر تباہ ہو گیا تھا اس لئے وہ واپس نہ جاسکی۔"

"کون ہے.... کیا بلا ہے.... کہاں واپس نہ جاسکی۔"

"ایک لڑکی ہے.... بیچاری.... اُس کا نام ہی نہیں ہے.... پاپا.... سپارسیا میں ناموں کی بجائے نمبر ہوتے ہیں۔ سپارسیا آپ سمجھتے ہیں نا! زہرہ والے کو سپارسیا کہتے ہیں۔"

"شمی تو پاگل ہو گئی ہے یا میرا مذاق اڑا رہی ہے۔"

"ڈاکٹر....!" عمران رو دینے والی آواز میں بولا۔ "صفایا ہو گیا.... اب میں تو چلا۔"

"کہاں....!" وہ غرا کر عمران کی طرف پلٹے اور عمران چھت کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

"چاند میں.... وہاں بریلی کے سرمے اور لکھنو کی مسی کا بزنس خوب چلے گا۔ اس کے علاوہ اب اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔"

"کیا تم سب مجھے گدھا سمجھتے ہو۔" ڈاکٹر حلق کے بل چیخے۔

"نہیں....!" عمران سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "میں تو گدھے کو بھی لارڈ

دولزلی سمجھتا ہوں.... لیکن سپارسیا اور ریامی کی داستان مجھ سے بار بار نہیں سنی جاتی! کان پک گئے ہیں.... اور اَب آپ آرام فرمائیے کیونکہ آپ کا ذخیرہ خالی ہو چکا ہوگا۔ قسمت والوں ہی کے یہاں زہرہ کے باشندے آیا کرتے ہیں۔"

"او شمی تو نے یہ کیا کیا....!" ڈاکٹر دانت پیس کر بولے۔

"اگر کسی مصیبت زدہ کو پناہ دینا ایسا بُرا ہے تو میں ابھی زہر کھالوں گی۔" شمی بھی بپھر گئی۔ "وہ بیچاری چونکہ ایک دوسرے سیارے سے تعلق رکھتی ہے اسلئے ہر ایک کے سامنے نہیں آنا چاہتی۔"

"تم اُسے تہہ خانے میں کیوں لے گئی تھیں۔"

"اس نے کہا تھا کہ اگر میرے علاوہ اور کسی دوسرے نے بھی اُسے دیکھ لیا تو وہ خودکشی کرلے گی۔ پاپا میں سچ کہتی ہوں اگر آپ نے اسے تہہ خانے سے نکالنے کی کوشش کی تو میں دوپٹے سے اپنا گلا گھونٹ لوں گی۔"

"اور میں رومال سے.... جی ہاں!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم خاموش رہو....!" شمی اُسے گھونسہ دکھا کر بولی۔ "میں سمجھتی ہوں یہ سارا فساد تم نے ہی پھیلایا ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ....!" ڈاکٹر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسٹڈی کی طرف گھسیٹتے ہوئے بولے۔ "عمران تم یہیں ٹھہرو۔"

تقریباً پندرہ منٹ تک عمران کو وہیں کھڑے رہ کر ڈاکٹر کا انتظار کرنا پڑا۔

ڈاکٹر داور تنہا واپس آئے۔ اُن کا چہرہ اترا ہوا تھا اور قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ پھر بھی انہوں نے پُر امید لہجے میں کہا۔ "عمران میرا خیال ہے کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ کیونکہ وہ تہہ خانے ہی میں ہے.... اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ ذخیرے تک پہنچ ہی گئی ہو۔"

"مگر وہ ہے کیا بلا....!" عمران نے پوچھا۔

ڈاکٹر نے ایک طویل سانس لی اور بولے۔ "شمی کافی بیوقوف اور سیدھی ہے اور اس کی ذمہ داری بھی سراسر مجھ پر ہی عائد ہوتی ہے۔ میں نے اُسے فرشتہ بنانے کے چکر میں گاؤدی بنادیا۔"

"خیر.... چلئے....!" عمران دروازے کے سامنے سے ہٹتا ہوا بولا۔

"مگر شمی کہاں ہیں!"

"میں اُسے نوکروں کی نگرانی میں چھوڑ آیا ہوں۔"

"کیا انہیں اس ذخیرے کا علم تھا۔"

"نہیں! وہ ایسی جگہ نہیں ہے کہ ہر ایک کی نظر اُس پر پڑ سکے۔ چلو میں تمہیں دکھاؤں۔ مجھے یقین ہے کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔"

ڈاکٹر داور نے قفل کھول کر دروازے کو دھکا دیا.... کمرہ تاریک تھا اور انہوں نے اندر داخل ہو کر روشنی کی۔ عمران چاروں طرف بغور دیکھ رہا تھا اُس کی نظر ایک کھڑکی پر ٹھہر گئی۔

"یہ کھڑکی غالباً بنگلے کی پشت پر کھلتی ہوگی۔" عمران نے کہا۔

"ہاں.... آں....!" ڈاکٹر چونک کر بولے اور اب وہ بھی کھڑکی ہی کو گھور رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بالکل ہی خالی الذہن ہو گئے ہوں۔ عمران نے آگے بڑھ کر کھڑکی پر ہاتھ رکھا اور وہ اسے کھلتی ہوئی سی محسوس ہونے لگی۔ اُسے بولٹ نہیں کیا گیا تھا۔

"یہ کھڑکی بھی مخدوش ہی ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

"مگر اسے بولٹ کیوں نہیں کیا گیا!" ڈاکٹر کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔

"یہ اسی وقت معلوم ہوگا جب آپ تہہ خانے میں چلیں گے۔"

ڈاکٹر داور نے کھڑکی بولٹ کر دی! اور پھر دیوار سے لگے ہوئے ایک سوئچ بورڈ پر ایک بٹن دبایا....! ہلکی سی گھڑگھڑاہٹ سنائی دی اور کمرے کے فرش کا وہ حصہ جس پر وہ کھڑے ہوئے تھے، نیچے دھنسنے لگا۔

عمران اوپر دیکھنے لگا کیونکہ فرش کی خلاء بھی پُر ہوتی جا رہی تھی۔ دیوار کی جڑ سے ایک دوسرا فرش برآمد ہو کر خالی جگہ کو آہستہ آہستہ پُر کرتا جا رہا تھا۔ جیسے ہی ان کے پیروں کے نیچے کا تختہ رکا.... اوپر کی خلاء بھی غائب ہو گئی.... عمران نے خود کو ایک کشادہ تہہ خانے میں پایا لیکن اُسے اتنی مہلت نہیں مل سکی کہ وہ اس کا تفصیلی جائزہ لیتا۔ کیونکہ اُسے ایک لڑکی نظر آئی جس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا رکھا تھا اور وہ انہیں دیکھتے ہی بستر سے اچھل پڑی تھی۔ ڈاکٹر نے ہونٹ سکوڑ کر اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔

"اے محترمہ....!" عمران ہاتھ پھیلا کر بولا۔ "تم ذرا اپنا کپل ٹیگاز تو نکالو تاکہ تمہیں کرسچنا روزیٹی کی ایک نظم سنا سکوں۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ بدستور اپنا چہرہ چھپائے رہی۔ ڈاکٹر نے غصیلے انداز میں آگے بڑھ کر اُس کے چہرے پر ہاتھ ہٹا دیئے اور عمران اس طرح اچھل پڑا جیسے کسی نے اچانک سر پر لٹھ رسید کر دیا ہو.... اور اس لڑکی کے حلق سے بھی ایک خوف زدہ سی آواز نکلی۔

یہ لڑکی تھی.... تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا! عمران نے احمقانہ انداز میں اپنی پلکیں جھپکائیں۔ لیکن وہ غافل نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ تھریسیا بجلی ہے۔ ذرا نظر بہکی پھر اس کا ہاتھ آنا مشکل ہو جائے گا۔

"اب تو کپل ٹیگا زیا جو کچھ بھی ہو اس کے بغیر ہی ہمارے خیالات کی ترجمانی ہو جائے گی.... کیوں....!" عمران مسکرایا۔ لیکن تھریسیا خاموش ہی کھڑی رہی۔

"اے لڑکی.... اپنی زبان کھولو.... مجھ سے یہ سیاروں والا فراڈ نہیں چل سکے گا۔" ڈاکٹر نے غرا کر کہا۔

"ڈاکٹر.... آپ اس کی خبر لیجئے.... اسے میں دیکھ لوں گا۔"

ڈاکٹر داور کچھ کہے بغیر ایک طرف بڑھ گئے.... اور عمران تھریسیا کو گھورتا رہا۔ اُس نے یہ نہیں دیکھا کہ ڈاکٹر کدھر گئے تھے۔

"کیا تم اب بھی گونگی ہی رہو گی۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر پوچھا۔

"نہیں.... اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔" تھریسیا مسکرائی۔

"یہ کیا قصہ ہے۔"

"کچھ بھی نہیں.... مجھے قصے کا علم نہیں۔ میں تو معقول معاوضے پر کام کرتی ہوں۔"

"معقول ترین کہو! اس بار میں جو معاوضہ ادا کروں گا وہ معقول ترین ہو گا۔ تم خوش ہو جاؤ گی کیونکہ تم نے شکرال والے واقعے کے بعد وعدہ کیا تھا کہ شرافت کی زندگی بسر کرو گی۔"

"میں یقیناً شرافت کی زندگی بسر کر رہی ہوں۔"

دفعتاً عمران دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سے چونک پڑا.... اور پھر اُسے ڈاکٹر داور دکھائی دیئے جو دوڑتے ہوئے ایک راہداری سے نکلے تھے۔

"اوہ.... عمران.... عمران.... تین ہزار کیوبک انچ غائب ہے....!" انہوں نے چیخ کر کہا اور تھریسیا پر اس انداز میں جھپٹے جیسے اُسے مار ہی ڈالیں گے۔ مگر عمران بیچ میں آگیا۔ تھریسیا مسکرا

رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ "خطرناک چیز ہے اس لئے تھوڑی لے جائی جا رہی ہے!"

"تم کون ہو شیطان کی بچی۔"

"بس شیطان کی بچی۔"

"ڈاکٹر اب وقت نہ ضائع کیجئے۔ اوپر جایئے اور بقیہ کی حفاظت کے لئے جو کچھ کر سکتے ہوں کیجئے مگر نہیں ٹھہریئے۔"

عمران تھریسیا کی طرف مڑا اور پھر سرد لہجے میں پوچھا۔ "وہ کون تھا جس سے تمہیں ان تہہ خانوں کا علم ہوا تھا۔"

"جو کوئی بھی ہو اُس کا علم تمہیں کبھی نہ ہو سکے گا۔" تھریسیا مسکرائی۔ "عمران تم میرے لئے طفلِ مکتب ہو۔"

"ارے.... یہ تو اس طرح گفتگو کر رہی ہے جیسے تمہیں پہلے سے جانتی ہو۔" ڈاکٹر نے حیرت سے کہا۔

"مجھے اس دیوانے سے عشق ہے ڈاکٹر داور....!" تھریسیا نے ہنس کر کہا۔

"تم کون ہو! بتاؤ ورنہ میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔" ڈاکٹر نے کہا۔ اور پھر ارے کہہ کر اچھل پڑے انہیں ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی کتے کا پلا ان کے پیروں کے نیچے آکر چیخ پڑا ہو.... عمران ہنسنے لگا اور ڈاکٹر احمقوں کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"آپ کچھ خیال نہ کیجئے ڈاکٹر !" عمران نے کہا۔ "جہاں یہ عورت موجود ہو وہاں سب کچھ ممکن ہے.... ویسے کیا آپ یہ بتائیں گے کہ آپ کا سیکریٹری کتنے دنوں سے آپکے ساتھ ہے۔"

"وہ... یلبرٹ... ہاں... وہ بہت عرصہ سے میرے ساتھ ہے اور میں اُس پر اعتماد کرتا ہوں۔"

"کیا یہ عمارت اُس کے سامنے بنی تھی۔"

"ہاں.... آں مگر کیوں؟ نہیں تم اس پر شبہ نہیں کر سکتے۔ اس سے زیادہ نیک فرانسیسی آج تک دوسرا کوئی میری نظروں سے نہیں گذرا۔"

"آپ کی نظروں سے نہ گذرا ہو گا لیکن میں نے اس سے بھی زیادہ نیک فرانسیسی دیکھے ہیں۔ اس لئے آپ براہِ کرم فی الحال پہلے تو اسے اپنے آدمیوں کی نگرانی میں دیجئے اور اُس کے بعد یہاں ایک فوجی دستہ طلب کرنے کی کوشش کیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس میں آسانی سے کامیاب

ہو جائیں گے۔ لیکن اس فرانسیسی پر نظر رکھئے گا۔ اگر وہ نکل گیا تو پھر میں کچھ بھی نہ کر سکوں گا۔"

ڈاکٹر داور سر ہلاتے ہوئے چلے گئے۔

"ہاں.... اب تم بتاؤ تھریسیا۔" عمران نے کہا۔ "تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم اب شرافت سے زندگی بسر کرو گی۔"

"مجھ سے کوئی کمینہ پن سرزد نہیں ہوا.... میں اپنے ملک کے لئے کام کر رہی ہوں۔ اور اگر اپنے ملک کے لئے کام کرنا کمینہ پن ہے تو تم مجھ سے بھی بڑے کمینے ہو کیونکہ خود تمہاری کوئی پوزیشن نہیں ہے.... تم تو اپنے ملک کے ایجنٹوں کے ایجنٹ ہو۔"

"میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "لیکن اس ملک کا نام ضرور معلوم کروں گا۔"

"میں نام بھی بتادوں گی۔ قطعی نہیں چھپاؤں گی۔ لیکن تم یقین نہیں کر سکو گے۔"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔"

"اس ملک کا نام زیرولینڈ ہے۔ اب تلاش کرو نقشے میں نہ ملے تو اسے محض بکواس سمجھو۔"

"تھریسیا میں سختی سے بھی پیش آسکتا ہوں۔"

"تم مجھے مار ڈالو ڈیئر.... پچھلی ملاقات سے اب تک ایک پل کے لئے بھی میرا ذہن تمہارے خیال سے خالی نہیں رہا۔ میں نے آج تک اتنی شدت سے کسی کو بھی نہیں چاہا.... کبھی نہیں....!"

"میں یہ سوچے بغیر تم پر تشدد کروں گا کہ تم مجھے کتنا چاہتی ہو۔"

"میں یہیں موجود ہوں عمران.... تمہارے قریب.... تمہارے سامنے....!" تھریسیا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تم اگر مجھے مارو گے تو یہ بھی ایک طرح کی لذت ہی ہو گی میرے لئے؟"

تھریسیا نے آنکھیں بند کر لیں اور خوابناک لہجے میں بولی۔ "عمران کا ہاتھ میرا گال.... عمران مارو مجھے مارو.... جس شدت سے مجھے تم سے پیار ہے اتنی ہی قوت سے مارو.... مارو....!"

عمران نے قہقہہ لگایا.... اور پھر تھریسیا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "میں تمہیں ماروں گا ڈارلنگ.... ارے سڑے.... میرا ہاتھ.... کیڑے پڑیں اس میں!"

اُس کا لہجہ ٹھیٹھ دیسی بوڑھیوں کا سا تھا۔

"مکاری نہیں عمران....!" تھریسیا آنکھیں کھول کر سنجیدگی سے بولی۔

"تمہارا یہ لہجہ مکاری سے لبریز ہے.... پہلے تمہارے لہجے میں خلوص تھا جب تم تشدد کی دھمکیاں دے رہے تھے.... مگر اب....!"

"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم کن لوگوں کے لئے کام کر رہی ہو اگر تم نے نہ بتایا تو پھر ہف ڈریک تو میری مٹھیوں ہی میں ہے۔"

"اوہ.... اس حد تک آگے بڑھ چکے ہو۔" تھریسیا نے حیرت سے کہا پھر ہنس کر پیار بھرے لہجے میں بولی.... "میں پہلے ہی جانتی تھی کہ عمران ڈیئر کے ملک میں ایک نہیں چلے گی۔ اچھا بہتر ہوگا کہ تم ہف ڈریک ہی کو آزماؤ.... نہ میں اپنے ملک سے غداری کر سکتی ہوں اور نہ اس دل کو جہنم میں جھونک سکتی ہوں۔" تھریسیا نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میں نے تمہیں ہف ڈریک کے متعلق بھی نہیں بتایا تم پہلے ہی سے واقف ہو.... اس لئے اس سلسلے میں میرا ضمیر مجھے ملامت نہیں کر سکتا۔"

"تم اب تک یہاں کیوں مقید رہیں نکل کیوں نہیں گئیں۔"

"جب تک کہ اس خطرناک دریافت کا تھوڑا سا حصہ بھی یہاں باقی تھا میں نہیں جا سکتی تھی۔ ہم یہ کام خاموشی سے کرنا چاہتے تھے پہلے کوشش کی گئی تھی کہ اسے چھیڑا ہی نہ جائے بلکہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ یہ مادہ حاصل کیسے ہوتا ہے.... مگر اس میں ناکامی ہوئی۔ اوہ.... عمران اس بھولی بچی کے لئے میں بے حد مغموم ہوں.... مجھے اس سے بڑا انس ہو گیا ہے۔ خدا کے لئے اُسے ڈاکٹر کے تشدد سے بچانا....!"

"تم اپنی بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں....!"

"صرف ایک بار کہہ دو کہ تمہیں بھی میرا خیال ہے.... اس کے بعد میری لاش سڑکوں پر گھسیٹتے پھرنا....!"

"نہیں میں تمہاری لاش کی جیلی بناؤں گا اور ہر ناشتے میں ٹوسٹ پر لگا کر کھایا کروں گا۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس کے لئے مجھے بہت انتظار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ پہلے تو تم قید میں رکھی جاؤ گی پھر کیس چلے گا.... اور اس کے بعد نہ جانے کیا ہو۔"

"تم میرے ہتھکڑیاں لگانے کے بعد ہی کہہ دینا کہ تم بھی اپنے دل میں میرے لئے تھوڑی بہت جگہ رکھتے ہو۔ عمران... میرا جرم اپنی جگہ... پر... اور دل... میں کیا کہوں... میں جانتی ہوں کہ

میرے الفاظ تم پر سے اسی طرح ڈھلک رہے ہیں جیسے کسی ترچھے پڑے ہوئے پتھر سے شبنم کے قطرے... میں اپنے جرم کے سلسلے میں تم سے کسی قسم کی رعایت نہیں مانگ رہی۔ تم یہ نہ سمجھنا... میرے ساتھ جو برتاؤ دل چاہے کرو.... لیکن صرف ایک بار اعتراف کرلو کہ تم بھی....!"

"کہ میں بھی....!" عمران نے بُرا سامنہ بنا کر ٹھنڈی سانس لی۔ کچھ اور بھی کہنا چاہا مگر پھر صرف اُسے گھور کر رہ گیا۔

"ہاں.... کہو.... خاموش کیوں ہوگئے۔"

"میں فی الحال اس مسئلے کے علاوہ اور کسی موضوع پر گفتگو نہیں کر سکتا۔"

"ہاں! میں جانتی ہوں۔ تم ایسے ہی ہو....!" تھریسیا نے ٹھنڈی سانس لی۔ اُس کے چہرے پر گہری اداسی چھا گئی تھی۔

"ہف ڈریک کس کو جوابدہ ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"یہاں تمہارے ملک میں وہ کسی کو بھی جوابدہ نہیں ہے۔ اسے پارٹی کا لیڈر سمجھو....!"

"تھریس....!" عمران کچھ کہتے کہتے رک گیا.... اس بار پھر اُس کے لہجے میں پیار تھا۔

"آہا....!" تھریسیا نے آنکھیں بند کرلیں ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اس لہجے کی لذتوں میں کھو جانا چاہتی ہو۔

"عمران.... ڈارلنگ....!" وہ اُسی طرح آنکھیں بند کئے ہوئے رک رک کر بولی۔ "اس لہجے میں خلوص نہیں ہے.... مگر.... تھریس....! آج تک کسی نے بھی مجھے اتنی بے تکلفی سے مخاطب نہیں کیا.... وہ ہف ڈریک بھی مجھے مادام کہہ کر مخاطب کرتا ہے.... اُف کتنی حلاوت ہے۔ اس بے تکلفانہ لہجے میں.... اس طرز تخاطب میں.... عمران میں پیاسی ہوں.... اس لہجے کی پیاسی.... ہوں اسی تخاطب کی پیاسی ہوں۔ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ ہف ڈریک بھی میرے سامنے ہکلانے لگتا ہے۔ مگر میں پیاسی ہوں .... تھریس....!" وہ اپنے ہونٹوں کو اسی انداز میں دائرے کی شکل میں لائی جیسے کسی کو بوسہ دینا چاہتی ہو اور پھر اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

"تم.... حالات کو پیچیدہ بنا رہی ہو تھریس....!"

"میں یہاں موجود ہوں عمران! یقین رکھو اگر تمہارے بجائے کوئی اور ہوتا تو اب تک اس کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ چلتا کیونکہ میرا ملک سائنسی ترقی کے میدان میں ساری دنیا سے بہت آگے ہے۔

"میں تمہیں یہاں تک بتا سکتی ہوں کہ ابھی کچھ دن پہلے جو نیلا سیارہ ناقابل یقین بلندیوں پر نظر آیا تھا میرے ہی ملک سے تعلق رکھتا تھا.... اور ساری دنیا چیخ اٹھی تھی کہ وہ اس سیارے سے لاعلم ہے۔ جن ممالک نے سب سے پہلے اپنے سیارے فضا میں چھوڑے تھے انہوں نے بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں اعلان کیا تھا کہ وہ پُر اسرار نیلا سیارہ ان سے تعلق نہیں رکھتا.... مگر میں جانتی ہوں کہ اس کا تعلق کس ملک سے تھا۔ وہ زیرو لینڈ کا سیارہ تھا.... زیرو لینڈ.... جو ایک دن ساری دنیا پر حکومت کرے گا اور تمہاری دانست میں جو سب سے زیادہ ترقی پسند ممالک ہیں اُس کے غلام کہلائیں گے.... میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ میں یہاں موجود ہوں میرے ہتھکڑیاں لگا کر پولیس کے حوالے کردو.... میں یہ کبھی نہ چاہوں گی کہ عمران کی بدنامی ہو.... اُس عمران کی جسے میں اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز رکھتی ہوں.... مگر عمران ڈیئر یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ میں اپنے ملک سے غداری کروں.... دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے یہ نہیں پوچھ سکتی کہ زیرو لینڈ کہاں ہے۔"

"میں بھی نہیں.... تھریس ڈارلنگ....!"

"نہیں.... تمہارا مقام الگ ہے.... تمہیں اس کی اجازت دے سکتی ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ دو.... لیکن یہ ناممکن ہے کہ میں تمہیں زیرو لینڈ کا محل وقوع بتادوں۔"

"پھر بتاؤ.... میں تمہیں کیا کروں! تمہارا اَچار ڈالوں یا سچ مچ جیلی ہی بنا کر کھاؤں۔"

"تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ مجھے پولیس کے حوالے کردو۔ اپنے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں پہناؤ۔ یہ میری سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں ایک بار تمہارے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں پہن لوں کیونکہ یہ بھی تمہارے نام پر ایک بڑا دھبہ ہے کہ کئی ٹکراؤ ہونے کے باوجود بھی تم مجھے گرفتار نہ کراسکے۔"

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا.... کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "وہ سنہرا اسفنج کیا بلا ہے۔"

"ہاں مجھے علم ہے کہ وہی ان ساری الجھنوں کا باعث بنا ہے۔ نہ وہ ہمارے ایک آدمی کی غلطی سے ڈاکٹر کی تجربہ گاہ میں گر جاتا اور نہ ہمیں ان دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ عمران دی گریٹ کو بھی کانوں کان خبر نہ ہوتی.... اور ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے.... حالانکہ وہ ایک حقیر سی چیز ہے! ہم معمولی اسفنج کی بجائے سنہرے ریشوں کے اسفنج استعمال کرتے ہیں۔

"آہا.... کتنا آرام دہ ہے یہ اسفنج.... کتنا فائدہ مند....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "دو ایک

ٹکڑے مجھے بھی دو! میں نے ایک رات آزمایا تھا تھریسیا ڈارلنگ۔"

"کیسے آزمایا تھا۔"

"نیند نہیں آ رہی تھی.... رات گزرتی جا رہی تھی۔ میں نے اُسی اسفنج کو اپنے آئی لوشن میں ڈبو کر آنکھوں پر پھیر لیا.... بس ایسی مزے کی نیند آئی ہے کہ کیا بتاؤں.... میں اُسی آئی لوشن کو اکثر پی بھی لیتا ہوں۔"

"بکواس شروع کر دی تم نے! سنجیدگی سے گفتگو کرو۔ آخر میرے لئے تم نے کیا سوچا ہے۔"

"آہا.... وہ آئی لوشن.... ایسٹک ایسڈ اور للکویڈ اامیونیا سے تیار کیا جاتا ہے تھریس ڈیئر۔"

تھریسیا یک بیک اچھل پڑی۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"اوہ.... تم یہ بھی جانتے ہو۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"اور اس کے باوجود بھی تم چاہتی ہو کہ میں تمہاری محبت پر یقین کر لوں۔"

"نہ کرو....!" تھریسیا جھلا کر چیخی.... "لیکن میں تمہیں اپنے ملک کے رازوں کے متعلق کچھ نہ بتا سکوں گی۔ خواہ تم مجھے کتوں سے نچوا ڈالو۔"

"میں یہی کروں گا۔" عمران دانت پیس کر بولا۔

تھریسیا کچھ نہ بولی۔ وہ خاموشی سے اپنے بستر کی طرف مڑ گئی تھی.... "ٹھہرو.... تم اس جگہ سے ہل بھی نہیں سکتیں....!"

اچانک تھریسیا اس کی طرف مڑی اس کے ہاتھوں میں اعشاریہ دو پانچ کا چھوٹا سا پستول چمک رہا تھا۔

"کیا تم مجھے روک سکو گے....!" اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "چلو میں آج تمہارا سنگ آرٹ بھی دیکھوں گی۔"

"یقیناً ایسے مواقع پر وہی کام آتا ہے۔" عمران مسکرایا۔

"تو چلو نا.... یہ تھریسیا بمبل بی کا ہاتھ ہے.... میں دیکھوں گی کہ تم کتنے پھرتیلے ہو....!"

"فائر کرو....!"

"فائر....!" تھریسیا نے مسکرا کر پستول اس کی طرف اچھال دیا.... جسے عمران نے اپنے ہاتھوں پر روک بھی لیا۔

"میں تم پر فائر کروں گی....!" وہ تمسخر آمیز انداز میں ہنسی۔ "یہ تو ایسا ہی ہے جیسے میں اپنے دل کے مقام پر پستول رکھ کر ٹریگر دبا دوں۔"

"پھر میں ہی تمہیں گولی مار دوں گا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا سے کوئی راز اگلوالینا بہت مشکل ہے۔"

"آہا.... بس گولی ہی مار دو! میں ٹھنڈے دل سے تمہارے اس فیصلے کا خیر مقدم کرتی ہوں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں ذہنی الجھاؤ کی جھلکیاں صاف دیکھی جاسکتی تھیں۔

تھریسیا بستر کی طرف چلی گئی۔ پھر عمران نے اُسے لیٹتے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ اپنے اوپر چادر کھینچ رہی ہے۔ پھر اُس نے چہرہ بھی ڈھانپ لیا۔

عمران خاموش کھڑا رہا.... دفعتاً اس نے تھریسیا کے قہقہے کی آواز سنی۔ اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ چادر چہرے سے ہٹادی تھی۔

"تم ہار گئے! عمران.... ہاہا.... ہار گئے.... پیارے....!" اُس نے کہا۔ اس کی آنکھیں بے حد نشیلی ہو گئی تھیں اور ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے وہ ذرا ہی سی دیر میں سو جائے گی۔

"آہا.... تو کیا اَب یہ تمہارا بستر.... چھت پھاڑ کر اوپر نکل جائے گا.... ہو سکتا ہے.... میں نے لڑکی سے تمہارے فے گراز کی داستان بھی سنی ہے۔"

"نہیں ڈارلنگ....!" تھریسیا کی آواز دردناک تھی اور ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ۔

"کیا مطلب....!" یک بیک عمران چونک پڑا۔

"یہ لو....!" تھریسیا نے ڈھیلے ہاتھ سے کوئی چیز عمران کی طرف اچھال دی۔ عمران نے اسے ہاتھ پر روک لیا اور دوسرے ہی لمحہ میں اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ ایک چھوٹی سی شیشی تھی جس کی تہہ میں سرخ رنگ کا ایک قطرہ لرز رہا تھا اور لیبل پر تحریر تھا۔ "زہر"

"یہ تم نے کیا کیا....!" عمران شیشی پھینک کر اُس کی طرف جھپٹا۔

"تھریسیا ہنسی....!" مگر اس کے انداز میں بڑا اضمحلال تھا۔

اُس نے بھرائی ہوئی نحیف آواز میں کہا۔ "پھر میں کیا کرتی۔ میں جانتی تھی کہ تم میری کسی تجویز پر عمل نہ کرو گے۔ میرے مشورے کو شبہے کی نظروں سے دیکھو گے۔ تمہیں کسی بات کا یقین دلا دینا بہت مشکل کام ہے۔ کیونکہ تم ضدی ہو.... چلو اگر تمہارا ایک آنسو بھی میری لاش

پر گر سکا تو میں یہی سمجھوں گی کہ میں نے زہر کھا کر غلطی نہیں کی تھی.... یہ ایک سریع الاثر زہر ہے.... اچھا.... جاؤ.... دور ہٹو.... ہٹ جاؤ.... مجھے مرنے دو۔"

عمران دو قدم پیچھے ہٹ گیا.... تھریسیا نے پھر چہرے پر چادر کھینچ لی۔ عمران خاموش کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا.... مگر وہ اب یہی سوچ رہا تھا کہ وہ عورت تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا ہے۔ دنیا کی چالاک ترین عورت۔

اچانک تھریسیا کا جسم بڑی شدت سے کانپنے لگا۔ اسی طرح جیسے وہ برف کے کسی ڈھیر میں گر کر ٹھنڈک کا شکار ہو گئی ہو۔

پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اُس کی گردن داہنی جانب ڈھلک گئی۔ جسم اب بالکل ساکت ہو چکا تھا۔ عمران نے اسے آوازیں دیں۔ نبض ٹٹولی.... ناک کے سامنے ہاتھ لے جا کر سانس محسوس کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں اب کچھ بھی نہیں تھا۔

اُس نے ابھی تک اتنی جلدی مرنے والوں کے جسم اکڑے نہیں دیکھے تھے۔ وہ ہکا بکا.... کھڑا رہ گیا۔

ڈاکٹر داور کا فرانسیسی سیکریٹری تلاش کے باوجود بھی نہ مل سکا۔ ان کے بنگلے کے گرد مسلح فوج کا پہرہ تھا.... اور تھریسیا کی لاش پولیس کی نگرانی میں ہسپتال بھجوائی جا چکی تھی.... عمران بھی ڈاکٹر کے بنگلے ہی میں تھا۔ لیکن چہرے سے یہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے تھریسیا کے مرنے پر ذرہ برابر بھی افسوس ہوا ہو.... وہ تو اب شمی کو بہلانے کی کوشش کر رہا تھا جس نے تھریسیا کی لاش دیکھ کر روتے روتے اپنی آنکھیں متورم کر لی تھیں۔

بدقت تمام وہ اسے سونے کے کمرے میں بھجوا سکا۔ ڈاکٹر داور بہت زیادہ مصروف نظر آ رہے تھے۔ اب اُن کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار نہیں تھے۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں پھر اسی تہہ خانے میں نظر آئے جہاں سے تھریسیا کی لاش اٹھوائی گئی تھی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا عمران کہ میرا سیکریٹری اتنا بڑا ویلین ثابت ہو گا۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "اس سے بس یہی ایک راز پوشیدہ تھا کہ میں نے وہ پُر اسرار مادہ کس طرح حاصل کیا تھا اور

اسے کہاں چھپایا تھا.... اور اس عورت تھریسیا کی حرکتوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ میرے سیکریٹری کو یقین نہیں تھا کہ وہ کس جگہ چھپایا گیا ہوگا ورنہ یہ تھریسیا اتنا لمبا فراڈ کیوں کرتی۔ یعنی وہ لوگ محض شبہے کی بناء پر میرے تہہ خانے میں دیکھنا چاہتے تھے اور تہہ خانوں کے وجود سے صرف تین آدمی واقف تھے۔ میں سیکریٹری اور شمی۔ لیکن اس مادے یا اس کے ذخیرے کی جگہ کا علم سیکریٹری یا شمی کو بھی نہیں تھا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ اُن چیزوں کو الٹ پلٹ رہا تھا جو تھریسیا سے تعلق رکھتی تھیں۔ دفعتاً اُس نے ہیڈ فونوں کے وہ سٹ اٹھائے جو شمی کے بیان کے مطابق ٹیگاز ہی رہے ہوں گے۔

"اوہ یہ سب بکواس ہے....!" ڈاکٹر نے کہا۔ "میں پہلے ہی دیکھ چکا ہوں۔ ان میں کچھ بھی نہیں ہے... یہ مثلث ناک کے نیچے آکر ہونٹ چھپا لیتے ہیں۔ اس لئے ایک دوسرے کے ہونٹوں کی حرکت نہیں دیکھی جاسکتی ورنہ شمی بھی اندازہ کرلیتی کہ وہ لڑکی اسے بیوقوف بنا رہی ہے۔"

"مگر یہ غوطہ خوری کا لباس....!" عمران ایک گوشے کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "بہت کچھ رکھتا ہے۔ ڈاکٹر.... اس میں ہیڈ فون بھی موجود ہیں اور آکسیجن کی تھیلیوں کے نیچے ایک چھوٹی سی مشین بھی.... غالباً اس کے ذریعہ وہ لوگ پانی میں بھی ایک دوسرے سے گفتگو کرسکتے ہیں.... اور سب سے زیادہ حیرت انگیز چیز وہ پستول ہے جو اُس لباس کے ایک جیب سے برآمد ہوا ہے.... آپ یونہی اس کا ٹریگر دبایئے کچھ نہ ہوگا.... صرف ایک ہلکی سی "ٹرچ" سنائی دے گی۔ اس کی نالی پانی میں ڈال کر ٹریگر دبایئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔"

"کیا ہوتا ہے۔"

"معاف کیجئے! اس کا تجربہ میں نے آپ کے پائیں باغ والے حوض میں کچھ دیر پہلے کیا تھا اس کی ساری مچھلیاں گوشت کے ٹکڑوں میں تبدیل ہوگئی ہیں۔"

"یہ تم نے کیا کیا..؟ ارے وہ بے حد قیمتی مچھلیاں تھیں! لاحول ولا قوۃ مجھ سے مشورہ لیا ہوتا۔"

"بس اب غلطی تو ہو ہی گئی۔ میں آپ کو سوئٹزر لینڈ کی مچھلیاں منگوادوں گا جن کی دُموں پر مدھوبالا زندہ باد لکھا ہوتا ہے۔"

"ہائیں یہ کیا بکواس ہے۔" ڈاکٹر داور اُسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

"ایسی باتوں پر اسی طرح میرا دماغ خراب ہوجاتا ہے.... میں آپ کو ایک حیرت انگیز ایجاد

کے متعلق بتا رہا تھا اور آپ کو اپنی مچھلیوں کی فکر پڑ گئی۔"

درجنوں ایجادات میری جیب میں پڑی رہتی ہیں۔ لیکن اب ویسی مچھلیاں کبھی نہ مل سکیں گی.... میں ایک کمیاب نسل کالی گولڈ فش پر کچھ تجربات کر رہا تھا۔ تم نے ان سبھوں کا ستیاناس کر دیا.... لاؤ.... دیکھوں وہ پستول....!"

عمران نے پستول نکال کر ڈاکٹر داور کو دیا۔ یہ کسی چمکدار صاف دھات کا معمولی سا پستول معلوم ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر داور نے اُس کے دہانے کو انگلی سے بند کر کے ٹریگر دبایا۔ ہلکی سی "ٹرچ" سنائی دی اور پھر ڈاکٹر اس کے دہانے سے انگلی ہٹا کر ناک کے قریب لے گئے۔ یک بیک عمران نے پھر اُن کے چہرے کا رنگ اڑتے دیکھا۔

"عمران....!" وہ مضحمل آواز میں بولے۔ "میں مکمل طور پر لٹ چکا ہوں۔ خدا اس سیکریٹری کو غارت کرے جس نے مجھے بالکل تباہ کر دیا۔ ارے میں اسے اپنے بیٹے سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا.... اس قسم کے ایک حربے کی ایجاد کی فکر میں نے ہی سب سے پہلے کی تھی جو پانی کے اندر کام آسکے اور اتنا ہلکا پھلکا ہو کہ اس کی نقل و حرکت میں کوئی دشواری پیش نہ آئے.... مگر پھر بعض الجھنیں ایسی آپڑی تھیں کہ میرا ذہن دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا اس پر گو میرا کام مکمل ہو چکا تھا لیکن میں نے اس حربے کو کوئی مخصوص شکل نہیں دی تھی۔ کیا پانی میں اس کا ٹریگر دبانے سے سرخ رنگ کی چمکدار لہریں نکلتی تھیں۔"

"جی ہاں....!"

"بس....!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔ "اب مجھے مطمئن رہنا چاہئے کہ صرف ایک راز کے علاوہ اور میرے سارے راز کسی دوسرے ملک کے سائنسدان تک پہنچ چکے ہیں۔"

"غالباً آپ کا وہ راز یہی خلاء بنانے والا مادہ ہے۔"

"ہاں....! مگر اب یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ راز ہی رہے.... اس کی کافی مقدار وہ لوگ نکال لے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس پر ان کا کوئی تجربہ انہیں اس کے حاصل کرنے کے طریقے ہی کی طرف لے جائے۔"

"اس پستول میں کیا چیز استعمال کی جاتی ہے۔"

"ایک مخصوص قسم کی بیٹری جسے ایٹمی توانائی سے چارج کیا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ....

ٹھہرو.... مجھے دیکھنے دو۔"

ڈاکٹر داور تھوڑی دیر تک اُس پستول کو الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے۔ انہوں نے اس کے دستے میں ایک خانہ سا پیدا کرلیا غالباً وہ کسی بٹن کے دبانے کی وجہ سے ظاہر ہو گیا تھا۔ انہوں نے اس خانے سے کوئی ثقیل اور مٹیالے رنگ کی مکعب نما چیز نکالی اور ہتھیلی پر رکھ کر اس طرح ہاتھ کو جنبش دینے لگے جیسے اس کا وزن معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

آخر کار انہوں نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اگر یہ تیس سال تک متواتر چوبیس گھنٹے استعمال میں رہے تب بھی اسے دوبارہ چارج کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔"

"اچھی بات ہے اُسے اسی طرح رکھ دیجئے اور میں اب سمندر کی سیر کروں گا۔"

"کیا مطلب....!"

"ایک زمانے میں مجھے فراگ مین بننے کا بھی شوق رہ چکا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم سوچے سمجھے بغیر اس سلسلے میں کوئی قدم نہ اٹھاؤ۔ میں تو اس وقت صرف شارلی کے متعلق سوچ رہا ہوں کہیں یہ محض اتفاقات ہی پر مبنی نہ ہو کہ وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔"

"میں کس طرح یقین کرلوں کہ جسے آج تک میں نے بیٹے کی طرح عزیز رکھا ہے۔"

"یہ شارلی کون ہے....!"

"وہ میرا اسکریٹری....!"

"آہا.... مگر ابھی کچھ دیر پہلے تو آپ نے کوئی دوسرا نام بتایا تھا۔"

"میں اسے شارلی ہی کہہ کر مخاطب کرتا تھا.... بالکل اُسی طرح پیار سے جیسے اپنے بچوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ عمران وہ بہت ذہین ہے۔ بے حد شریف ہے.... میں کیسے یقین کرلوں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ تھریسیا کی چیزیں اکٹھی کر رہا تھا۔

اچانک کسی گوشے میں لگی ہوئی گھنٹی چیخ اُٹھی۔

"اوہ....!" ڈاکٹر چونک پڑا.... "یہ شمی ہی ہوگی۔ آؤ چلیں۔"

عمران نے غوطہ خوری کا لباس سمیٹ کر بائیں ہاتھ میں ڈالا اور ڈاکٹر داور کے ساتھ تہہ خانوں سے نکل آیا۔

عمارت پر سناٹے کی حکمرانی تھی.... باہر مسلح فوجیوں کا ایک دستہ موجود تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سب بھی کسی خطرے کی بو سونگھ کر یک بیک خاموش ہو گئے ہوں۔

شمی نے بتایا کہ فون پر عمران کی کال ہے۔ عمران سوچنے لگا کہ یہاں کس نے اسے فون کیا ہوگا.... وہ اکثر احمقانہ انداز میں سوچنے بھی لگتا تھا۔ اُس کے سارے ماتحت اس وقت اس عمارت کے آس پاس ہی موجود تھے ممکن تھا کہ انہیں میں سے کسی نے فون پر اُس سے گفتگو کرنی چاہی ہو۔

اُس نے ریسیور اٹھا کر آہستہ سے کہا۔ "ہیلو....!"

اور جواب میں اُسے کسی عورت کی ہنسی سنائی دی.... عمران کو بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اُس کی کھوپڑی گردن سے اکھڑ کر چھت سے جا ٹکرائی ہو.... کیونکہ یہ آواز اور ہنسی تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

عمران سنبھلا اور پھر اُس نے بھی ہنسنا شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ کرتا بھی کیا۔ اس کی سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کہنا چاہئے.... ڈاکٹر داور قریب ہی کھڑے اُسے اس طرح گھور رہے تھے جیسے ان کی دانست میں اُس کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔

"عمران ڈارلنگ....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے دوسری طرف سے ماؤتھ پیس ہی میں ایک عدد بوسہ اڑا دیا گیا۔

"ارے باپ رے....!" عمران بڑبڑایا۔

"میں نے تمہیں ایک شاندار موقع دیا تھا عمران....!" آواز آئی۔ "لیکن تم شکوک و شبہات کا شکار رہے۔ اب بتاؤ کیسی رہی.... کل کے اخبارات یہی تو بتائیں گے کہ تھریسیا عمران کو چرکا دے کر نکل گئی.... اگر تم نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دی ہوتیں تو میرے نکل جانے کی ذمہ داری تم پر عائد نہ ہوتی۔ ویسے نہ میرے ہاتھ ہتھکڑیوں کے لئے بنے ہیں اور نہ میں خود حوالات کے لئے.... بولو.... تم سے غلطی ہوئی تھی یا نہیں!"

"نہیں....!" دفعتاً عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

"ارے خفا ہو گئے ڈیئر....! سنو تو سہی تمہارے مشرق کا صرف یہی آرٹ مجھے بے حد پسند ہے۔ اسی کی بدولت میں کئی بار کافی بڑے خطرات سے نکل گئی ہوں.... تم بھی حبس دم کی تھوڑی مشق بہم پہنچا لو.... کبھی نہ کبھی کام ہی آئے گی۔"

"میں روح قبض کرنے کا ماہر ہوں۔"

"واقعی تم غصے میں معلوم ہوتے ہو۔ بھئی میرا کیا قصور ہے۔ مجھے وہاں سے ایک ایمبولینس گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لایا گیا تھا۔ ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں گاڑی رکی اور جیسے وہ لوگ مجھے اسٹریچر پر ڈالنے لگے میں نے کہا ایک چھینک ہی سہی.... بس چھینکنا قیامت ہو گیا۔ وہ لوگ اچھل اچھل کر بھاگے اور کمپاؤنڈ میں چاروں طرف بھوت کے نعرے گونجنے لگے.... مجھے بہت غصہ آیا تمہیں سوچو کہ یہ میری شان میں کتنی بڑی گستاخی تھی۔ بس پھر میں ان کو بُرا بھلا کہتی ہوئی کمپاؤنڈ سے صاف باہر نکل آئی اور اب ایک چوراہے کے پبلک ٹیلی فون بوتھ سے تمہیں مخاطب کر رہی ہوں۔"

"اچھا اب مخاطب کر چکی ہو تو میں ڈس کنکٹ کر دوں کیونکہ بہت کام پڑا ہوا ہے۔"

"تمہاری مرضی....!" تھریسیا کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ لیکن میز کے پاس سے ہٹا بھی نہیں تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔ اس بار صفدر نے اسے مخاطب کر کے تھریسیا کے زندہ ہونے کی اطلاع دی۔ وہ ایمبولینس گاڑی میں اس توقع پر بیٹھ کر ہسپتال تک گیا تھا کہ شائد تھریسیا کے آدمیوں سے مڈ بھیڑ ہو جائے۔ عمران نے صفدر کی اس اطلاع پر رائے زنی نہیں کی حالانکہ صفدر نے گفتگو کو طول دینے کی کوشش کی تھی لیکن عمران نے صرف حیرت کا اظہار کر کے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ شمی سے اس جگہ کے متعلق پوچھ گچھ کرتا رہا تھا جہاں تھریسیا کا فے گراز گرا تھا۔ لیکن وہ اس وقت شمی کو باہر جانے پر آمادہ نہ کر سکا۔ حالانکہ وہ ایک نڈر لڑکی تھی لیکن اس رات کے حالات نے اُسے کسی حد تک کم ہمت بنا دیا تھا۔ وہ عمران کو کچن میں لے گئی اور پھر کھڑکی سے وہ جگہ دکھانے لگی جہاں فے گراز گرا تھا۔ اس نے اس کے لئے بہت زیادہ قوت والی ٹارچ استعمال کی۔ نیچے فوجی موجود تھے انہوں نے مڑ کر دیکھا اور بڑبڑاتے ہوئے پھر ساحل کی طرف متوجہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد عمران باہر آ گیا.... اس وقت کوئی دوسرا سمندر میں غوطہ لگانے کا خیال بھی دل میں نہ لاتا لیکن عمران غوطہ خوری کے لباس میں ملبوس ساحل کی طرف چلا جا رہا تھا۔ یہ وہی لباس تھا جو تھریسیا چھوڑ گئی تھی اور عمران نے اسے ہر ہر طرح سے الٹ پلٹ کر دیکھا تھا.... اور اس کی خصوصیات ذہن نشین کرنے کی کوشش کی تھی.... وہ بہت خاموشی سے باہر آیا تھا اور جب وہ ساحل پر پہنچ گیا تو اُسے ان فوجیوں پر بے حد غصہ آیا جن کی غفلت اُسے یہاں تک کسی مزاحمت کے بغیر لائی تھی۔

وہ بہ آہستگی پانی میں اتر گیا.... لیکن جیسے ہی اُس کا سر پانی میں پہنچا خلاف توقع اُسے اپنے چاروں طرف روشنی نظر آنے لگی۔ اتنی تیز روشنی کہ وہ پانی میں رہ کر تعین بھی کر سکتا تھا۔

پھر اچانک اس نے کسی کی آواز سنی اور اُسے اس ہیڈ فون کا خیال آگیا جو غوطہ خوری کے لباس کے استر میں سلا ہوا تھا۔ آواز اسی ہیڈ فون سے آرہی تھی لیکن بولنے والا ایسی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا جو عمران کے لئے ناقابل فہم تھی۔ ویسے اس نے سب سے پہلے "مادام تھریسیا.... مادام تھریسیا...." کی تکرار سنی تھی۔

اس نے سوچا کہیں یہ لباس ہی کسی قسم کی پیغام رسانی کا باعث نہ بنا ہو جس طرح پانی میں اترتے ہی اس کے ایک حصے سے روشنی پھوٹنے لگی تھی اُسی طرح کہیں اس نے اس کے پانی میں اترنے کی اطلاع بھی کسی کو نہ دی ہو.... یہ لباس تھریسیا سے تعلق رکھتا تھا اور عمران نے محسوس کیا تھا کہ کسی نامعلوم جگہ سے اس بولنے والے نے اسی انداز میں بار بار تھریسیا کا نام لیا تھا جیسے وہ اُسے مخاطب کرنا چاہتا ہو۔

عمران نے فیصلہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی اس نے سوچا کہ اب یہاں ٹھہرنا گویا دیدہ دانستہ موت کو دعوت دینا ہوگا وہ بڑی تیزی سے پانی کی سطح پر ابھرا.... جب تک اس کا سر پانی میں ڈوبا رہا تھا آوازیں برابر آتی رہیں تھیں لیکن اوپر سر ابھارتے ہی اس کے گرد پھیلی ہوئی روشنی بھی غائب ہو گئی اور آوازوں کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ پانی کاٹتا ہوا کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا... مگر اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر اسے نیچے کھینچ لیا ہو.... عمران بے بسی سے ہاتھ پیر ہلاتا ہوا تہہ نشین ہوتا رہا.... دفعتاً اس کے کانوں سے پھر کسی غیر مانوس زبان کے الفاظ ٹکرانے لگے.... اُس نے سوچا کہ یہ یقیناً کوئی آدمی ہی ہے جو اس کی ٹانگیں پکڑے ہوئے تہہ میں کھینچے لئے جا رہا ہے۔

دفعتاً عمران نسوانی آواز میں ہنسا.... اُس نے تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا کی ہنسی کی نقل اتارنے کی کوشش کی تھی.... اچانک اس کی ٹانگیں چھوڑ دی گئیں۔ عمران قلابازی کھا کر اُس آدمی کے سامنے آگیا جس نے اس کی ٹانگیں پکڑ رکھی تھیں.... وہ برابر اسی طرح ہنسے جا رہا تھا.... اور اس کے کانوں میں "مادام.... مادام" کے ساتھ ہی دوسرے الفاظ بھی گونجتے رہے۔ غالباً وہ آدمی اپنی اس گستاخی پر اظہار تاسف کر رہا تھا۔

عمران نے پستول نکالا.... اور دوسرے ہی لمحے میں اس کی نال سے سرخ لہریں نکل کر اس آدمی کے ہیولا سے ٹکرائیں.... پھر نہ معلوم ہو سکا کہ وہ ہیولا کس طرح یک بیک ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

اب عمران دوبارہ اوپر اٹھ رہا تھا.... اگر اس سے ذرا سی بھی غلطی ہوتی تو شائد اسی کے ٹکڑے اس وقت تہہ سے سطح کی طرف ابھر رہے ہوتے۔

اب اُسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ لباس بجائے خود خبر رسانی کا ذریعہ ہے.... اور ہو سکتا ہے کہ ہر لباس کی نوعیت ہی الگ ہو اور وہ مخصوص نوعیت ہی لباس استعمال کرنے والے کی شخصیت کا اعلان کر دیتی ہو.... مثلاً یہ لباس چونکہ تھریسیا کے استعمال میں رہتا تھا اس لئے جیسے ہی یہ پانی میں پہنچتا تھا بعض نامعلوم آدمیوں کو کسی ذریعہ سے علم ہو جاتا تھا کہ تھریسیا بمبل بی پانی میں اتری ہے۔

عمران سطح پر ابھرا اور کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس بار وہ بہ آسانی کنارے تک پہنچ گیا۔ لیکن اسے خدشہ تھا کہ اس کا علم ان لوگوں کو یقینی طور پر ہو گیا ہوگا جن سے اس آدمی کا تعلق تھا۔

عمران نرکل کی جھاڑیوں میں آچھپا۔ اس کی نظریں پانی کی سطح پر تھیں۔ مگر بیس منٹ تک منتظر رہنے کے باوجود بھی کوئی نیا واقعہ سامنے نہ آسکا۔

کچھ دیر بعد وہ اور ڈاکٹر بنگلے کے ایک کمرے میں.... ایک بڑی میز کے قریب کھڑے اُن ٹکڑوں کو دیکھ رہے تھے جو سمندر کی لہروں نے کنارے لا پھینکے تھے.... ان کی رنگت سیاہ تھی لیکن یہ گوشت کے لوتھڑے ہی معلوم ہو رہے تھے۔

"تم....!" ڈاکٹر داور عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کچھ کہتے کہتے رک گئے۔

"کیا میں نے غلطی کی تھی؟" عمران نے بوکھلا کر احمقانہ انداز میں پوچھا اور ڈاکٹر کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہیں اولاد آدم کے کس طبقے کے ساتھ رکھوں....!" انہوں نے کہا۔

"اس طبقے کے ساتھ جس کا عدم اور وجود دونوں برابر ہیں۔"

"نہیں.... تم جیسا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا....!"

"میں غلط نہیں کہہ رہا تھا.... پہلے آپ کی نظروں سے نہیں گذرا تھا.... اب گذرا ہوں.... اور ہو سکتا ہے تھوڑی دیر بعد آپ مجھے پہچاننے ہی سے انکار کر دیں!"

ٹھیک اسی وقت شمی کمرے میں داخل ہوئی اور ڈاکٹر نے جلدی سے آئیل کلاتھ کا ایک ٹکڑا اُن ٹکڑوں پر ڈال دیا جو ساحل سے لائے گئے تھے۔

"پاپا.... وہ زندہ ہے.... خدا کی قسم.... اس کی آواز تھی۔" شمی ہانپتی ہوئی بولی۔

"کیا کہہ رہی ہو.... کس کی آواز تھی....!" ڈاکٹر داور نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔

"سنہری لڑکی.... کی.... خدا کی قسم پاپا.... اُس نے ابھی ابھی مجھ سے فون پر گفتگو کی تھی۔"

"اب تم سو جاؤ....!" ڈاکٹر داور نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تم اس لڑکی سے بے حد متاثر ہوئی ہو.... مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارے ذہن پر اس کا بُرا اثر نہ پڑے۔"

"پاپا.... یقین کیجئے....!"

عمران احمقانہ انداز میں ہنس پڑا اور شمی اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگی پھر اُس نے شائد کوئی جلی کٹی بات کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ عمران بوکھلا کر بولا۔ "ہاں.... وہ زندہ ہے....؟"

"کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں....!" شمی دانت پیس کر ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

"بے بی.... بے بی۔" ڈاکٹر داور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

"پاپا.... یہ آدمی مجھے خواہ مخواہ غصہ دلایا کرتا ہے۔"

"بے بی.... یہ میرا بیٹا ہے.... اس لئے اس کی توہین نہ کرو.... کیا تم انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل مسٹر رحمان سے واقف ہو۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔" شمی کا لہجہ اب بھی ناخوشگوار تھا۔ "وہ آپ کے دوست ہیں۔"

"یہ رحمان کا لڑکا علی عمران ہے.... ممکن ہے تم نے اس کے تذکرے بھی سنے ہوں۔"

"جی ہاں سنے ہیں.... یہ ثریا آپا کے بھائی ہیں نا....!" اُس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ارے.... خدا غارت کرے....!" عمران ہکلا کر بڑبڑایا۔

"میں نے ثریا سے ہی ان کے تذکرے سنے ہیں۔" شمی بُرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "گھر ہی میں ان سے کون خوش ہے....!"

"ثریا کون ہے....!" ڈاکٹر داور نے پوچھا۔

"ان کی بہن....!"

"اوہ.... عمران.... میری زندگی ایسی ہے کہ میں کسی سے بھی واقف نہیں ہوں۔ حتیٰ کہ اپنے جگری دوستوں کے بچوں تک سے شناسائی نہیں رکھتا۔ اب یہ شمی آتی جاتی رہتی ہے تمہارے یہاں.... اور اکثر سنا ہے تمہارے گھر کی لڑکیاں بھی یہاں آتی ہیں۔"

"بس ایسی ہی زندگی میری بھی ہے.... دو سال بعد.... ابھی پچھلے دنوں دوبارہ گھر گیا تھا۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔ "مجھے ایسی زندگی بہت پسند ہے! ارے ماں باپ تو بہتیرے مل جائیں گے لیکن گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔"

"دیکھا آپ نے.... یہ ایسے آدمی ہیں....!" شمی طنزیہ لہجے میں بولی۔

"خیر.... بھئی اب تم لوگ لڑو مت.... میں ویسے ہی بہت پریشان ہوں۔" ڈاکٹر داور نے کہا پھر عمران سے بولے۔ "ہاں تم نے ابھی کیا کہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔"

اور میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ کیونکہ میں نے آپ دونوں کی موجودگی ہی میں اس سے گفتگو کی تھی اُسی وقت جب میں ہنس رہا تھا اور آپ مجھے اس طرح گھور رہے تھے جیسے میرا دماغ خراب ہو گیا ہو اور پھر اُسکے بعد میرے ایک ساتھی نے اس کی زندگی کی تصدیق بھی کردی تھی۔ کیونکہ وہ اُس گاڑی ہی میں موجود تھا جس میں اس کی لاش ہسپتال لی جائی گئی تھی۔ جب لاش کا اسٹریچر اٹھایا جانے لگا تو اُس سنہری لڑکی کو ایک روپہلی سی چھینک آگئی بس پھر کیا تھا۔ ہسپتال کی کمپاؤنڈ ویران ہو گئی اور وہ!"

عمران اپنی دو انگلیوں کو اس طرح خلاء میں حرکت دینے لگا جیسے اُن انگلیوں سے تھریسیا کے چلنے کی نقل اتار رہا ہو۔

"مگر یہ ہوا کیسے! اُس کی لاش تک اکڑ گئی تھی۔" ڈاکٹر داور نے حیرت سے کہا۔

"ارے وہ تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا ہے۔" عمران ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا "اور پھر اُس نے اس کے کئی تذکرے چھیڑ دیئے۔ فی الحال دراصل اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے اس لئے وہ وقت کاٹنے کے لئے شکرال کے قصے لے بیٹھا کہ کس طرح وہ تھریسیا اور الفانسے کے چکر میں پڑنے کے بعد شکرال تک جا پہنچا تھا.... [1] یہ واقعات اتنے دلچسپ تھے

---

[1] ان واقعات کے لئے عمران سیریز کی جلد نمبر 5 "شکرال کا ناسور" ملاحظہ فرمائیے۔

کہ ڈاکٹر داور جیسے مشغول آدمی بھی اطمینان سے ایک کرسی پر دراز ہو گئے تھے۔ اُن کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور آنکھیں نیم وا تھیں۔ شمی بھی کبھی کبھی خوفزدہ نظر آنے لگی اور کبھی اس کی آنکھیں چمکنے لگتیں۔ دفعتاً عمران نے ڈاکٹر داور کو مخاطب کیا۔ "آپ کو یاد ہے یا نہیں کہ تہہ خانے میں آپ اپنے پیروں کے نیچے کتے کے پلے کی آواز سن کر اچھل پڑے تھے۔"

"ہاں بھئی....!" ڈاکٹر داور چونک کر بولے۔ "وہ کیا تھا؟ مجھے ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے میرے پیروں کے نیچے کوئی کتے کا پلا اتفاقاً دب کر چیخ اٹھا ہو۔!"

"وہ تھریسیا تھی۔"

"مگر یہ کیسے ممکن ہے! وہ تو کافی دور تھی۔"

"یہ بھی ایک آرٹ ہے ڈاکٹر....!"

"انکل نہیں کہہ سکتے۔" شمی بول پڑی۔ "میں بھی تو تمہارے ڈیڈی کو انکل کہتی ہوں....! ڈاکٹر.... ڈاکٹر.... کتنا بُرا لگتا ہے۔!"

"نہیں....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں اب اپنے ڈیڈی کو بھی ڈیڈی نہیں کہتا کیونکہ ۱۹۵۵ء سے کسی دوسرے ڈیڈی کی تلاش میں ہوں مگر ابھی تک نہیں مل سکا۔"

"یہ کیا بکواس شروع کر دی تم لوگوں نے.... ہاں عمران پھر کیا ہوا....!"

"ہاں.... ڈاکٹر.... پھر جب ہم تھریسیا کو ساتھ لے کر شکرال سے واپس آ رہے تھے وہ اپنے اسی آرٹ کے مظاہرے کی دھمکی دے کر نکل گئی تھی.... ہم دشوار گذار راستوں سے گذر رہے تھے۔ آپ خود سوچئے اگر وہی کتے کا پلا خچروں اور ٹٹوؤں کے پیروں کے نیچے دب کر بھی چیخنا شروع کر دیتا تو ہم کہاں ہوتے! ہزاروں فٹ کی بلندی سے نیچے گرنے کے بعد ناشتہ بھی تو نہ کر سکتے.... کیونکہ خود ہمارا ہی حلوہ بن جاتا.... اس طرح وہ نکل جانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر وہ دنیا کی شاطر ترین عورت ہے.... اب اسی وقت وہ اپنے دوسرے آرٹ حبس دم کا مظاہرہ کر کے نکل گئی.... مگر آپ یقین کیجئے کہ میں بھی دھوکا کھا گیا تھا۔"

"آپ ویسے بھی مجھے کوئی عقلمند آدمی نہیں معلوم ہوتے....!" شمی جل کر بولی۔

"نہ معلوم ہوتا ہوں گا۔!" عمران نے دردناک لہجے میں کہا۔ "ویسے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ثریا سے کب سے جان پہچان ہے۔"

"بہت دنوں سے....!"

"ٹھیک ہے....!" عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

"کیوں کیا بات ہے....!" ڈاکٹر داور نے چونک کر پوچھا۔

"ثریا اس خاندان میں ایک ایسی لڑکی ہے جس سے شیطان تو خیر معمولی چیز ہے عمران بھی پناہ مانگتا ہے۔" عمران نے کافی سعادت مندانہ لہجے میں کہا۔

"خیر.... خیر.... تو وہ بھی تمہاری ہی بہن ہے....!" ڈاکٹر ہنسنے لگے۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اُس کے ہونٹ ہل رہے تھے اور آنکھیں فرش پر تھیں۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی کم سخن مگر غصہ ور لڑکی تنہائی میں بڑبڑا کر اپنے دل کا بخار نکال رہی ہو۔

"مگر ڈاکٹر۔" اُس نے کچھ دیر بعد سر اٹھا کر کہا۔ "مجھے آپ کے رویئے پر حیرت ہے آپ کا اتنا زبردست نقصان ہوا ہے یعنی آپ کے ایک نہیں بلکہ کئی راز دوسروں تک پہنچ گئے ہوں گے لیکن.... میں آپ کے چہرے پر پریشانی کے آثار نہیں دیکھتا۔ بس وقتی طور پر میں آپ کے چہرے پر کرب کی علامتیں ضرور پاتا ہوں لیکن کچھ دیر بعد آپ اس طرح معمول پر آجاتے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہ ہو....!"

"ہوں....!" ڈاکٹر داور مسکرائے اور اُن کی یہ مسکراہٹ بے جان بھی نہیں تھی وہ چند لمحے عمران کی آنکھوں میں دیکھتے رہے پھر بولے۔ "مجھے ان چیزوں کی پرواہ کم ہوتی ہے....ابھی ایسے ہی ہزارہا ادھورے پلان میرے ذہن میں موجود ہیں اس لئے ایک آدھ کے ضائع ہو جانے سے میری فکری صلاحیتوں پر کیا اثر پڑ سکتا ہے.... میرے لئے یہی خوشی کیا کم ہے کہ میں اپنے ذہن کی عظیم بلندیوں سے ان چوروں پر حقارت کی نظریں ڈالتا ہوں۔ تم ان جملوں پر مجھے مغرور سمجھو گے مگر میں اسے غرور نہیں سمجھتا۔ وہی کہتا ہوں جو دوسرے میرے لئے کہتے ہیں۔ میں نے دنیا کو بہت کچھ دیا ہے عمران....!"

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور عمران اٹھ گیا۔

دوسری طرف سے بولنے والا بلیک زیرو تھا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "کوئینس روڈ والی عمارت جس میں ہف ڈریک رہتا تھا شعلوں میں گھری ہوئی ہے.... فائر بریگیڈ ابھی تک آگ پر قابو نہیں پا سکا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اُس عمارت سے

کوئی بھی باہر نہیں نکلا۔ فائر بریگیڈ سے کچھ آدمی اندر اسی لئے گھسے تھے کہ لوگوں کو باہر نکالیں لیکن انہیں ایک متنفس بھی نہ مل سکا۔"

"ہف ڈریک وہاں موجود ہے۔"

"نہیں کوئی بھی نہیں.... اُس کی تلاش جاری ہے۔ جہاں جہاں بھی اُس کے ملنے کے امکانات ہو سکتے تھے کوشش کی گئی لیکن ابھی تک تو کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

"اُسے تلاش کرنے کی کوشش کرو.... اُس کے دوسرے آدمیوں پر تو تم لوگوں کی نظریں تھیں ہی.... لہٰذا اُن میں سے جو بھی جس وقت اور جہاں جس حال میں ملے اُسے گھیر و اور ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔"

"بہت بہتر جناب!" بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ ریسیور رکھ کر وہ شمی کی طرف مڑا۔

"ہاں آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اُس نے فون پر آپ سے کیا کہا تھا۔"

"کچھ نہیں.... بس وہ مجھ سے معافی مانگ رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ اب تو تمہیں حالات کا علم ہی ہو چکا ہو گا.... مگر یہ حقیقت ہے کہ مجھے تم سے بے پناہ محبت ہو گئی ہے.... میں نہیں چاہتی کہ تمہارے دل میں میری طرف سے کسی قسم کی کدورت رہ جائے.... میں تمہیں یا تمہارے پاپا کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے بغیر وہ چیز نکال لے جاتی جو مجھے درکار تھی.... اوہ.... پاپا.... وہ کیا چیز تھی۔!"

وہ خاموش ہو کر ڈاکٹر کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔

"کچھ بھی نہیں!" ڈاکٹر نے آنکھیں بند کئے ہوئے جواب دیا۔ "تم اُن الجھنوں میں نہ پڑو! جاؤ اب سو جاؤ۔"

"اچھا میں نہیں پوچھوں گی پاپا.... مگر میں اس وقت آپ سے قریب رہنا چاہتی ہوں۔"

ڈاکٹر کچھ نہ بولے۔

یہ کچھ اُس شہر کی بات نہیں تھی بلکہ اُن واقعات سے سارے ملک میں بے چینی پھیل گئی تھی۔ لیکن اس کا علم کسی کو بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ میں وہ حالات کیوں رونما ہوئے

تھے۔ یعنی ڈاکٹر داور کی وہ خطرناک دریافت اب بھی پردہ راز میں تھی۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ نیلے سیارے اور چمکدار لکیروں کا تذکرہ کئی ممالک کے اخبارات نے کیا ہو.... لیکن اُن ممالک نے بھی کسی نیلے سیارے کے وجود پر حیرت ظاہر کی تھی جو ان دنوں مصنوعی سیاروں کی دوڑ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ وہ زمانہ بھی عجیب تھا مصنوعی سیاروں کا مسئلہ کبوتر بازی کی طرح "سیارہ بازی" کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ مگر یہ امن پسند دنیا کے لئے بڑا اچھا شگون تھا کیونکہ بین الاقوامی غنڈے اب ایک دوسرے کو جنگ کی دھمکیاں دینے کی بجائے مصنوعی سیاروں کے میدان میں قوت آزمائی کر رہے تھے۔ لیکن ان میں سے ابھی تک کوئی بھی چیں بول جانے پر آمادہ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو مخاطب کرتے اور کہتے دیکھو.... یہ رہا ہمارا سیارہ.... یہ اتنا وزنی ہے اور زمین سے اتنے فاصلے پر گردش کر رہا ہے.... اگر کوئی اس سے بڑا اور اس سے زیادہ فاصلے پر گردش کرنے والا سیارہ فضا میں پھینک سکو تو خیر ورنہ اَب اسے تسلیم کرلو کہ ہم تم سے بڑی طاقت ہیں۔ حریف سیر پر سوا سیر لگا دیتا اور پھر وہی کھینچ تان شروع ہو جاتی.... بہر حال ابھی تک کسی نے بھی شکست تسلیم نہیں کی تھی۔

اچانک ایک دن ایک ملک کا سیارہ فضا میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا اور اس پر طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں.... لیکن جانی پہچانی دنیا میں صرف دو آدمی اس راز سے واقف تھے.... عمران اور ڈاکٹر داور.... وہ سیارہ ٹھیک اسی جگہ پھٹا تھا جہاں اُن دونوں نے نیلے سیارے کو چمکدار لکیروں کا جال بناتے دیکھا تھا۔ ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ اور بنگلے کے گرد اب بھی فوج کا پہرہ قائم تھا۔ لیکن اس رات سے جب تھریسیا فرار ہوئی تھی اب تک کوئی نیا واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ ڈاکٹر داور بھی عموماً خاموش نظر آتے اور ان کا زیادہ تر وقت بنگلے میں گذرتا۔ شمی کو بھی اس پر بڑی حیرت تھی۔ اکثر تو وہ اس سے کہتے "بے بی.... ذرا لوڈو تو نکالو ذرا دیر کھیلیں گے۔"

اور پھر وہ سچ مچ اُس کے ساتھ بالکل بچوں ہی کے سے انداز میں لوڈو کھیلنا شروع کر دیتے۔ شمی کے لئے ان کا آج کل کا رویہ حیرت انگیز تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنی ذہنی سطح سے اس حد تک کبھی نیچے نہیں آئے تھے۔ آج کل انہیں ہر وقت عمران کی تلاش بھی رہتی تھی۔ مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تھا کہ ہنسنے ہنسانے میں وقت گذار دیا جائے۔ مگر عمران تو ان دنوں سرے سے غائب ہی ہو گیا تھا۔ اس کے لئے انہوں نے کئی بار رحمان صاحب کو بھی فون کیا تھا لیکن وہ

بھی عمران کے متعلق کچھ نہیں بتا سکے تھے۔

آج تو وہ دن بھر بنگلے میں یا تو ٹہلتے رہے تھے یا شمی کے ساتھ کبھی تاش کھیلتے اور کبھی لوڈو.... انہیں اس کا بڑا قلق تھا کہ اُن کے سیکریٹری شارلی نے اُن کے ساتھ بہت بڑا فراڈ کیا تھا.... اس رات سے جب وہ حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے اب تک شارلی کی شکل نہیں دکھائی دی تھی۔

شام ہوتے ہوتے اُن کے چہرے پر اتنی زیادہ بیزاری اور اکتاہٹ نظر آنے لگی کہ شمی کو استفسار کرنا ہی پڑا۔

"ہاں.... بے بی....!" انہوں نے صرف اتنا ہی کہا۔ "میں آج کل ایک بہت بڑی الجھن میں مبتلا ہوں۔"

"مجھے بھی بتایئے....!"

"کیا بتاؤں.... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں! کاش میں صرف ایک لکڑہارا ہوتا۔"

"آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں پاپا....!"

"میں خود بھی سمجھتا ہوں کہ یہ بے تکی باتیں ہیں! مگر آدمی اتنا مجبور ہے! وہ کبھی ان بلندیوں پر جا پہنچتا ہے جہاں فرشتوں کی بھی سانس رکنے لگے اور کبھی ایسی پستی میں گرتا ہے جہاں خود اُسے اپنے وجود سے انکار کر دینا پڑتا ہے۔ یعنی وہ خود کو پہچان ہی نہیں سکتا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی پاپا....!"

"خود میری سمجھ میں بھی نہیں آتا کہ بلندیوں پر ہوں یا پستیوں میں! اُف فوہ.... بے بی!"

"آدمی کتنا پیاسا ہے.... اور کس طرح اُس کی پیاس بڑھتی رہتی ہے.... اور کس طرح وہ خوارج میں اپنے لئے تسکین اور آسودگی تلاش کرتا ہے.... مگر کیا کبھی اُسے تسکین نصیب ہوتی ہے.... کبھی آسودگی ملتی ہے.... مگر وہ بالکل کسی سمندر ہی کی موج در موج آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ کبھی چٹانوں کو کاٹتا ہے اور کبھی پہاڑوں میں رخنے کر کے ان کے پرخچے اڑا دیتا ہے۔ اپنی بے چینی کی وجہ وہ خود ہے اور اپنی تسکین کا سامان بھی اپنے ہی دامن میں رکھتا ہے.... مگر وہ دوسروں کی پیاس تو بجھا دیتا ہے خود اپنی پیاس بجھانے کا سلیقہ نہیں رکھتا.... تم اُسے پیاسا سمندر کہہ سکتی ہو بے بی.... جو پانی ہی پانی رکھنے کے باوجود بھی ازل سے پیاسا ہے.... اور اس وقت تک پیاسا ہی رہے گا جب تک کہ اُسے اپنا عرفان نہ ہو جائے لیکن ابھی اس میں ہزار ہا سال لگیں گے.... ابھی

تو وہ بچوں کی طرح گھٹنوں چل رہا ہے.... ابھی تو وہ چاند میں جانے کی باتیں کر رہا ہے۔ اُس کی ذہنیت اور سوجھ بوجھ اُس بچے سے زیادہ نہیں ہے جو ماں کی گود میں چاند کے لئے ہمکتا ہے.... وہ مصنوعی سیارے اڑا کر اسی طرح خوش ہوتا ہے جیسے بچے صابون کے بلبلے اڑا کر مسرور ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے شرط بدتے ہیں کہ دیکھیں کس کا بلبلا دیر تک فنا نہیں ہوتا اور پھر اس طرح شیخیاں بگھارتے ہیں جیسے انہوں نے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو۔ مگر بے بی.... چاند کا سفر آدمیت کی معراج نہیں ہے.... چاند کی باتیں تو ایسی ہی ہیں جیسے کوئی اپنے اصل کام سے اکتا جائے اور بیٹھ کر گنگنانا شروع کر دے....!"

وہ خاموش ہو گئے اور شمی انہیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس نے ایسی باتیں ان کی زبان سے پہلی ہی بار سنیں ہوں۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر داور نے آہستہ سے کہا۔ "جانتی ہو آدمیت کی معراج کیا ہے.... آدمی کی معراج یہ ہے کہ آدمی خود اپنے ہی مسائل حل کر لے.... اگر اُس نے مصنوعی سیارہ فضا میں پھینکنے کی بجائے سرطان کا کامیاب علاج دریافت کر لیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اب اس کے قدم اس راہ کی طرف اٹھ گئے ہیں جس کی انتہا اس کی معراج پر ہو گی۔ اگر اس نے چاند تک پہنچنے کی اسکیم بنانے کی بجائے زمین کے ہنگامے پر امن طور پر فرو کرنے کا کوئی ذریعہ دریافت کر لیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اب یہ سمندر پیاسا نہیں رہے گا بلکہ خود کو بھی سیراب کرنے کی صلاحیت اس میں پیدا ہو چکی ہے.... ہزار ہا سال چاہئیں.... اس کے لئے شمی ہزار ہا سال....!"

"کیا بچوں کی سی باتیں کر رہے ہیں آپ....!"

وہ دونوں ہی عمران کی آواز سن کر چونک پڑے.... وہ دروازے میں اس طرح بُرا سا منہ بنائے کھڑا ہوا تھا جیسے کسی عقلمند آدمی کی زبان سے کچھ احمقانہ باتیں سنی ہوں۔

"کیا مطلب!" ڈاکٹر داور جھلا کر کھڑے ہو گئے۔ انہیں شائد اس کی یہ بے تکی دخل اندازی گراں گذری تھی۔

"مم.... مطلب یہ کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں اور وہاں آپ کی تجربہ گاہ پر سات مختلف رنگوں کے متعدد سیارے منڈلا رہے ہیں۔"

"نہیں....!" ڈاکٹر داور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں.... ہاں.... میں ابھی دوربین سے دیکھ کر آرہا ہوں وہ اُسی جگہ ہیں جہاں ہم نے چمکدار لکیروں کا جال دیکھا تھا۔ وہ دائرے کی شکل میں متواتر گردش کررہے ہیں۔"

"اوہ....!" وہ بڑی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

عمران چند لمحے کھڑا احمقانہ انداز میں مسکراتا رہا۔ پھر بیٹھتا ہوا بولا۔ "بڑی اونچی اونچی باتیں کررہے تھے مگر تم نے دیکھا کہ کس طرح بچوں ہی کی طرح دوڑتے ہوئے گئے ہیں.... ہرے لال پیلے نیلے سیارے دیکھنے کے لئے۔"

"خاموش رہئے۔!" شمی بگڑ گئی۔ "آپ گدھے ہیں۔"

"مجھے غصہ نہیں آئے گا میرے ڈیڈی نے تو اکثر مجھے غصے میں گدھے کا بچہ تک کہہ دیا ہے۔ مگر میں نے کبھی بُرا نہیں مانا.. ویسے اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ آدمیت کی معراج صرف حماقت ہے.... میں یہ بھی تسلیم کرسکتا ہوں کہ آدمی کو ابھی اپنا عرفان نہیں ہوا، جس دن بھی ہوا وہ احمق ہو جائے گا اور یہی اسکی معراج کہلائے گی۔ آدمی ازل ہی سے احمق رہا ہے اور ازل تک انشاءاللہ احمق ہی رہے گا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اسے اپنا عرفان نہ ہو سکے۔ احساس نہ ہو سکے کہ وہ احمق ہے۔ اسلئے اچھی لڑکی زیادہ سے زیادہ احمق بننے کی کوشش کرو، چاند خود ہی بوکھلا کر تمہاری چھت پر اتر آئے گا۔ تمہیں وہ کہانی تو یاد ہی ہوگی کہ ایک بار ہمارے آباؤ اجداد تالاب میں چاند کا عکس دیکھ کر اُس تک پہنچنے کے لئے ایک دوسرے کی دم پکڑ کر کسی درخت کے نیچے لٹکتے چلے گئے تھے اور کس طرح یک بیک اوپر والے بزرگ کے ہاتھوں سے درخت کی شاخ چھوٹ گئی تھی.... اور وہ سارے برگزیدہ حضرات ایک دوسرے کی دم پکڑے ہوئے چاند تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے تھے.... وہیں سے آدمیت کی معراج کی راہ شروع ہوئی تھی اور آج تمہارے پاپا پر ختم ہوگئی.... ہاہا....!"

شمی نے میز سے پیپر ویٹ اٹھا کر عمران پر کھینچ مارا۔

"گڈ....!" عمران خود کو بچا کر اٹھتا ہوا بولا۔ "مجھے اتنی ہی دیر یہاں رکنا تھا.... ٹاٹا....!"

پھر وہ بھی باہر نکل گیا۔

ڈاکٹر داور کے قدم تیزی سے تجربہ گاہ کی طرف اٹھ رہے تھے.... اندھیرا اچھی طرح پھیل

چکا تھا اور سمندر کی طرف سے آنے ولی ہوا معمول سے زیادہ بھاری معلوم ہو رہی تھی۔ اُن کے چاروں طرف سناٹے کی حکمرانی تھی۔ فوجیوں کا پہرہ صرف ان عمارتوں کے گرد تھا جہاں ڈاکٹر داور کی دانست میں اسکی ضرورت تھی۔ لیکن وہ راستہ تو قطعی ویران ہی تھا جس پر وہ چل رہے تھے۔

دفعتاً انہوں نے کسی چیز سے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل زمین پر چلے آئے۔ پھر سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے کہ دو تین آدمی اُن پر ٹوٹ پڑے ایک ہاتھ اُن کے منہ پر پڑا اور مضبوطی سے جما رہا.... پھر اُن کا گلا بھی گھونٹا جانے لگا۔ وہ اس طرح بے قابو کر لئے گئے تھے کہ ہلنا بھی محال تھا۔ آہستہ آہستہ ان کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا گیا اور وہ بیہوش ہو گئے۔

اور پھر جب انہیں ہوش آیا تو وہ اندازہ نہ کر سکے کہ کتنی دیر بیہوش رہے تھے۔ ویسے انہیں اندازہ کرنے کی مہلت ہی نہیں مل سکی تھی۔ کیونکہ ہوش آتے ہی اُن کی نظر سب سے پہلے اپنے سیکریٹری شارلی پر پڑی جو ان پر جھکا ہوا تھا۔ وہ اٹھ بیٹھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگے.... یہ ایک مثلث نما کمرہ تھا لیکن چاروں طرف سے بند.... صرف ایک جانب ایک چھوٹا سا دروازہ تھا.... چھت بھی معمولی کمروں کی چھت سے نیچی تھی اور دیواروں پر سیمنٹ کا پلاسٹر نہیں تھا.... بلکہ وہ کسی دھات کی معلوم ہوتی تھیں۔ یا ممکن ہے لکڑی کی رہی ہوں.... ان کے پالش کی وجہ سے ڈاکٹر داور صحیح اندازہ نہ لگا سکے۔ وہاں شارلی کے علاوہ چار آدمی اور بھی موجود تھے۔

"مجھے تم سے ایسی توقع نہیں تھی۔!" ڈاکٹر داور شارلی کو گھورتے ہوئے بولے۔

"مجھے بے حد افسوس ہے جناب کہ یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ویسے حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی آپ کا وفادار نہیں رہا۔ میں تو اپنے ملک کے لئے کام کر رہا تھا لیکن مجھے آپ سے بے حد محبت ہے! دیکھئے اگر حالات پیچیدہ نہ ہوتے تو نہ آپ کو یہاں لایا جاتا اور نہ میں ہی غائب ہوتا.... سب کام پہلے کی ہی طرح چلتے رہتے...."

"بے شرم ہو تم....!" ڈاکٹر داور گرجے۔ "تم اتنی دیدہ دلیری سے سب کچھ کہہ رہے ہو جیسے کوئی بڑا نیک کام کیا ہو۔"

"یقیناً جناب!" شارلی نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے اپنے اس کارنامے پر فخر ہے کیونکہ اس طرح میں نے اپنے ملک کی ترقی میں حصہ لیا ہے۔ کیا میرے ہموطن اسے ایک اچھا اور قابل ستائش کام قرار نہ دیں گے۔"

ڈاکٹر داور صرف دانت پیس کر رہ گئے۔

"دیکھئے ڈاکٹر.... آپ اس صدی کے بہت بڑے سائنسدانوں میں سے ہیں!" شارلی نے کہا۔ "لیکن آپ کا ملک آپ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیونکہ وہ دولت مند نہیں ہے۔ آپ کے ذہن میں جتنی بھی اسکیمیں ہیں انتہائی شاندار ہیں! دنیا کو ان سے کوئی فائدہ پہنچنا چاہئے یہ آپ پر دنیا کا حق ہے.... لیکن آپ اگر صحیح اور قدر دان ہاتھوں میں نہ پہنچے تو دنیا آپ کی تخلیقی صلاحیتوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گی۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو بصد عزت واحترام اپنے ملک میں لے جائیں! مجھے یقین ہے کہ آپ جلد ہی ہماری حکومت کے شعبہ ترقی سائنس کے مشیر مقرر کردیئے جائیں گے۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا۔ تم مجھے میری مرضی کے خلاف کہیں نہ لے جاسکو گے۔"

"میں اس کی جسارت بھی نہیں کروں گا جناب کہ آپ کو کسی بات پر مجبور کروں! میں اپنی اس آبدوز میں بھی آپ کو اپنا باس ہی سمجھتا ہوں۔"

"شارلی اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔"

"باس...!" شارلی بصد احترام سینے پر ہاتھ باندھ کر بولا۔ "دو ہی صورتیں ہیں...یا تو آپ ہمارے ساتھ چلئے یا پھر آپ اس تخلیہ کار مادے کا فارمولہ عنائت فرمایئے جسے مجھ سے بھی چھپایا تھا۔"

"کس ملک سے تعلق ہے تمہارا....؟"

"یہ میں اُس صورت میں بتا سکوں گا جب آپ اِن دونوں باتوں میں سے کسی ایک پر تیار ہو جائیں۔"

"یہ دونوں ہی لغو ہیں....! ویسے تم لوگ اس مادے کی تھوڑی سی مقدار چرا لے جانے میں کامیاب ہوگئے ہو! اُس کا تجزیہ کر ڈالو.... خود ہی فارمولا بھی معلوم کرلو گے۔"

"ایسا نہیں ہوسکا.... میرے ملک کے سائنسدانوں نے کوشش تو کی تھی۔"

"یہ بہت اچھا ہوا.... میں نے بھی اپنا ذخیرہ ضائع کردیا ہے۔ اب تمہیں شیشے کے اُس حوض میں پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ملے گا.... اور تم مجھ سے اس کا فارمولا پوچھ رہے ہو....؟ وہ میرے ساتھ قبر ہی میں جائے گا دنیا کی کوئی طاقت مجھے اُس کا فارمولا بتانے پر مجبور نہیں کرسکے گی! احمق آدمی! وہ دنیا کا تباہ کن ترین مادہ تھا! اس کی تخریب کاریاں ایٹم اور ہائیڈروجن بموں

سے بھی کئی گناہ زیادہ ہوں گی۔"

"تم خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔" دفعتاً ایک آدمی نے شارلی سے کہا۔ "اگر تم اس پر تشدد نہیں کر سکتے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم دیکھ لیں گے۔"

شارلی کچھ نہ بولا۔ وہ تشویش کن نظروں سے ڈاکٹر داور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر داور اپنی جیبیں ٹٹول رہے تھے۔ اچانک انہوں نے ریوالور نکال لیا۔ ان دنوں وہ ہر وقت جیب میں ریوالور ڈالے رہتے تھے۔ مگر انہیں حیرت تھی کہ آخر اُن لوگوں نے وہ ریوالور ان کی جیب میں ہی کیوں پڑا رہنے دیا تھا۔

انہوں نے دیکھا وہ لوگ متحیر یا خوفزدہ ہونے کی بجائے مسکرا رہے تھے۔

"ڈاکٹر یہ تینوں پنکھے آپ دیکھ رہے ہیں نا!" شارلی نے چھت کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ ڈاکٹر داور نے دیکھا تین پنکھے چھت سے لگے ہوئے تیزی سے گردش کر رہے تھے اور ان کی بناوٹ کیبن فین ہی کی سی تھی۔

"یہ بھی آپ ہی کی ایجاد تھی.... آپ جانتے ہی ہیں کہ جیسے ہی آپ فائر کریں گے ان تینوں سے تیز قسم کی روشنی پھوٹے گی اور ریوالور سے نکلی ہوئی گولی موم سے بھی زیادہ نرم ہو کر ہم میں سے کسی کے جسم پر چپک جائے گی۔ اس لئے اپنی ایک گولی بھی ضائع نہ کیجئے۔"

ڈاکٹر داور نے ایک طویل سانس لی۔

"میں آپ کو صرف پندرہ منٹ کا وقت دے سکتا ہوں۔ آپ پھر غور کر لیجئے۔ اس کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا.... کیونکہ مجھ سے آپ کی تکلیف دیکھی نہ جائے گی۔ یہ چاروں اذیت دینے میں ماہر ہیں۔"

ڈاکٹر داور نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے۔

پندرہ منٹ گذر گئے.... اور پھر شارلی بولا۔ "میں آپ کا فیصلہ سننا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہیں فارمولا نہیں بتاؤں گا اور نہ تم مجھے اپنے ساتھ ہی لے جا سکو گے۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ تم میری لاش یہیں کہیں پھینک جاؤ۔"

"میں جا رہا ہوں ڈاکٹر مجھے بے حد افسوس ہے۔"

شارلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن اس میں داخل ہوتے ہی اس کے حلق سے ہلکی سی

کراہ نکلی اور وہ اچھل کر اپنے ایک ساتھی پر آپڑا.... اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹھوڑی پکڑ لی تھی ڈاکٹر داور بھی مڑ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ وہاں انہیں ایک آدمی نظر آیا جو سر سے پیر تک غوطہ خوری کے لباس میں چھپا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے اس کا چہرہ ظاہر ہوتے دیکھا.... اُس نے لباس کا اوپری حصہ الٹ کر پشت پر ڈال لیا تھا۔

"عمران....!" ڈاکٹر داور کی آواز میں ہزاروں مسرتیں چیخ رہی تھیں۔

"آؤ تم بھی آؤ دوست....!" اُن میں سے ایک آدمی نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے بہت دیر میں معلوم ہو سکا کہ سارے فساد کی جڑ تم ہی ہو۔"

"ہاں مسٹر ہفڈریک....!" عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے توقع نہیں تھی کہ یہیں تم سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ اچھا اب تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

شارلی نے قہقہہ لگایا اور ہف ڈریک بھی ہنسنے لگا۔ پھر ہفڈریک بولا۔ "ڈاکٹر کے ہاتھ میں بھی تم ریوالور دیکھ ہی رہے ہو گے.... لیکن ان سے پوچھو کہ یہ کتنے بے بس ہیں۔"

"ریوالور.... ہونہہ!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "ارے میں صرف طمانچے مار مار کر تم سبھوں کو ختم کر سکتا ہوں۔"

"پکڑ لو....اِسے....!" دفعتاً ہفڈریک غرایا اور ایک آدمی عمران کی طرف بڑھا۔

"پیچھے ہٹو....!" عمران نے ایک سیاہ سی چیز سامنے کر دی....اور یہ سیاہ سی چیز ربر کے ایک پائپ کا سرا تھا۔

"عمران کیا حماقتیں پھیلائی ہیں تم نے!" ڈاکٹر داور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "عقل سے کام لو۔"

دفعتاً ربر کے پائپ سے پانی کی دھار نکلی اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ دھار پھر بند ہو گئی۔

"اوہ.... پکڑو....!" ہفڈریک دانت پیس کر چیخا۔

وہ آدمی پھر جھپٹا.... پائپ سے دھار پھر نکلی.... مگر اس بار اِس دھار کے اندر سرخ رنگ کی بجلیاں سی کوند رہی تھیں جیسے ہی وہ آدمی کے جسم پر پڑی اس کے پرخچے اڑ کر سارے کمرے میں بکھر گئے کچھ لوتھڑے ان لوگوں سے بھی ٹکرائے تھے۔

دھار پھر بند ہو گئی.... اب کمرے کی فضا پر ایک ڈراؤنی سی خاموشی مسلط ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر

داور کو تو جیسے سکتہ سا ہو گیا تھا۔

"اب تم سب.....!" عمران مسکرا کر بولا۔ "مجھے دنیا کا سب سے بڑا سائنٹسٹ تسلیم کر لو! میری ریڈی میڈ کھوپڑی ہر وقت چالو رہتی ہے.... اور میں چٹکی بجاتے ایسی ایسی ایجادات پیش کرتا ہوں کہ..... ہپ.... کیا تم لوگ اب بھی اپنے ہاتھ اوپر نہ اٹھاؤ گے۔"

ڈاکٹر داور کچھ ایسے از خود رفتہ ہو گئے تھے کہ ان لوگوں کے ساتھ ہی انہوں نے بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"شارلی.... فرزند....!" عمران نے مسکرا کر کہا۔ "اب یہ خوشگوار فرض بھی تم ہی انجام دو۔ اپنے تینوں ساتھیوں کے ہاتھ پیر باندھ دو.... کیونکہ میں ان کا قیمہ بنانا پسند نہیں کرتا۔ یہ تو صرف ایک نمونہ دکھایا تھا۔"

"یہ لو.... میں ڈور بھی اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔" عمران نے بھیگی ہوئی ڈور کا گولہ بائیں ہاتھ سے اس طرف اچھال دیا.... "چلو.... جلدی کرو.... ورنہ مجھے تم لوگوں پر ذرہ برابر بھی رحم نہ آئے گا۔"

شارلی نے جھک کر ڈور کا گولا اٹھا لیا تھا۔ ان چاروں ہی کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مایوس ہو گئے ہیں۔

شارلی نے ان سے کچھ کہا.... لیکن عمران اُس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ اُن تینوں نے اس کا جواب بھی دیا تھا۔ لیکن جواب دیتے وقت ان کے چہرے اور زیادہ تاریک ہو گئے تھے۔ پھر عمران نے انہیں زمین پر لیٹتے دیکھا۔ شارلی کسی ایسی بیوہ کی طرح مغموم نظر آ رہا تھا جس کا اکلوتا نوجوان بیٹا مر گیا ہو.... وہ یکے بعد دیگرے ان کی طرف مڑا.... اس کا چہرہ بے حد بھیانک ہو گیا تھا۔ آنکھوں سے نفرت کا جوالا مکھی پھوٹ رہا تھا۔ دفعتاً وہ غرا کر بولا۔ "تم ہمیں زندہ نہیں لے جا سکو گے۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ تھریسیا کس طرح فراڈ کر کے نکل گئی تھی۔" عمران نے پوچھا۔

"میں جانتا ہوں۔"

"تو اب دوبارہ فراڈ نہیں چل سکے گا۔ میں تمہاری لاشیں دفن کرا کے چالیس دن تک تمہاری قبروں پر دھونی لگاؤں گا اور پھر دیکھوں کہ جبس دم کس چڑیا کا نام ہے۔"

"ہم سچ مچ اپنے ملک پر قربان ہو رہے ہیں۔" شارلی بولا۔ "ہمیں مادام تھریسیا کی طرح یہ آرٹ نہیں آتا۔ یہ دیکھو.... یہ زہریلی سوئی ان تینوں کا خاتمہ کر چکی ہے اور اب میں بھی....!"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے۔!"

"مجھے کون روکے گا۔"

"میں....!" عمران سینے پر ہاتھ مار کر بولا اور ساتھ ہی ربر کے پائپ سے پانی کی دھار نکل کر شارلی کے چہرے پر پڑی.... شائد یہ اُس کے لئے غیر متوقع تھا اس لئے وہ بوکھلا کر آگے کی طرف جھک آیا۔ اس نے دونوں ہاتھ غیر ارادی طور پر اپنی آنکھوں پر رکھ لئے تھے ظاہر ہے کہ ایسا کرتے وقت سوئی اس کے ہاتھ سے گر گئی ہو گی....! اسی خیال کے تحت عمران نے دوسرے ہی لمحے میں اُس پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن شارلی تو اس سے پہلے ہی نیچے گر چکا تھا.... عمران کا جسم ایک بے جان جسم سے ٹکرایا.... شارلی بھی ختم ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر داور بھی ان آدمیوں کے جسم ٹٹولتے پھر رہے تھے۔

"بڑا دھوکا کھایا ڈاکٹر....!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہ حبس دم نہیں بلکہ حقیقتاً زہر ہے.... دیکھئے ان کے جسم نیلے پڑ گئے ہیں اسی لئے وہ بے چوں چرا ان تینوں کو باندھنے لگا تھا کہ اس طرح اسے ان تینوں کو ختم کرنے کا موقع مل جائے گا.... اور پھر.... اس نے بھی خودکشی کر لی.... یہ لوگ نہیں بتانا چاہتے تھے کہ ان کا تعلق کس ملک سے تھا.... اچھا ڈاکٹر اب فی الحال چپ چاپ یہاں سے کھسک لیجئے! سمندر بہت وسیع ہے.... اور مجھے یقین ہے کہ سمندر ہی ان کی اس حیرت انگیز ترقی کا واحد ذریعہ ہے....!"

ڈاکٹر داور بھی ابھی غوطہ خوری کے اُسی لباس میں تھے جس میں انہیں یہاں تک لایا گیا تھا۔ عمران نے بہت تیزی سے اپنا اور ان کا لباس درست کیا۔ پھر وہ اُس آبدوز کشتی سے نکل کر پانی میں آ گئے۔ یہ کشتی ساخت کے اعتبار سے عام کشتیوں سے بہت مختلف تھی اور پانی کے اندر بھی اسکی کھڑکیاں کھولی جا سکتی تھیں لیکن ایسا کرتے وقت پانی کا ایک قطرہ بھی اندر نہیں داخل ہو سکتا تھا۔

دفعتاً عمران نے غوطہ خوری کے لباس میں لگے ہوئے ہیڈ فون سے تھریسیا کی آواز سنی، جو کہہ رہی تھی۔ "جاؤ۔ جاؤ.... تم سے خدا سمجھے.... تم نے بڑا ظلم کیا ہے۔ میں نے تمہاری ایک ایک حرکت اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے.... تمہاری وجہ سے ان آدمیوں کی قیمتی جانیں گئی ہیں جو صحیح معنوں میں میرے ملک کا بہترین سرمایہ تھے۔ میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں.... میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں.... ورنہ.... تم اپنی چیرہ دستیوں کا نتیجہ دیکھتے۔ تم ابھی پانی میں ہو سطح پر

نہیں ابھرے میں چشم زدن میں تمہارا خاتمہ کر سکتی ہوں.... جاؤ.... اب میں چاہتی ہوں کہ پھر کبھی تم سے ملاقات نہ ہو.... جاؤ.... تمہاری شکل دیکھتے ہی میں بے بس ہو جاتی ہوں.... میرا ہاتھ تم پر نہیں اٹھتا.... اور میں سوچتی ہوں کہ میں کتیا ہوں.... مجھے ایک دن ان چاروں روحوں سے شرمندہ ہونا پڑے گا.... جنہوں نے میرے دیکھتے ہی دیکھتے اپنے جسموں سے ترک تعلق کرلیا تھا.... جاؤ.... اُبھرو.... خدا کے لئے جلدی سطح پر ابھرو.... کہیں میں اپنا فیصلہ تبدیل نہ کردوں.... تم بولتے کیوں نہیں.... بولو....!"

عمران خاموش رہا.... وہ پھر تھریسیا کی باتوں میں نہیں آسکتا تھا۔ اس نے سوچا ممکن ہے یہ بھی اس کا مکر ہو سکتا ہے۔ بولتے ہی وہ اس جگہ سے واقف ہو جائے جہاں اس وقت یہ دونوں اوپر پہنچنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ ہو سکتا ہے وہ اسی لئے اس کو مخاطب کر رہی ہو کچھ دیر بعد وہ سطح پر ابھر آئے۔

ایک بار پھر بحری فوج کے غوطہ خور آس پاس کا سمندر چھانتے پھر رہے تھے لیکن دوسری صبح تک اس آبدوز کا سراغ نہ مل سکا۔

ڈاکٹر داور بے چینی سے عمران کے منتظر تھے۔ کیونکہ وہ انہیں گھر تک پہنچانے کے بعد پھر غائب ہو گیا۔ آخر وہ شام تک پہنچ ہی گیا اور ڈاکٹر داور بالکل بچوں کی طرح اٹھ کر اس سے لپٹ گئے.... عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "کچھ نہ ہوا ڈاکٹر.... اب ان میں سے کسی کا بھی سراغ ملنے کے امکانات نہیں رہ گئے!"

"انہیں جہنم میں جھونکو.... یہ بتاؤ کہ وہ سات رنگ کے سیارے تم نے کہاں اور کس طرح دیکھے تھے۔"

"افسوس کہ میں نہ دیکھ سکا! میں تو راستے ہی سے....!"

"جی ہاں! وہ سیارے دراصل اس وقت میری عقل کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ میں تو دراصل آپ کو اس وقت باہر بھیجنا چاہتا تھا۔"

"اوہ....!"

"لیکن میں آپ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ اب وہ آپ ہی کو لے جانا چاہیں گے کیونکہ اس سے پہلے بھی ایک بار انہوں نے کوشش کی تھی۔ یاد ہے آپ کو وہ رات جب ہم پہلی بار ملے تھے وہاں تو وہ چاروں آپ کو اس میدان سے اٹھا کر ساحل پر لائے تھے۔ وہاں آپ کو غوطہ خوری کا لباس پہنایا اور پانی میں اتر گئے.... ان کے بعد ہی میں بھی اتر گیا اور پھر ان کے لباس سے پھوٹنے والی روشنی میری رہنمائی کرتی رہی اور میرے پاس جو لباس تھا اُسے میں نے سمجھنے کی کوشش کی تھی اور اس کے استعمال سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔ اس لئے میں نے اس سے روشنی نہیں پھوٹنے دی.... اندھیرے ہی میں ان کا تعاقب کرتا رہا.... اور ان کے ساتھ ہی میں بھی اس آبدوز کشتی میں داخل ہو گیا تھا.... یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ اس کے جس حصے میں ہم سب سے پہلے داخل ہوئے تھے وہ تاریک تھا ورنہ داخل ہوتے ہی ان لوگوں سے دو دو ہاتھ کرنے پڑتے۔ بہر حال اس کے بعد بھی مجھے کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔ کیونکہ کشتی میں ان پانچوں کے علاوہ اور کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

میں نے وہ گفتگو لفظ بلفظ سنی تھی جو آپ کے اور ان کے درمیان ہوئی تھی۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ آپ پستول نکال لینے کے باوجود بھی اسے استعمال نہ کر سکے تو مجھے تشویش ہوئی! اسی پندرہ منٹ میں مجھے کچھ کرنا تھا جو آپ کو آخری فیصلے کے لئے ملے تھے اور اسی وقت مجھے اس پستول کا خیال آیا جس سے سرخ لہریں نکلتی تھیں! لیکن وہ پستول بھی پانی کے بغیر بے کار تھا.... میں کشتی کے دوسرے حصے میں چلا آیا۔ یہ تو کامن سنس کی بات تھی کہ اس کشتی میں کہیں نہ کہیں پینے کے پانی کا اسٹاک ضرور ہوگا۔ بس مجھے پانی کے ذخیرے کے ساتھ ربڑ کا ایک کافی لمبا پائپ بھی مل گیا اور اس کے بعد تو آپ نے اِس پستول کا ایک بالکل نیا استعمال دیکھا ہی تھا۔"

"آہا.... میں آج بھی اس پر متحیر ہوں۔" ڈاکٹر داور اس کے شانے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ "کم از کم میں تو اتنی جلدی میں کبھی اس کے امکانات تک نہ پہنچ سکتا.... میں واقعی تمہاری ریڈی میڈ کھوپڑی کا شدت سے قائل ہو گیا ہوں! عمران تم سچ مچ گریٹ ہو! میں نے تمہارے متعلق جتنا سنا تھا تم اس سے بھی کہیں زیادہ ثابت ہوئے ہو! مگر مجھے یہ بتاؤ کہ ان کا تعلق کس ملک سے تھا۔"

"میرے فرشتے بھی نہ بتا سکیں گے۔ ان کا ایک آدمی جیمس فلیکر میرے قبضے میں تھا۔ لیکن

وہ بھی یہ نہیں بتا سکا کہ وہ کس ملک کے جاسوس تھے۔ اب اُسے باقاعدہ طور پر پولیس کے حوالے کر دیا گیا ہے.... کچھ بھی ہو ڈاکٹر لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ وہ لوگ ترقی کی دوڑ میں بہتوں سے آگے معلوم ہوتے ہیں! مگر انہیں "ترقی چور" ہی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔"

"ترقی چور سے کیا مراد ہے!"

"مختلف ممالک کے سائنسدانوں کی محنت سے فائدہ اٹھانا ہی ان کا مسلک ہے۔"

"پتہ نہیں دنیا کے کتنے ڈاکٹر داور کے ساتھ ان کے شارلی لگے رہتے ہوں گے۔ خیر چھوڑیئے مجھے اس ملک کا نام معلوم ہو گیا ہے لیکن آپ اسے دنیا کے نقشے پر نہیں تلاش کر سکتے۔"

"کیوں.... کیا نام ہے۔"

"زیرولینڈ....!"

"اب تم مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہ یقین کیجئے!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "ویسے شارلی نے ان تینوں آدمیوں کو باندھنے سے پہلے کچھ کہا تھا جس میں یقینی طور پر زیرولینڈ کا نام آیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے یہی کہا ہو کہ اب تم زیرولینڈ پر قربان ہو جاؤ۔"

"مگر یہ ہے کہاں....!"

"جہاں بھی ہو....! ایک نہ ایک دن دنیا پر تباہی ضرور لائے گا۔ ارے ہاں.... کیا آپ نے اپنی وہ خطرناک دریافت سچ مچ ضائع کر دی۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے.... مگر عمران میں چاہتا ہوں کہ تم اسے کبھی زبان پر نہ لاؤ.... اب اس کے متعلق صرف دو ہی آدمی جانتے ہیں.... میں اور تم....!"

"اوہو.... تو کیا آپ اُسے اب بھی حکومت کے علم میں نہیں لائے۔"

"نہیں.... فوج تو میں نے یہ کہہ کر طلب کی تھی کہ کچھ غیر ملکی میری تجربہ گاہ اور مکان سے کچھ چرانا چاہتے ہیں کیا چرانا چاہتے ہیں؟ اس کی وضاحت میں نے نہیں کی تھی۔ اس کے علاوہ میری اور درجنوں اسکیمیں حکومت کے علم میں ہیں لہٰذا وضاحت کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ مادہ میں نے پانی سے حاصل کیا تھا.... اور اب پھر وہ پانی ہی کا جزو بن گیا ہے۔"

"اس کے متعلق کبھی کوئی نہ جان سکے گا.... اُسے تعمیری کاموں میں بھی استعمال کیا جا سکتا

ہے لیکن اگر وہ پھر کبھی کسی چور کے ہاتھ لگ گیا تو ساری دنیا تباہ ہو جائے گی۔!"

"مگر آپ تو کہہ رہے تھے کہ ابھی تک آپ اس کا کوئی دوسرا استعمال نہیں دریافت کر سکے۔"

"ہاں پہلے نہیں کر سکا تھا! مگر ابھی پچھلے دنوں جب اُسے ضائع کر دینے کے امکانات کا جائزہ لے رہا تھا مجھ پر اس کے سلسلے میں کئی اور باتیں بھی منکشف ہوئیں! مگر ختم کرو۔ اب میں اس کے تصور سے ہی بھاگنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا تو اب میں بھی بھاگنا ہی چاہتا ہوں۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "لیکن میں وہ سنہرا اسفنج لئے جا رہا ہوں۔ اس بھاگ دوڑ کے سلسلے میں وہی میرا معاوضہ ہے.... ٹاٹا....!"

"ٹھہرو.... سنو تو سہی....!" مگر عمران جا چکا تھا۔

﴿ختم شد﴾